عَاشِرُوْھُنَّ بِالْمَعْرُوْف

عورتوں سے راست معاملگی سے برتاؤ کرو

خوشتر آں باشد کہ سرِ دلبراں　　گفتہ آید در حدیثِ دیگراں

حُسنِ مُعَاشرت

ایک اخلاقی ناول

جس میں پھوہڑ اور سلیقہ مند بیوی کے حالات کا سچا فوٹو کھینچا گیا ہے

مُصَنّفہٗ

سنہ ۱۹۲۶ع

بشیر الدین احمد (دہلوی)

طبع چہارم دو ہزار جلد

قیمت ۱عہ/ خرچہ وی پی ۵ر

میرے والد ماجد مولوی نذیر احمد صاحب مرحوم و مغفور کی کتب تصانیف

مولوی نذیر احمد صاحب کا ترجمہ کلام مجید اُردو کا بہترین ترجمہ مان لیا گیا ہے۔ جس کی قریب قریب ایک لاکھ کاپیاں اب تک ہدیہ ہو چکی ہیں اس کلام مجید کا ترجمہ مختلف تقطیع پر چھپا ہے جس کی صراحت ذیل میں ہے۔

(۱) بڑا قرآن شریف - جلی قلم - کاغذ سفید - عمدہ چکنا ولایتی سطور پر حنائی رنگ صفحات ۸۰۰ تقطیع ۲۲ - ۲۹ دو صفحہ مع فہرست مضامین و فرہنگ لغات اُردو - مجلد عـــہ قیمت بلا جلد عـــہ، محصول ڈاک ۱۲؎ (۲) جامع المصاحف - متوسط قرآن تقطیع ۲۲×۲۹ چو صفحہ صفحات کاغذ سفید چکنا ولایتی سطور پر حنائی رنگ با ترجمہ اردو مع فہرست مضامین و فرہنگ الفاظ اُردو مجلد معہ قیمت بلا جلد صہ محصول ڈاک ۱۲؎ (۳) غرائب القرآن تقطیع ۲۲-۲۹ صفحات ۱۱۴۴ اس میں ایک طرف کلام مجید ہے صفحۂ مقابل پر ترجمہ حاشیہ پر حل لغات عـــہ. بی کاغذ سفید مجلد معہ قیمت بلا جلد ے محصول ڈاک ۱۲؎ (۴) حمائل شریف ترجمہ بین السطور سطور پر حنائی رنگ تقطیع ۱۶+۲۲ صفحات ۱۰۲۰ مع فہرست مضامین و فرہنگ لغات اردو سفر میں ساتھ رکھنے کے قابل مجلد صہ بلا جلد للعہ محصول ڈاک ۸؎ (۵) دہ سورہ فی احسن الصلوٰۃ مترجم پنج سورۃ کی جگہ یہ دہ سورہ ہے وظیفہ پڑھنے والوں کے لیے بہت ضروری ہے تقطیع ۱۶+۲۲ صفحات ۱۴۴ بلا جلد ۱۱؎ محصول ۲؎ - (۶) ادعیۃ القرآن - قرآن شریف کی ساری دعائیں مع ترجمہ و خواص تقطیع ۱۶+۲۲ صفحات ۱۰ ٹائٹل سادہ رنگین)، بلا جلد ۱؎/۱۲؎ محصول ۳؎ (۷) الحقوق و الفرائض تقطیع ۲۲×۲۹ صفحات ۱۰۲۶ مذہب اسلام کے سارے مسائل کا مجموعہ قرآن شریف کی آیات اور احادیث کے ترجمے کے ساتھ ہر مسلمان کے گھر میں جو مذہب سے واقفیت رکھنا چاہتا ہو اس کتاب کا ہونا لازمات میں سے ہے حصہ اول ؎ حصہ دوم ؎ حصہ سوم ؎ اور پورا سٹ - صہ محصول ۱۴؎ (۸) اجتہاد تقطیع ۲۲+۲۹ صفحات ۱۴۶ اسلام کی حقانیت کا دلائل و براہین قاطعہ سے اثبات جو مسلمان اپنے عقیدہ میں پکا ہونا چاہے وہ اس کتاب کو ضرور دیکھے بلا جلد ؎ محصول ۵؎ (۹) حیات النذیر - مولانا کی مفصل سوانح عمری معہ فوٹو اور دو عکسی خطوط کے تقطیع ۲۲×۲۹ صفحات ۶۴۹ بلا جلد سے، محصول ۱۱؎ (۱۰) نظم بے نظیر تقطیع ۲۰×۲۶ - مولانا کی کل نظموں کا مجموعہ بہ صراحت اس امر کے کہ کہاں اور کس موقعہ پر پڑھی گئیں بلا جلد ؎ محصول ۵؎ (۱۱ تا ۱۳) مراۃ العروس - بنات النعش توبۃ النصوح - یہ تینوں کتابیں اس کثرت سے مروج ہیں کہ کسی مزید تقریب کی ضرورت نہیں بازار میں کثرت سے سستی قیمت پر ملتی ہیں مگر نہ خط اچھا نہ کاغذ اچھا ہمارے خاص اہتمام

عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ

عورتوں سے راست معاملگی سے برتاؤ کرو

خوش تر آں باشد کہ سرِ دلبراں گفتہ آید در حدیثِ دیگراں

اپنے کسی چہیتے کی راز کی بات کہنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ کسی دوسرے پر ڈھال کر کہی جائے

حُسنِ مُعاشرت

ایک اخلاقی ناول

جس میں پھوہڑ اور سلیقہ مند بیویوں کے حالات بالمقابلہ ایک نہایت دلچسپ نتیجہ خیز اور نصیحت آمیز پیرایہ میں لکھے گئے ہیں اور جس کو پنجاب اور ممالک متحدہ آگرہ و اودھ کی ٹکسٹ بک کمیٹیوں نے زنانہ مدارس کے لئے پسند اور منظور فرمایا بعد نظر ثانی و ترمیم مناسب

مُصنّفہ

بشیر الدین احمد دہلوی ایم۔ آر۔ اے۔ ایس (لندن)
اوّل تعلقدار (کلکٹر)، پنشنر سرکار عالی نظام مُصنف اقبالِ دلہن
اصلاحِ معیشت۔ حرزِ طفلاں۔ نشاطِ عمر۔ عصائے پیری
تاریخ بیجانگر۔ واقعات مملکت بیجاپور۔ تاریخ دہلی۔ فرامین سلاطین وغیرہ

(صرف سرورق دلی پرنٹنگ ورکس فائن آرٹ لیتھو برانچ دہلی میں طبع ہوا)

فہرست مضامین حسنِ معاشرت

تمت بالخیر

دو مرز نیاید پسیت و وہاں نیز ہم ٭ دل فدائے او شد و مانز ہم

ڈیڈیکیشن

نذر

میں اپنی اس ناچیز کتاب کو بطور شکرگزاری اور بہ لحاظ اصلی محبت کے اپنی نہایت نیک اور بے انتہا شریف طبیعت اہلیہ سیّد ذمانی مرحومہ مغفورہ کے نام پر معنون کرتا ہوں۔ جن کی یاد دل میں ہر وقت تازہ ہے۔ جو بہ اعتبار حسن صورت اور سیرت دونوں کے ایک نعمت الٰہی اور بہترین نمونہ ایسی بی بی کا تھیں جن کے دم قدم سے ہمارا اجڑا ہوا گھر دولتِ اولاد سے مالا مال ہو گیا اور جن سے امور خانہ داری بے انتہا خوش سلیقگی اور اطمینان سے انجام پاتے رہے تھے۔ گویا گھر جنت کا نمونہ بن گیا تھا اور جنہوں نے اپنی پاک مذہبی زندگی و نیک نہادی۔ نفس کشی اور اطاعت شعاری سے شوہر کے دِل پر اپنا سکّہ بٹھا دیا تھا اور جو چھ چھوٹے چھوٹے نادان اور ناسمجھ بچّے یکایک چھوڑ کر دائمی مفارقت کا ایسا

گہرا داغ کلیجے پر دے گئی ہیں کہ مدت العمر مٹائے مٹ نہیں سکتا
اور جن کے دفعۃً بچھڑ جانے سے ساری زندگی بے لطف اور
تمام دنیا اندھیر نظر آتی ہے اور جن کی جگہ اس اُجڑے ہوئے
دل میں ہمیشہ ہمیشہ خالی رہے گی۔ مصرع

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والی میں

اے پروردگار عالم! بہ طفیل اپنے حبیب پاک کے غریب
سیدانی کو (جو دلی چھوڑ کر کالے کوسوں حیدرآباد دکن میں منوں
مٹی کے تلے دبی پڑی ہے) بخش دے اور یا ارحم الراحمین! صدقہ
اپنی خدائی کا اُس کی نیکیوں کے بدلے اُسے کروٹ کروٹ
جنّت نصیب کر۔ آمین۔

جو بیکسی اور ایسی جوانی میں جان دے
جنّت میں اُس کو بار الٰہا مکان دے

اَللّٰھُمَّ اَدْخِلْھَا جَنَّةً مِّنَ الْجِنَانِ وَافْرِغْ عَلَیْھَا شَآبِیْبَ الرِّضْوَانِ

گنہ گار دل فگار

فقیر حقیر بشیر پر تقصیر

دیباچۂ طبع اوّل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد

اے بنام تو ابتدائے سخن | اولیں وصف انتہائے سخن
نیست موجود بے تو موجودے | نیست غیر از تو ہیچ معبودے
جوششِ ملکِ کائنات از تست | ہمہ ذرات را حیات از تست

نعت

اخترِ برجِ شرفِ کائنات | گوہرِ درجِ صدفِ کائنات
جنبشِ اول ز محیطِ قدم | سلسلہ جنبانِ وجود از عدم

۱۔ خدا کی تعریف کو حمد اور پیغمبر صاحب کی تعریف کو نعت کہتے ہیں۔ تیرے ہی نام سے ہم (کتاب) شروع کرتے ہیں۔ اول و آخری بات دونوں بس تیری تعریف ہے۔ دنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو بے تیرے ٹھیر سکے۔ تیرے سوائے کوئی عبادت کے قابل نہیں۔

۲۔ دنیا کے وجود کے برج کا تو ایک ستارا ہے دنیا کی سیپ کی صندوقچی کا تو ایک موتی ہے۔ جب دنیا میں کوئی بھی نہ تھا تو سب سے اول تو ہی پیدا کیا گیا تیرے ہی سبب سے نیستی سے لوگ ہستی میں آئے ۱۲۔

عرضِ حال

جو رہ گیا تھا باقی اِک لطفِ زندگانی — وہ بھی مٹایا تو نے حیف[۱] اے جہانِ فانی
اے دوستو! ذرا دل مضبوط کر کے بیٹھو — قصہ یہ پُر الم[۲] ہے پُر درد یہ کہانی
شاید نہ سن سکو تم اِس داستانِ غم کو — اور وہ بھی آج مجھ سے بدبخت کی زبانی
دل خون رو رہا ہے اُس وقت سے برابر — سیدؔ کی جب سے آئی ہے اس جگہ سُنانی[۳]
ماتم بپا ہے کس کا کون اس جہاں سے گزرا — گر نام پوچھتے ہو ہے سیدِ زمانی
مانا کہ ایک دن ہے سب کو سفر یہاں سے — اور موت ایک دن ہے سب کو ضرور آنی
رونا مگر ہے اس کا اب ساری عمر مجھ کو — یوں کر بسر رہ گئی ہے لطفِ زندگانی
دل کیوں نہ خون روئے مرحوم کے لیے پھر — ہو کون مثل اُس کا ہو کون اس کا ثانی
سیدؔ کو یا خدا اب جنت نصیب کیجیو — سیدؔ کی یا الٰہی باقی رہے نشانی

باقی نہیں ہے مجھ میں اب تابِ ضبطِ گریہ[۴]
دل چاک کر رہی ہے میرا یہ نوحہ خوانی[۵]

خاکسار نے ۱۹۰۸ء میں مستورات[۶] کے لیے "اقبال دلہن" لکھی تھی۔ اُس کو لوگوں نے بے انتہا پسند کیا اور ہندوستان کے بڑے بڑے نامی گرامی مصنفوں نے اپنی بیش بہا رائے کا اظہار فرما کے میری حوصلہ افزائی کی۔ مگر سب سے زیادہ شرمایۂ ناز میرے لیے مستورات کی پسندیدگی ہے۔ یعنی جن کے لیے کتاب لکھی گئی تھی انھوں نے

---

۱ افسوس۔ ۲ رنج کا بھرا ہوا۔ ۳ موت کی خبر ۴ رونا ۵ رونا پیٹنا ۶ عورتوں کے ستر سے ہے جس کے معنے پردے کے ہیں۔ چوں کہ عورتیں پردے میں رہتی ہیں اس واسطے مستورات کہلاتی ہیں ۷ ہمت بڑھائی ۸ فخر کرنے کا خزانہ۔

اُس کی قدر کی۔ اِس سے بڑھ کے مجھے اور کیا چاہیئے تھا۔ میری محنت ٹھکانے لگی۔

اِس کے بعد میں ایک اخلاقی سلسلۂ کتب کی تالیف و تدوین[1] میں مصروف ہو گیا اور زیادہ تر میرا وقت تاریخ بیجا نگر کے لکھنے میں صرف ہوا۔ دل میں کئی دفعہ گدگدی پیدا ہوئی کہ اقبال دُلہن کی جوڑ کی اور کوئی کتاب لکھوں مگر فرائض منصبی اور مکروہاتِ دنیوی نے مہلت نہ دی ؎

دیں چین یہ عادتیں زمانے کی نہیں ۔ رُباعی ۔ رسم اس کی ستم سے باز آنے کی نہیں
کیا ناخنِ فکر[2] سے ہو حل عقدۂ دل ۔ فرصت[3] ہمیں سر کے بھی کھجلانے کی نہیں

میری فارغ البالی کا زمانہ اب رہا سہا بھی جاتا رہا ؎

آزاد تھا جب میں دل شاد و خنداں بھی میں ۔ تھے وہ بھی دن آہی تھا وہ بھی اک زمانہ

لیکن خود مجھے حیرت ہے کہ ایسے طوفانِ غم و الم میں جب کہ میرے ہوش و حواس بجا نہیں میرے قلم سے یہ کتاب نکلی کیسے ؎

دل تو دل وہ دماغ ہی نہ رہا ۔ شورِ سودائے خط و خال کہاں
ایسا آساں نہیں لہو رونا ۔ دل میں طاقت جگر میں حال کہاں

ناظرین یقین جانیں کہ صفحۂ قرطاس[4] پر خونِ جگر سے میں نے یہ اوراق لکھے ہیں جو کچھ سوچ بچار تھا وہ حصۂ اول کا تھا۔ حصۂ دوم تو آپ بیتی[5] اور بیشتر میری زوجہ مرحومہ کے مرض و عین[6] حالات ہیں بہت کم اُس میں تغیر و تبدل[7] کے ساتھ لکھے گئے ہیں جن کا لکھنا کچھ بھی مشکل نہ تھا کہ میری لوحِ دل[8] پر لکھے ہوئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کتاب میں نے

---

[1] تصنیف اور مرتب کرنا [2] گرہ کو ناخن سے کھولتے ہیں میرے دل کا مطلب فکر کے ناخن سے کیوں کر نکل سکتا ہے [3] فراغت۔ [4] کاغذ کے ورق۔ [5] اپنے پر گزری ہوئی۔ [6] عین میں مفصل [7] رد و بدل [8] دل کی تختی۔

عرضِ حال

جو رہ گیا تھا باقی اِک لطفِ زندگانی — وہ بھی مٹایا تو نے حیف[1] اے جہانِ فانی

اے دوستو! ذرا دل مضبوط کر کے بیٹھو — قصہ یہ پُر الم[2] ہے پُر درد یہ کہانی

شاید نہ سُن سکو تم اِس داستانِ غم کو — اور وہ بھی آج مجھ سے بدبخت کی زبانی

دل خون رو رہا ہے اُس وقت سے برابر — سیّد کی جب سے آئی ہے اس جگہ سُنانی[3]

ماتم بپا ہے کس کا کون اس جہاں سے گزرا — گر نام پوچھتے ہو ہے سیّد زمانی

مانا کہ ایک دن ہے سب کو سفر یہاں سے — اور موت ایک دن ہے سب کو ضرور آنی

رونا مگر ہے اِس کا اب ساری عمر مجھ کو — کیونکر بسر ہو گی بے لطفِ زندگانی

دل کیوں نہ خون روئے مرحوم کے لیے پھر — ہے کون مثل اُس کا ہے کون اُس کا ثانی

سیّد کو یا خدا اب جنت نصیب کیجیو! — سیّد کی یا الٰہی باقی رہے نشانی

باقی نہیں ہے مجھ میں اب تابِ ضبطِ گریہ[4]

دل چاک کر رہی ہے میرا یہ نوحہ خوانی[5]

خاکسار نے ۱۹۰۸ء میں مستورات[6] کے لیے "اقبال دُلہن" لکھی تھی۔ اُس کو لوگوں نے بے انتہا پسند کیا اور ہندوستان کے بڑے بڑے نامی گرامی مصنفوں نے اپنی بیش بہا رائے کا اظہار فرما کے میری حوصلہ افزائی[7] کی مگر سب سے زیادہ فخر[8] یا ناز میرے لیے مستورات کی پسندیدگی ہے۔ یعنی جن کے لیے کتاب لکھی گئی تھی انھوں نے

---

[1] افسوس۔ [2] رنج کا بھرا ہوا۔ [3] موت کی خبر [4] رونا [5] رونا پیٹنا [6] عورتوں کے ستر سے ہے جس کے معنے پردے کے ہیں۔ چونکہ عورتیں پردے میں رہتی ہیں اس واسطے مستورات کہلاتی ہیں [7] ہمت بڑھائی [8] فخر کرنے کا خزانہ۔

اُس کی قدر کی۔ اِس سے بڑھ کے مجھے اور کیا چاہیئے تھا۔ میری محنت ٹھکانے لگی۔

اِس کے بعد میں ایک اخلاقی سلسلۂ کتب کی تالیف و تدوین[1] میں مصروف ہو گیا اور زیادہ تر میرا وقت تاریخ بیجانگر کے لکھنے میں صرف ہوا۔ دل میں کئی دفعہ گدگدی پیدا ہوئی کہ اقبالِ دلہن کی جوڑ کی اور کوئی کتاب لکھوں مگر فرائض منصبی اور مکروہاتِ دنیوی نے مہلت نہ دی ؎

ہمیں چین یہ عادتیں زمانے کی نہیں ۔ رُفاعی رسم اس کی ستم سے باز آنے کی نہیں
کیا ناخنِ فکر[2] سے ہو حل عقدۂ دل ۔ فرصت ہمیں سر کے بھی کھجلانے کی نہیں

میری فارغ البالی[3] کا زمانہ اب رہا سہا بھی جاتا رہا ؎

آزاد تھا تبھی میں دل شاد تھا کبھی میں ۔ تھے وہ بھی دن الٰہی تھا وہ بھی اِک زمانہ

لیکن خود مجھے حیرت ہے کہ ایسے طوفانِ غم و الم میں جب کہ میرے ہوش و حواس بجا نہیں میرے قلم سے یہ کتاب نکلی کیسے ؎

دل تو دل وہ دماغ ہی نہ رہا ۔ شوقِ سودائے خط و خال کہاں
ایسا آسان نہیں لہو رونا ۔ دل میں طاقت جگر میں حال کہاں

ناظرین یقین جانیں کہ صفحۂ قرطاس[4] پر خونِ جگر سے میں نے یہ اوراق لکھے ہیں جو کچھ سوچ بچار تھا وہ حصۂ اول تک تھا حصۂ دوم تو آپ بیتی[5] اور بیشتر میری زوجہ مرحومہ کے مرض و عین[6] حالات [illegible] کے ساتھ لکھے گئے ہیں جن کا لکھنا کچھ بھی مشکل نہ تھا کہ میری لوحِ دل[8] پر لکھے ہوئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کتاب میں نے

---

[1] تصنیف اور مرتب کرنا [2] گرہ کو ناخن سے کھولتے ہیں میرے دل کا مطلب فکر کے ناخن سے کیوں کر نکل سکتا ہے [3] فراغت۔ [4] کاغذ کے ورق۔ [5] اپنے پر گزری ہوئی۔ [6] عین میں مفصل [7] ردوبدل [8] دل کی تختی۔

شروع سے آخر تک بیس ون میں لکھی انسان مدنی الطبع[1] ہی۔ وہ ہمدردی کا بہت بھوکا ہی۔ دل سے چاہتا ہی کہ اپنا دکھ درد سن کر جی ہلکا کرے۔ چنانچہ اس کتاب کے لکھنے میں میرا بہت کچھ غم غلط ہوا یا یوں سمجھئے کہ میرے دل کی بھڑاس[2] نکلی ؎

پھونک ڈالا سوزِ غم نے جسم و جاں کیسے سرشک[3]، یہ قیامت ہی کہ ہم روئیں گر رویا نہ جائے

جس حالت ‌پراگندگی[4] میں میں نے یہ کتاب لکھی ہی اُس سے مجھے خدشہ[5] ہی کہ اس میں کوئی لغزش[6] یا خطا نہ ہو گئی ہو۔ اگر ایسا ہو تو ناظرین سے متوقع ہوں کہ ع

در منِ[7] منگر بر کرمِ خویش نگر

اس کے ساتھ ہی اُن معزز خاتونوں سے جن کے محترم[8] ہاتھوں میں یہ کتاب جائے گی خاص اس امر کی معذرت کرتا ہوں کہ وہ یہ نہ سمجھیں کہ میں بدسلیقگی، بدمزاجی، شوہروں کی دل آزاری کے تمام الزامات عورتوں ہی کے سر تھوپنا[9] چاہتا ہوں۔ اگر میرا ایسا خیال ہو تو یہ میری بڑی ہٹ دھرمی[10] ہوگی اور یہ ہماری متاہلانہ[11] زندگی کی بالکل یک رخی[12] تصویر ہوگی۔ لیکن نصیحت جب کی جاتی ہی تو اُس کا پیرایہ[13] مجبوراً ایسا ہی اختیار کرنا پڑتا ہی جو بظاہر تلخ[14] معلوم ہوتا ہی ورنہ میرا ذاتی تجربہ یہ ہی کہ ہماری عورتیں دین داری میں مردوں سے بدرجہا[15] بڑھی ہوئی ہیں اور اُن کی عصمت[16] اور عفت کا تو کچھ کہنا ہی نہیں بھلا مردوں کو اُس سے کیا مناسبت

[1] ملنے جلنے والا [2] گرمی۔ [3] پریشانی۔ [4] اندیشہ۔ [5] لڑکھڑاہٹ غلطی [6] مجھے نہ دیکھیے کہ میں کون ہوں آپ اپنے کرم کو دیکھیے۔ [7] بزرگ۔ [8] داغ لگانا۔ [9] رہزنی کسی پر الزام لگانا۔ [10] بے انصافی [11] الٹے پٹے دار [12] تصویر کے دو رخ ہوتے میں جو آدھی بات پکڑے اور پوری نہ سنے اِس موقع پر کہتے ہیں۔ [13] طریقہ۔ [14] کڑوا [15] اکثر۔ [16] پاک دامنی۔

میں اُن مردوں کو حیوانوں سے بدتر سمجھتا ہوں جو غریب اور کم زور فرقۂ نسواں پر صرف
اس وجہ سے کہ وہ مرد ہیں اور یہ بے بس فرقہ اُن کا محکوم[1] ہے دستِ تظلم[2] دراز کرتے ہیں۔
ایسے مردوں کے سینے میں نہ عقیدت بھرا دل ہے۔ میاں بیوی کا نباہ[3] جب ہی ہو سکتا
ہے کہ ایک نرم ایک گرم ہو۔ کبھی بیوی نے میاں کی بات برداشت[4] کی تو کبھی میاں نے
بیوی کی بات کو جھیل لیا۔ یہ نہیں کہ سارا بوجھ عورتوں پر ہی ڈال دیں اور یہ
سمجھیں کہ وہ انسان ہی نہیں نہ اُن میں جان ہے نہ ارمان بلکہ وہ کاٹھ کی پتلیاں[5]
ہیں جو صرف ہماری خدمت گزاری کو بنائی گئی ہیں۔ اگر ایسا خیال کسی مرد کا ہے تو وہ ضرور
تعلیم سے بے بہرہ[6] ہے۔ عورت اور مرد دونوں اگر بالکل ہم رتبہ اور یکساں نہیں تو اُن
میں آسمان زمین کا فرق بھی نہیں جو یہ سوچے وہ جو وہ سوچے یہ۔ ہم نے کس بات میں عورتوں
کو ہیٹا[7] پایا؟ کون سی بات میں یہ مردوں سے پیچھے رہ گئیں؟ کیا کوئین وکٹوریہ بہتیرے
سلاطین یورپ ثابت نہیں ہوئیں؟ اگر یہ کہو کہ وہ اُدھر یورپ کدھر ہندوستان
تو اچھا ہمیں والیہ بھوپال کو دیکھو اُن کی بیدار مغزی اُن کے حسنِ انتظام
ملک سے کس کو انکار ہے قطع نظر اس کے وہ کون سا دروازہ ہے جو مردوں کے لئے کھلا ہے
اور عورتوں پر بند ہے۔ ڈاکٹری کی اعلیٰ[8] سے اعلیٰ ڈگری[9] ان کو حاصل۔ بیرسٹری[10] حتیٰ[11]
کہ امریکہ[12] میں جج[13] بھی یہ۔ یونیورسٹی[14] کی کون سی ڈگری ہے جو ان کو حاصل نہیں۔ پس
ہمارے دیکھنے میں تو مردوں کو کسی طرح تفوق[15] حاصل نہیں ہوا۔ اب رہا یہ سوال

۱۔ تابع دار۔ ۲۔ ظلم کا ہاتھ بڑھانا۔ ۳۔ گزارہ ۴۔ برداشت کرنا ۵۔ مورتیں ۶۔ تعلیم سے فائدہ دی گئی ہے۔ ۷۔ گھٹا ہوا۔ ۸۔ اونچی سے اونچی۔ ۹۔ درجہ ۱۰۔ وکیل ۱۱۔ یہاں تک ۱۲۔ ولایت کے ایک ملک کا نام ہے ۱۳۔ حاکم عدالت ۱۴۔ چند کالجوں کو ملا کر جو علماء کا گروہ تعلیم کی نگرانی کرتا ہے وہ یونیورسٹی یعنی دارالعلم کہلاتا ہے۔ ۱۵۔ برتری۔ بڑائی۔

کہ ہندوستان کی عورتیں ایسی نہیں وہ انھیں کو سزاوار ہی۔ تو ایسی حالت کیوں ہی اس کے ذمہ دار مرد ہیں۔ اپنی تعلیم کا تو وہ انتظام کرا ہی توبہ۔ مدرسے ہیں کالج ہیں۔ یونیورسٹی ایک نہیں دو دو بلکہ اس سے زیادہ بن رہی ہیں مگر عورتوں کی تعلیم کے لیئے کالج تو کالج ایک ڈھنگ کا مدرسہ بھی نہیں۔ اس کا الزام کس پر ہی؟ عورتوں کو جاہل کس نے رکھا؟ یقیناً مردوں نے۔ مرد اپنی تعلیم اور ترقی کو مقدم سمجھتے ہیں اور آپا دھاپی کا معاملہ ہی جو کچھ کر رہے ہیں اپنے لیئے۔ مگر ان کو سمجھ لینا چاہیئے کہ نصف قوم تو ترقی کرے اور بقیہ نصف قوم قعرِ جہالت میں رہے تو قوم من حیث القوم ترقی کی معراج پر کبھی پہنچ نہیں سکتی۔ مردوں سے زیادہ عورتوں کی تعلیم کا اہتمام ہماری آیندہ نسل کی ترقی کے لیئے لازم و متحتم ہی کہ بچوں کی پرورش ان کی ابتدائی تربیت و تعلیم سب ماں کی گود سے شروع ہوتی ہی جب سرے سے ماں ہی ناقابل ہوگی تو بچے کیوں کر قابل نکلیں گے۔

افراد انسانی میں دو صنفیں ہیں۔ مرد اور عورت۔ یا ایک جسم کی دو آنکھیں ہیں ایک آنکھ میں روشنی دوسری میں دھند۔ ایک نظر میں لہر بہر دوسری میں خدا کا قہر۔ یہ تفاوت حالات جب تک قایم ہی قوم اسی مذلت میں رہے گی اور جس دن یہ تفرقہ اٹھ جائے گا یعنی دونوں آنکھیں یکساں منور ہو جائیں گی پھر دیکھئے گا کہ ہمیں کو چار چاند لگ جائیں گے۔ جب ہماری اصلی حالت ایسی ہی جیسا کہ ہم بیان کر آئے تو اب بے چاری عورتوں پر کیا الزام ان کا کیا قصور۔ کرے ڈاڑھی والا اور پکڑا جائے

۱- بڑا مدرسہ - ۲- پہلے - ۳- خود غرضی - ۴- آدھی - ۵- جہالت کے گڑھے میں ۶- قوم کی حیثیت سے -
۷- زینے - ۸- ضروری - ۹- شروع سے ۱۰- انسان کے حصے ۱۲- قسمیں ۱۳ محبت کی نظر
۱۴- فرق - ۱۵- ذلت - ۱۶- روشن ۱۷- اتنے بڑے آسمان پر ایک ہی چاند ہوتا ہی چار چاند لگ جانا یعنی بڑی کامیابی ہونا - ۱۸- ایسے موقع پر بولتے کہ کرے ایک اور پکڑا جائے دوسرا -

موچھوں والا۔ از ماست کہ بر ماست۔[1] تو پھر کوتاہیوں[2] پر اعتراض کیوں اور کس منہ سے؟
جیسا تم نے اُن کو بھنورے[3] میں پال رکھا ہی اور جیسا تم نے اُن کو بنایا ہی ویسی وہ ہیں۔
جتنا گڑ ڈالوگے اُتنا میٹھا ہوگا۔ اب انصاف تمھارے ہاتھ ہی۔ کیوں کر تمھارا دل گوارا
کر سکتا ہی کہ اِن بے زبانوں کے ساتھ سختی کا برتاؤ کرو اور جن کی بھلائی برائی حتیٰ[4] کہ زندگی
بھی تمھارے دستِ قدرت[5] میں ہی اُن پر کیوں کر تم جبرہ[6] تعدّی[7] کا ہاتھ بڑھا سکتے ہو؟

اے زبردست زیر دست آزار گرم تا کے بماند ایں بازار[8]

عورتیں عموماً کم زور دل کی ہوتی ہیں ذرا سی بھی خاطر شکنی[9] اُن کی آس[10] توڑ دیتی ہی۔
دُنیا میں سوائے شوہر کے اُن کو کوئی نظر نہیں آتا اگر وہ ہی بے رخی کرے تو پھر ان کا ٹھکانا
کہاں ہی؟ اس لئے شریف اور سمجھ دار مردوں کا فرض ہی کہ اِن کا ناز اُٹھائیں۔ ناز کر
ناز بردار پر اور سودا کر خریدار پر۔ دیکھو کہ مستورات کی کیا حالت ہی؟ گھر کی چار دیواری کے
اندر دائم الحبس[11] دُنیا میں باہر کیا ہو رہا ہی اُن کو خبر نہیں۔ گھر کا کام دھندا[12] پکانا رِندھنا[13]
سینا پرونا۔ سارا ان کے سر پڑا ہوا ہی۔ پھر بچوں کی پرورش۔ یہ کام کچھ آسان نہیں جو کرتا ہی
اُسی کا دل جانتا ہی۔ انصاف تو یہ ہی کہ ان ہی کا دل گردہ۔ ان ہی کی بے زبانی۔ اِن ہی
کا تحمل[14] اور برداشت ان ہی کا پتّہ[15] ہی جو ساری دُنیا کا بوجھ اپنی ضعیف[16] گردن پر اُٹھائے
ہوئے ہیں اور پھر شکایت نہیں گلہ نہیں اپنی تقدیر پر صابر و شاکر۔

۱۔ جیسا ہم نے کیا ویسا بھرا۔ ۲۔ کمی و نقصان۔ ۳۔ اگلے زمانہ میں بادشاہ لوگ اپنی اولاد کو ایک الگ مکان میں پالتے تھے جہاں کوئی آتا جاتا نہ تھا۔ بچے کو دنیا کی خبر نہ ہوتی تھی گولر کے کیڑے کی طرح وہ چار دیواری کے اندر بند رہتا تھا پس ایسا بچہ کیا خاک باخبر ہو سکتا ہی۔ اس قسم کی پرورش کو بھنورے میں پالنا کہتے ہیں۔ ۴۔ یہاں تک۔ ۵ قدرت کے ہاتھ بس میں۔ ۶۔ مجبور کرنا زیادتی کرنا ۷ اے طاقت والے اور کم زوروں کے ستانے والے کب تک تیرا ظلم چلے گا۔ ۸۔ دل توڑنا۔ ۹۔ امید ۱۰۔ عمر قید۔ ۱۱ کاج ۱۲ بدل عمل ہی جیسے کھانا دانا ۱۳۔ صبر کرنا ۱۴ اپتہ اصل میں کلیجے کے پاس جامن کے شکل کی جھلی دار چیز ہوتی ہی۔ اس محاورے کا مطلب یہ ہی کہ ان ہی کا حوصلہ ہی۔ ۱۵۔ کم زور

آفرین باد بریں ہمت مردانہ تو

ایسی حالت میں اگر ان کے مصائب[۱] میں مردوں کی طرف سے اور اضافہ[۲] ہو جائے تو مردِ مرد کے لقب کے سزاوار نہیں۔

میری اس ناچیز تصنیف سے اگر مستورات نے کچھ فائدہ اُٹھایا اور ہمارے گھرانوں کی آئے دن کی بدمزگی اور تو تو میں میں[۳] میں کچھ بھی کمی ہوئی تو میری ساری محنت وصول ہو گئی جس کسی کے ہاتھ میں یہ کتاب جائے خواہ کوئی بھائی ہو یا بہن نہایت عاجزی سے مجھ غم زدہ کی بمنت یہ درخواست ہے کہ وہ میری زوجۂ مرحومہ سیدہ زمانی بیگم کے حق میں دعائے خیر کریں اور اس کے بدلے میں میری یہ دعا ہے کہ الٰہی دنیا جہان کی ایسی ہی نیک بخت اور نیک مزاج ہمہ صفت موصوف بیویاں ہوں جیسی کہ میری بیوی تھیں اور جسے پیا چاہے[۴] وہی[۵] سہاگن کی پوری مصداق بنیں۔ چوں کہ میرا مُنھ اس نعمت کے قابل نہ تھا اور یوں بھی جو خدا کا پیارا ہوتا ہے دُنیا میں وہ بہت دن نہیں رہتا اس لیے ایک بڑی بھاری نعمت خداوند تعالیٰ نے مجھے دی اور پھر لے لی۔ وہ مالک و مختار ہے اور میں بندۂ ناچار۔ اُس کی مرضی پر صابر و شاکر ہوں۔ رَضِیْنَا بِرِضَآءِ اللّٰہِ تَعَالیٰ

سخن[۶] دراز کشیدم ولی امید ہست ... تہ ذیل عندو بدیں ماجری بیو ثانی

عثمان آباد (دکن) خاکسار سراپا خطاکار
۲۴ نومبر ۱۹۱۲ء

بشیر الدین احمد
وَفَّقَہُ اللّٰہُ لِمَا یُحِبُّ وَیَرْضٰی

---

۱ تمھاری اس مردانہ ہمت پر شاباش ہے ۲ مصیبت کی جمع یعنی سختیں ۳ زیادتی ۴ تو تڑاخ جھگڑے ۵ میاں یعنی شوہر ۶ شوہر والی عورت ۷ سزاوار لائق ۸ ۹ ہم تمھاری مرضی پر شاکر ہیں ۱۰ بات بہت لمبی ہو گئی مگر خیر امید ہے کہ آپ اس معاملہ پر معافی کا پروانہ دیں گے ۱۱ اللہ تعالیٰ اس کو توشۂ آخرت عطا فرمائے ۱۲

دیباچۂ طبعِ ثانی

حسنِ معاشرت کی اشاعت میں جو کچھ دیر ہوئی وہ مطبع والوں کا حسنِ سلوک تھا جوں ہی خدا خدا کر کے کتاب اُن کے پنجے سے نکلی کہ چوطرف پھیل گئی عورتیں دیکھ کر ریجھ گئیں۔ تابڑ توڑ مانگ شروع ہو گئی۔ لگاتار خط آنے لگے۔ متواتر اظہار پسندیدگی کی سندیں ملنے لگیں۔ مردوں نے بھی کتاب کو پسند کیا اور اپنی مستورات سے سفارش کی۔ اُنھیں کی وساطت سے کتاب زنان خانوں میں پہنچی۔ غرض تین چار مہینے میں کتاب چٹی ہو گئی مگر فرمائشات کا وہی زور و شور قایم رہا اور یہاں ایک کتاب بھی گھس لگانے کو باقی نہ رہی۔ مجھے اپنے قدر دانوں سے سخت کی ندامت ہوئی۔ اُن کے دل چھوٹے ہو گئے اور میری شرم ساری بڑھ گئی

خیالِ خاطرِ احباب چاہیئے ہر دم
ٹھیس نہ لگ جائے آبگینوں کو

جھٹ پٹ کتاب کی نظرِ ثانی کی اور چھپنے کو بھیج دی۔ میرا جو کام تھا وہ کر چکا اب دوسرے کے ہاتھ میری شرم ہے۔

چنانچہ مضمون کے اعتبار سے جیسا کچھ تھا ناظرین نے خود دیکھ لیا مگر اِس قدر گنجلک چھپا تھا کہ عورتیں تو عورتیں مرد بھی بے تکلف پڑھ نہ سکتے تھے اور میں چاہتا تھا کہ ایسی واضح اور خوشخط کتاب چھپے کہ دیکھتے ہی دل باغ باغ ہو جائے۔ اس پر کیا کہا جائے غلطیوں کی وہ بھرمار کہ الٰہی توبہ غلط نامہ جو چھپنے کو چلا تو دل بیٹھ گیا بے اختیار جی چاہا کہ کتاب کو پھاڑ ڈالوں مگر خون کے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حسنِ معاشرت

حصہ اوّل

۱۔ نواب سلیماں قدراوراُن کی بیگم کا حال

ہم نے مانا صحبتیں اگلی فسانہ[1] ہوگئیں
ای فلک[2] یہ تو بتادے وہ فسانہ کیا ہوا

۱۸۵۷ء کا غدر تو تمام ہندوستان میں پڑا مگر اس کی بدولت دلّی کی ایسی بُری گت[3] بنی کہ اینٹ[4] سے اینٹ بج گئی اور اگرچہ نصف[5] صدی سے اوپر اس واقعہ کو گزر چکا مگر تباہی اور بربادی کے آثار اب بھی نمایاں ہیں ہزاروں آدمی جلاوطن[6] ہوگئے اور سیکڑوں کے گھرانے اُجڑ گئے۔ جن کی حویلیاں سربہ فلک[7] کھڑی تھیں آج اُن کا پتہ ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتا۔ خدا جانے وہ لوگ کہاں تلپٹ[8] ہوگئے زمین پھٹ گئی اور وہ سماگئے یا آسمان

۱۔ کہانی۔ ۲۔ آسمان۔ ۳۔ حالت ۴۔ اپنی جگہ پر ایک اینٹ بھی نہ رہی یعنی ٹوٹ پھوٹ کر تباہ ہوگئی۔ ۵۔ صدی سو برس کی ہوتی ہو نصف صدی یعنی پچاس برس۔ ۶۔ اپنا ملک چھوڑ کر چلے گئے۔ ۷۔ اتنی اونچی کہ آسمان سے جالگیں۔ ۸۔ غائب۔

نکل گیا۔ اُن کی اولاد دربدر[1] ماری ماری پڑی پھرتی ہے نہ پیٹ کو روٹی نہ
تن پہ چیتھڑا[2]۔ اِس زدہ حال[3] میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہے۔
کسی کونے کھدرے[4] میں پڑے زندگی کے دن کاٹ رہے ہیں۔
بادشاہانِ مغلیہ کی سلطنت پہلے ہی سے اَدھ موئی[5] تھی دم توڑ رہی[6] تھی
کہ غدر نے اُس کا خاتمہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے کر دیا اور پچھلی بساط[7] الٹ کر
برٹش[8] گورنمنٹ کا جھنڈا گاڑ دیا۔ انگریزی عملداری میں اُجڑی ہوئی
دلّی کے بسانے کی لگاتار[9] کوشش کی گئی اور جس طرح جاں بلب[10]
مریض حکیم حاذق[11] کے علاج سے جاں بر[12] ہو جاتا ہے نیم مردہ[13] دلّی کے
تن[14] بے جان میں روح تازہ پھونک دی۔ دلّی گو سسک[15] رہی تھی
مگر مری نہ تھی۔ مردہ بدست زندہ[16] صفحۂ ہستی[17] سے مٹی بھی نہ تھی۔ اِس
گئی گزری حالت پر بھی ہندوستان کا کوئی شہر اب بھی اُس سے لگّا[18]
نہیں کھاتا۔ خدا جانے جب آباد ہوگی کیسی چہل پہل ہوگی۔ گو ہم نے دلی کی

۱- گھر گھر۔ ایک دروازے سے دوسرے دروازے کو یعنی تباہ و خستہ حال ۲- پھٹا ہوا کپڑا
۳- خستہ و تباہ - ۴- بدل مہمل - ۵- آدھا دم رہ گیا تھا - ۶- سکرات قریب المرگ - ۷- جس تختہ پر شطرنج
کھیلتے ہیں اُسے بساط کہتے ہیں بساط اُلٹنے کے معنی معاملہ درہم برہم ہو جانا پچھلی حالت کا ایکدم بدل جانا
۸- انگریزی حکومت ۹- مسلسل برابر- ۱۰- وہ بیمار جس کا دم ہونٹوں پر آگیا ہو یعنی قریب المرگ ۱۱- وہ
حکیم جس کی تشخیص اور علاج خطا نہ کرے - ۱۲- چنگا - ۱۳- ادھ موئی - ۱۴- وہ بدن جس میں جان
نہ ہو - ۱۵- ابھی ذرا دم باقی تھا - ۱۶- وہ آدمی جو دم توڑ رہا ہو مگر دوسرے تن درست آدمی
اس کے نگہبان ہوں - ۱۷- دنیا - ۱۸- مقابلہ - ۱۹- رونق -

بننے کا اعزاز[1] اور افتخار[2] حاصل ہوا اور اپنے حریف[3] اور مدمقابل[4] کلکتے سے آنِ واحد میں[5] بازی لے گئی۔[6]

اگلے زمانے میں دلّی میں کتنے جنگ اور دول تھے اور کس کس کی ڈیوڑھی پر ہاتھی جھولتے اور نوبت[7] جھڑتی تھی دن عید رات[8] شب برات تھی ہم کو خبر نہیں۔ ہم نے جب سے ہوش سنبھالا دلی میں سناٹا ہی دیکھا لے دے کے دو چار ہی گھرانے دست[9] برد زمانے سے محفوظ[10] تو کیا رہے بلکہ وہ بھی جھپٹ[11] میں آگئے تھے مگر سخت جان تھے کہ لڑکھڑا کر پھر اپنے پاؤں[12] پر کھڑے ہوگئے۔ وہ بھی صرف اس مآل[13] اندیشی[14] سے کہ اُنھوں نے تاڑ[15] لیا تھا کہ یہ کاغذ[16] کی ناؤ کب تک چلے گی۔ یہ لیل و نہار[17] کوئی دن کی ہوا کھا رہا ہے۔ ہر کمالے[18] را زوالے۔ اگر مانند[19] شبے مانند شبے دیگر نمی ماند اُدھر سے ٹوٹ کر اِدھر مل گئے ع

مرد[20] آخر بیں مبارک بندہ ایست

برٹش گورنمنٹ کی خیر خواہی اور جاں نثاری کی بدولت ان کی تو تھم[21] ہو گئی ورنہ یہ بھی مرگ[22] انبوہ جشنے دارد کی نظر ہوتے۔

۱۔ عزت ۲۔ فخر ۳۔ دشمن یا شخص مقابل ۴۔ مقابلے والے ۵۔ ذرا سی دیر میں ۶۔ جیت گئی۔ ۷۔ نوبت بجنے کو نوبت جھڑنا کہتے ہیں۔ ۸۔ جو شخص دن رات عیش آرام میں رہے کہ اُس کے پاس یہ جملے ایسے موقع پر بولتے ہیں۔ ۹۔ بچ بچا کر ۱۰۔ زمانے کے اثر سے ۱۱۔ بچا ہوا۔ ۱۲۔ لپیٹ ۱۳۔ سنبھل گئے بچ گئے۔ ۱۴۔ دور اندیشی ۱۵۔ سمجھ لیا۔ جان گئے۔ ۱۶۔ عارضی بات ہے۔ ۱۷۔ رات دن۔ زمانہ ۱۸۔ ہر کمال کو ایک نہ ایک دن زوال ہے۔ ۱۹۔ آج ہے تو کل نہیں۔ ۲۰۔ جو شخص سوچ سمجھ کر کام کرتا ہے وہ بڑا دانش مند ہے۔ ۲۱۔ بات بنی رہی۔ روک تھام۔ ۲۲

جس خاندان کا ہم حال لکھنا چاہتے ہیں وہ موجودہ زمانے میں دلّی کے رؤسا میں چوٹی کا شمار کیا جاتا تھا۔ دلّی کا بچہ بچہ اِن کے نام سے واقف تھا۔ سلیماں قدر کی حویلی کا پتہ جس راہ چلتے سے پوچھو وہ ناک کی سیدھ بتلادے گا کہ لال قلعے سے آگے بڑھ کے دریا گنج میں جمنا کے کنارے واقع ہی۔ سلیماں قدر کے آبا و اجداد[1] اَباً عَنْ جَدٍّ[2] سلاطینِ مغلیہ کے بڑے جلیل القدر[3] امرا تھے مگر وہ سب مرکھپ گئے لیکن مرا ہاتھی بھی سوا لاکھ کا ہوتا ہی۔ رسّی جل جاتی ہی مگر بل نہیں جاتا[4]۔ اب بھی وہ ہی امیرانہ ٹھاٹ[5] وہی طمطراق[6] تھا۔ حشم خدم[7]۔ نوکر چاکر۔ ہاتھی گھوڑا۔ پالکی نالکی اللہ کا دیا سب کچھ تھا۔ پُرانے زمانے کی زندہ تصویر دیکھنی چاہو تو بس سلیماں قدر کو دیکھ لو۔ وہ خود خاندان شاہی کی زندہ یادگار تھے۔ اُن کی آنکھیں دلّی کی بہار لوٹ چکی تھیں۔ پوتڑوں[9] کے امیر تھے۔ گو نہ اُن کو اب وہ منصب[10] تھے نہ وہ جاگیریں[11] مگر پھر بھی اُن کے ہاں کا بچا کچھا دوسرے نودولتوں کے مقابلے میں بہت کچھ تھا۔ نواب صاحب اِس وقت ستّر۔ اسّی کے پیٹے[12] میں تھے مگر اُن کا ہاڑ[13] اور کاٹھی کچھ ایسی مضبوط تھی کہ ساٹھے[15] پاٹھے معلوم دیتے تھے۔ رنگ سرخ و سفید جیسے انار کا دانہ۔ ڈاڑھی سفید بھک جو خود بزرگی کا تمغہ تھی۔

۱۔ سب سے اوپر۔ ۲۔ باپ۔ دادا۔ ۳۔ باپ سے لے کر دادا تک یعنی پشت ہا پشت۔ ۴۔ بڑے مرتبہ کے۔ ۵۔ کسی کی عادت نہیں چھوٹتی۔ ۶۔ سامان۔ ۷۔ رونق۔ ۸۔ نوکر چاکر۔ ۹۔ پشتینی امیر۔ جب سے پیدا ہوئے امیر تھے نودولتے نہ تھے۔ ۱۰۔ بادشاہوں کی سرکار سے جو تنخواہیں نسلاً بعد نسل بہ صلۂ حسنِ کارگزاری بطور انعام مقرر ہو جاتی ہیں۔ ۱۱۔ وہ دیہات جو بادشاہ کسی کو بخش دیتے ہیں ۱۲۔ درمیاں۔ ۱۳۔ ڈیل ڈول۔ ۱۴۔ بدن۔ ۱۵۔ گو عمر ساٹھ کی ہو مگر جوان پٹھے۔

چہرہ نورانی۔ شرافت اور امارت رگ و ریشے[1] سے ٹپکتی تھی ؎

بالائے سرش زہوشمندی ... می تافت ستارہ بلندی[2]

خلیق۔ ہنس مکھ[3]۔ ملنسار[4] اور وضعدار[5] ایسے تھے کہ آج ڈھونڈے نہیں ملتے جو ایک دفعہ اُن سے مل لیا بس گرویدہ[6] ہو گیا۔ بچوں میں بچے اور بوڑھوں میں بوڑھے ہر کسی کی اڑی[7] میں دمڑے۔ درمے۔ قدمے۔ سخنے[8] کام آنے والے۔ انگریزی گورنمنٹ کی کیا خیرخواہی کی تھی اُس کی تفصیل تو پولیٹکل[9] ہی لیکن اپنی جان پر کھیل کر[10] ضرور کوئی بڑا کام کیا ہوگا جو اب تک پانچ گاؤں جاگیر تھے اور پانسو ماہانہ کی دوامی پنشن[11] اس کے سوا[12] تھی دنیا کے جھگڑے بکھیڑوں[13] سے کوسوں[14] دور رہتے تھے۔ آپ بھلے[15] تو جگ بھلا۔ کہیں آتے جاتے نہ تھے اور کہاں جاتے کہ اُن کی جوڑ کا دتی میں کوئی رہا ہی نہ تھا ہاں جو اپنے گھر آن نکلا چھوٹا ہو یا بڑا۔ امیر ہو یا غریب بس اُس کے آگے بچھ[16] جاتے تھے۔ خوش گو[17] اور خوش گفتار ایسے تھے کہ اُن کی باتوں میں جی لگتا تھا۔ اکثر پچھلے زمانے کے حالات قصے کہانیاں اور لطائف[18] بیان کیا کرتے تھے۔ اُن کی واقفیت عامہ[19] بہت بڑھی ہوئی تھی۔ ہندو مسلمان سب سے یکساں[20] سلوک تھا۔ مذہبی تعصب[21] یا تکبر[22] اور غرور[23] ان کو چھو[24]

۱۔ ہر ہر عضو سے ۲۔ عقل مندی کے سبب سے اُس کے سر پر اقبال مندی کا ستارہ چمک رہا تھا ۳۔ خندہ رو ہر وقت ہنسنے والے ۴۔ میل جول والے ۵۔ حاظ داری کرنے والے ۶۔ فریفتہ ۷۔ مشکل ۸۔ پیسے کوڑی۔ چل پھر کر۔ بات چیت سے ہر طرح کام آنے والے ۹۔ ملکی معاملات ۱۰۔ ایسا کام جس میں جان کا خطرہ ہو ۱۱۔ وظیفہ ۱۲۔ علاوہ ۱۳۔ الجھنوں ۱۴۔ بہت ۱۵۔ ہم اچھے ہیں تو ساری دنیا اچھی ہے ۱۶۔ خاکساری سے پیش آتے تھے ۱۷۔ اچھی اچھی باتیں کرنے والے ۱۸۔ لطیفے چٹکلے ۱۹۔ عام معلومات دنیا بھر کی خبر ۲۰۔ ایک ہی طرح کا ۲۱۔ مذہب کی پچ ۲۲۔ غرور۔ اپنے کو بڑا سمجھنا ۲۳۔ گھمنڈ ۲۴۔ پاس نہیں پھٹکا تھا۔

نہیں گیا تھا۔ اگرچہ نواب صاحب گوشہ نشین[1] تھے۔ اور ایک اعتبار سے دنیا سے کنارہ کش[2] ہو چکے تھے۔ آپ بھلے اپنا گھر بھلا مگر دنیا اِن کو کب چھوڑتی تھی۔ دلّی میں کوئی جلسہ کوئی دربار ایسا نہ ہوتا تھا جس میں نواب صاحب کی کرسی سب سے آگے نہ ہو۔ تقاریب[3] میں جاتے تو ضرور تھے مگر بادلِ ناخواستہ[4] ؎

رشتۂ[5] در گردنم افگندہ دوست	می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

وہاں سوائے انگریزی کے ٹکڑا[6] نہ توڑا جاتا تھا اور یہ بے چارے اُس سے نابلد[7] محض۔ اِن کے زمانے میں انگریزی کی نہ ضرورت تھی نہ رواج بلکہ اُس کا پڑھنا متعصب مذہب کے پابندوں کے نزدیک ایک گناہ سمجھا جاتا تھا یہ تو سر سید احمد خاں مرحوم ہی کی اَن تھک[8] کوشش کا نتیجہ ہے کہ اُنھوں نے سالہا سال پاپڑ[9] پیلے جب کہیں جا کر اب چند سال ہوئے کہ مسلمانوں کی جھڑک[10] نکلی ہے۔ اور وہ خدا خدا کر کے انگریزی تعلیم کی طرف متوجہ[11] ہوئے۔ ولایت کی تعلیم کا دروازہ بھی جو اُن پر بند تھا سر سید ہی نے کھولا وہ خود گئے اپنے بیٹے کو لے گئے بس راستہ پڑ گیا اور جھجک نکل گئی۔ نواب صاحب گو اب انگریزی کی ضرورت کو شدت سے محسوس[12] کرتے تھے لیکن بڈھے طوطے[13] کیا پڑھ سکتے تھے غرض درباروں میں

۱۔ الگ کونے میں بیٹھے رہتے تھے ۔ ۲۔ الگ ۔ ۳۔ جلسوں محفلوں ۔ ۴۔ خلاف مرضی ۔ ۵۔ میری گردن میں دوست نے ایک رسی ڈال دی ہے جس کے سہارے جہاں چاہتا ہے گھسیٹ لے جاتا ہے یعنی میں دوست کی مرضی کا تابع ہوں ۔ ۶ کوئی کام نہ ہوتا تھا ۔ ۷۔ ناواقف ۔ ۸۔ نہ تھکنے والی ۔ ۹۔ محنت کی ۔ ۱۰۔ جھجک ۱۱۔ رُخ کیا ۔ ۱۲ معلوم ۔ ۱۳۔ طوطا جب بچہ ہوتا ہے جب ہی پڑھ سکتا ہے بڈھا کیا پڑھے گا ۔

نواب صاحب ایک کٹھ پتلی[1] کی طرح برائے بیت[2] تیمناً تبرکاً[3] بیٹھے رہتے تھے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ بس ان کا بیٹھا رہنا ہی موجب برکت تھا کہ دلی کی ناک[4] سلامت تھی۔ اب ایسے لوگ کہاں پیدا ہوتے ہیں۔ جو چل بسا اُس کا بدل[5] نصیب نہیں ہوتا مسلمانوں میں جیسا کچھ قحط الرجال[6] ہو ظاہر ہے۔ نواب صاحب کی شادی غدر سے پہلے کسی امیر گھرانے[7] میں ہوئی تھی بیگم صاحب اپنے ماں باپ کی ایک ہی لڑکی تھیں۔ بڑے ناز و نعم[8] سے پرورش پائی تھی۔ گو اُن کی تعلیم کچھ بھی نہ ہوئی تھی اور سوائے قرآن شریف اور چند مذہبی رسائل[9] کے لکھنے پڑھنے پر قادر[10] نہ تھیں کیوں کہ اُس زمانے میں تعلیم نسواں کا رواج نہ تھا۔ عام خیال یہ تھا کہ عورتوں کو شُد بُد[11] بس کافی ہے زیادہ پڑھانے کی ضرورت نہیں اُن کو کیا نوکری کرنی ہے اور لکھانا تو گناہ سمجھا جاتا تھا کہ اس سے عورتوں کا دیدہ[12] ہوائی ہو جاتا ہے پس جتنی کچھ تعلیم بیگم صاحب کو مل گئی تھی وہ بھی بس غنیمت تھی۔ بیگم صاحب (جن کو سسرال سے سردار بیگم کا خطاب ملا تھا) بالطبع[13] نہایت سلجھے ہوئے[14] مزاج کی بُردبار۔ سنجیدہ[15]۔ زیرک[16] اور نیک بیوی

۱۔ کاٹھ کی پتلی جوں کہ بے جان ہوتی ہے جس طرح نچاؤ ناچتی ہے خود ہل جل نہیں سکتی یعنی برائے نام۔ بے کار محض ۔ ۲۔ برائے نام ۳۔ بزرگی اور رونق کے لیے ۴۔ چہرے کی رونق ناک سے ہے ناک نہیں تو کچھ بھی نہیں یعنی رونق ۵۔ عوض۔ بدلہ ۔ ۶۔ آدمیوں کا توڑا ۔ ۷۔ خاندان۔ ۸۔ لاڈ۔ چاؤ۔ چونچلے۔ ۹۔ رسالوں چھوٹی چھوٹی کتابوں۔ ۱۰ قدرت نہ تھی یعنی لکھنا پڑھنا نہیں آتا تھا۔ ۱۱۔ تھوڑا سا جان لینا۔ ۱۲ بے لحاظ ۔ ۱۳۔ اپنی طبیعت سے ۔ ۱۴۔ نکھرے سیدھے۔ ۱۵۔ مہذب ۱۶ عقلمند

تھیں۔ اگر ان کو اچھی طرح لکھایا پڑھایا جاتا تو خدا جانے کیا سے کیا ہو جاتیں مگر کمی تعلیم کا اثر ان کے عام حالات طرز زندگی پر کچھ نہ پڑا تھا۔ سینا پرونا۔ کاڑھنا۔ پکانا۔ ریندھنا۔ جو شریفوں کی بہو بیٹیوں کو آنا چاہیئے سب ہی آتا تھا۔ نواب صاحب کی شادی جب رچی[1] تو لوگ کہتے ہیں کہ لاکھوں روپئے کے وارے[2] نیارے ہو گئے بیٹے والے بھی امیر اور بیٹی والے بھی امیر۔ دولت کی نہ یہاں کمی تھی نہ وہاں۔ خوب دل کے ارمان[3] دونوں طرف سے نکالے گئے اور ایک نے ایک سے بڑھ چڑھ کر حوصلہ دکھایا۔ بیگم صاحب کو جہیز ایسا ملا کہ آج تک دلی میں ضرب[4] المثل ہے بڑے بوڑھے جب کبھی مل بیٹھتے تھے اور باتوں باتوں میں ذکر نکل آتا تھا تو بے اختیار اُن کی زبان سے نکل جاتا تھا کہ ”ارے میاں! تم بچے ہو تم نے کیا دیکھا ہے بھلا یہ بھی کوئی شادی تھی۔ شادی ہم نے اپنے بچپنے میں دیکھی تھی جس کی دھوم[5] دھام آج تک یاد ہے۔ نواب سلیمان قدر کی شادی کا کیا کہنا شادی تو بس وہ تھی۔ ایسا اہتمام ایسا دین لین کوئی کیا کرے گا کس کا دل گردہ[6] ہے کہ اُن کی ریس[7] کرے“ الغرض نواب صاحب اور بیگم صاحبہ کی لگن[8] کچھ ایسی شبھ[9] گھڑی سے لگی تھی اور ایسی سازگار[10] ہوئی کہ کبھی کانوں[11] کان بدمزگی

۱۔ پھیلی۔ ۲۔ ادھر سے اُدھر۔ ۳۔ خواہش۔ تمنا حوصلے۔ ۴۔ کہاوت ہو گئی۔ بات زبان پر چڑھ گئی
۵۔ بہار۔ رونق۔ ۶۔ حوصلہ۔ ہمت۔ ۷۔ حرص۔ مقابلہ ۸۔ شادی۔ ۹۔ اچھی۔ مبارک
۱۰۔ موافق پھولی۔ پھلی۔ ۱۱۔ کسی کے کان تک نا اتفاقی کی خبر نہ پہنچی۔

نواب صاحب ایک کٹھ پتلی[1] کی طرح برائے بیت[2] تیمناً تبرکاً[3] بیٹھے رہتے تھے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ بس ان کا بیٹھا رہنا ہی موجب برکت تھا کہ دلّی کی ناک[4] سلامت تھی۔ اب ایسے لوگ کہاں پیدا ہوتے ہیں۔ جو چل بسا اُس کا بدل[5] نصیب نہیں ہوتا مسلمانوں میں جیسا کچھ قحط الرجال[6] ہے ظاہر ہے۔

نواب صاحب کی شادی غدر سے پہلے کسی امیر گھرانے[7] میں ہوئی تھی بیگم صاحب اپنے ماں باپ کی ایک ہی لڑکی تھیں۔ بڑے نازو نعم[8] سے پرورش پائی تھی۔ گو اُن کی تعلیم کچھ بھی نہ ہوئی تھی اور سوائے قرآن شریف اور چند مذہبی رسائل[9] کے لکھنے پڑھنے پر قادر[10] نہ تھیں کیوں کہ اُس زمانے میں تعلیم نسواں کا رواج نہ تھا۔ عام خیال یہ تھا کہ عورتوں کو شُد بُد[11] بس کافی ہے زیادہ پڑھانے کی ضرورت نہیں اُن کو کیا نوکری کرنی ہے اور لکھانا تو گناہ سمجھا جاتا تھا کہ اِس سے عورتوں کا دیدہ[12] ہوائی ہو جاتا ہے پس جتنی کچھ تعلیم بیگم صاحب کو مل گئی تھی وہ بھی بس غنیمت تھی۔ بیگم صاحب (جن کو سسرال سے سردار بیگم کا خطاب ملا تھا) بالطبع[13] نہایت سلجھے[14] ہوئے مزاج کی سمجھ دار۔ سنجیدہ[15]۔ زیرک[16] اور نیک بیوی

۱- کاٹھ کی پتلی جو کہ بے جان ہوتی ہے جس طرح نچاؤ ناچتی ہے خود ہل جل نہیں سکتی یعنی برائے نام۔ لے کا مخفف - ۲- برائے نام ۳- بزرگی اور رونق کے لیے ۴- چہرے کی رونق ناک سے ہے ناک نہیں تو کچھ بھی نہیں یعنی رونق ۵- عوض۔ بدلہ - ۶- آدمیوں کا توڑا۔ ۷- خاندان۔ ۸- لاڈ۔ چاؤ۔ چونچلے۔ ۹- رسالوں چھوٹی چھوٹی کتابوں۔ ۱۰ قدرت نہ تھی یعنی لکھنا پڑھنا نہیں آتا تھا۔ ۱۱- تھوڑا سا جان لینا۔ ۱۲ بے لحاظ ۱۳- اپنی طبیعت سے ۱۴- نکھرے سیدھے ۱۵- مہذب ۱۶ عقلمند

تھیں۔ اگر ان کو اچھی طرح لکھایا پڑھایا جاتا تو خدا جانے کیا سے کیا ہو جاتیں مگر کمی تعلیم کا اثر ان کے عام حالات طرز زندگی پر کچھ نہ پڑا تھا۔ سینا پرونا۔ کاڑھنا۔ پکانا۔ رینداھنا۔ جو شریفوں کی بہو بیٹیوں کو آنا چاہیئے سب ہی آتا تھا۔ نواب صاحب کی شادی جب رچی[1] تو لوگ کہتے ہیں کہ لاکھوں روپئے کے وارے[2] نیارے ہو گئے بیٹے والے بھی امیر اور بیٹی والے بھی امیر۔ دولت کی نہ یہاں کمی تھی نہ وہاں۔ خوب دل کے ارمان[3] دونوں طرف سے نکالے گئے اور ایک نے ایک سے بڑھ چڑھ کر حوصلہ دکھایا۔ بیگم صاحب کو جہیز ایسا ملا کہ آج تک وتی میں ضرب[4] المثل ہو بڑے بوڑھے جب کبھی مل بیٹھتے تھے اور باتوں باتوں میں ذکر نکل آتا تھا تو بے اختیار اُن کی زبان سے نکل جاتا تھا کہ "ارے میاں! تم بچے ہو تم نے کیا دیکھا ہو بھلا یہ بھی کوئی شادی تھی۔ شادی ہم نے اپنے بچپنے میں دیکھی تھی جس کی دھوم[5] دھام آج تک یاد ہو۔ نواب سلیمان قدر کی شادی کا کیا کہنا شادی تو بس وہ تھی۔ ایسا اہتمام ایسا دین لین کوئی کیا کرے گا کس کا دل گردہ[6] ہو کہ اُن کی ریس[7] کرے" الغرض نواب صاحب اور بیگم صاحبہ کی لگن[8] کچھ ایسی شبھ[9] گھڑی سے لگی تھی اور ایسی سازگار[10] ہوئی کہ کبھی کانوں[11] کان بدمزگی

۱- پھیلی - ۲- اِدھر سے اُدھر - ۳- جو اہش - تما حوصلے - ۴- کہاوت ہو گئی - بات زبان پر چڑھ گئی ۵- بہار - رونق - ۶- حوصلہ - ہمت - ۷- حرص - مقابلہ ۸- شادی - ۹- اچھی - مبارک ۱۰- موافق ہولی - پھلی - ۱۱- کسی کے کان تک نااتفاقی کی خبر نہ پونچی -

سنی ہی نہیں۔ دونوں ایک جان دو قالب تھے۔

۲۔ فرخندہ جمال کی پیدائش اور تعلیم

ستارۂ[1] بدرخشید و ماہ مجلس شد ۔۔۔ دلِ رمیدۂ ما را رفیق و مونس شد

کئی برس کے انتظار کے بعد بڑی منتوں[2] مرادوں سے نواب صاحب کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اُس کی دھوم دھام۔ ناچ رنگ ہیجڑے[3] بھانڈ[4] چھٹی[5] چلّا[6]۔ سب ہی کچھ اعلیٰ پیمانہ پر ہوا۔ اللہ نے اُسے پروان[7] چڑھایا خدا رکھے اب انیسواں سال تھا۔ اُس کے بعد کوئی اولاد نہ ہوئی لیکن باپ دادا کا نام روشن کرنے والا ایک ہی کافی تھا شیر کا ایک ہی بچہ بلی کے جھول[8] سے بہتر ہے۔ فرخندہ جمال جس لیل[9] و نہار میں پیدا ہوا تھا اُس کا اقتضا[10] تو یہی تھا کہ وہ آج دنیا بھر کا شہدا[11] اُچّا مسرف۔ لکھ لٹ[12]۔ شرابی عیاش[13]۔ جو کچھ نہ ہوتا کم تھا۔ مگر ہم کو حیرت ہے کہ ہم نے اُس کی کوئی ایسی ویسی بات دیکھنا تو کجا بھنک[14] تک بھی نہیں سُنی۔ نواب صاحب کی اِس سے بڑھ کے کیا خوش قسمتی ہو سکتی

---

۱ ایک ستارہ ایسا چمکا کہ وہ مجلس کا چاند بن گیا اور ہمارے بھٹکے ہوئے دل کے لئے مونس اور رفیق ہو گیا۔ ۲۔ کسی بزرگ کے مزار پر جا کر یا اُس کے نام پر اپنی مراد حاصل ہونے کے لیے نذر دینا یا چڑھاوے کا اقرار کرنا۔ ۳۔ زنانے۔ ۴۔ نقال۔ ۵۔ ولادت کے چھٹے دن جو تقریب ہوتی ہے جس میں زچہ اور بچے کو نہلاتے ہیں۔ ۶۔ چالیس دن کی تقریب ۷۔ بڑا کیا۔ ۸۔ کُتّے بلی کے کئی کئی بچوں کی جھول کہلاتی ہے۔ ۹۔ رات دن یعنی زمانہ ۱۰۔ منشاء ۱۱۔ بدمعاش۔ آوارہ۔ فضول خرچ۔ ۱۲۔ لاکھوں روپئے لٹانے والا ۱۳۔ تماش بین۔ ۱۴۔ ذرا سی اُڑتی پڑتی سُنی سُنائی خبر۔

تھی کہ ایسا انمول[1] جوہر اُن کے ہاں پیدا ہوا جو فی الواقع[2] سپوت تھا۔ کچھ خدا ہی کا فضل تھا جو اسے دُنیا کی ہوا[3] نہ لگی۔ ورنہ دولت اور امارت[4]۔ اللہ آمین[5]۔ چاؤ چونچلے[6]۔ لاڈ پیار۔ نوکروں کی خوشامد درآمد سامان تو ایسے جمع تھے کہ پیٹ بھر کر[7] بگڑتا[8] اور جتنا ستیاناس[9] ہوتا کم تھا لیکن جسے اللہ[10] سنوارے اُسے کون بگاڑے۔ ہم نے اچھی طرح سے چھان بین[11] کی تو اس کی تصدیق ہو گئی کہ یہ سب بیگم صاحب ہی کی رکھ رکھاؤ[12] کا نتیجہ تھا۔ بچوں کی اصلی تعلیم گاہ ماں کی گود ہوتی ہے۔ مردوں کو کیا خبر نہ ان کے بس[13] کی بات۔ بیگم صاحب یوں تو بچے پر دیوانی[14] تھیں اور کیوں نہ ہوتیں کرلے دھرے[15] کے ایک ہی تھا اور ہر گھڑی صدقے[16] واری جاتی تھیں مگر ایک سکنڈ[17] کے لیے بھی کسی بے عنوانی[18] کی روادار[19] نہ تھیں کھلاتی[20] تھیں سونے کا نوالہ اور دیکھتی تھیں شیر کی نگاہ۔ فرخندہ باپ سے تو کبھی ضد بھی کر بیٹھتا تھا مگر ماں سے تو اُس کا دم ہی سلب ہوتا تھا۔ نواب صاحب خود زمانہ شناس[21] تھے وہ دیکھ رہے تھے کہ اب وہ زمانہ نہیں رہا کہ پرانی ہڈیوں[22] پر فخر و ناز کیا جائے یا محض امارت سے کام چل جائے اب تو بدون تعلیم کے اور وہ بھی انگریزی تعلیم کے زندگی دشوار کیا محال[23] ہے۔ انھوں نے شروع ہی

۱ جس کے دام نہ لگائے جا سکیں یعنی بیش قیمت ۲ حقیقت میں ۔ ۳ دُنیا کی بری صحبتوں میں پڑا۔ ۴ امیری ۵ ہر بات پر بسم اللہ کہنا۔ ہمیشہ دعا مانگنا۔ ۶ پیار لاڈ اور ناز اُٹھانا ۷ پوری طرح ۸ خراب۔ بگاڑ ۹ بربادی ۔ ۹ ۔ ۱۰ ۔ تلاش جستجو ۔ ۱۱ ۔ طریقۂ پرورش ۔ ۱۲ ۔ اختیار۔ قابو ۔ ۱۳ ۔ فریفتہ ۔ ۱۴ ۔ اپنے کلیجے کر ۱۵ ۔ نثار ۔ ۱۶ ۔ گھنٹے کے ساٹھ منٹ اور ایک منٹ کے ساٹھ سکنڈ یعنی تھوڑی دیر کے لیے بھی ۔ ۱۷ بے قاعدگی ۔ ۱۸ ۔ متحمل ۔ ۱۹ ۔ کھلاتی پلاتی خوب تھیں مگر رعب داب بھی رکھتی تھیں ۔ ۲۰ ۔ نکال ۔ ۲۱ ۔ زمانے کے پہچاننے والے ۔ ۲۲ ۔ باپ دادا پر ۲۳ ۔ نا ممکن۔

سے اپنے لڑکے کو نہایت اہتمام سے بہترین تعلیم دلوائی تھی۔ مدرسے میں باقاعدہ داخل کرنے کے سوائے پرائیویٹ طور پر بھی ماسٹر نگراں تھا ورزش کا بھی بڑا خیال تھا ٹینس کورٹ گھر میں بنوا دیا تھا۔ مڈل تو دلّی کے عربک اسکول سے اُس نے پاس کیا لیکن۔ انٹرنس کا امتحان سینٹ سٹیفنز کالج میں دیا اور بی۔ اے کی ڈگری الٰہ آباد یونیورسٹی سے حاصل کی۔ بھلا خیال کیجئے کہ نوابی خاندان جس میں انگریزی پڑھنا کفر و الحاد سمجھا جاتا تھا آج اُسی گھرانے کا ایک ممبر بی۔ اے ہو۔ خیر بی۔ اے تو اِس زمانے میں گاجر مولی کی طرح بکھرے پڑے ہیں مگر فرخندہ معمولی بی۔ اے نہ تھا جن پر انگریزی تعلیم کا اثر سوائے کوٹ پتلون پہن لینے اور دن بھر بال سنوارنے اور پرپرزے درست کرنے اور شاید شراب پینے کے اور کچھ نہ ہوا ہو یہ لڑکا تو کچھ جنم ہی کا نیک اور ہونہار تھا۔ ہونہار بروے کے چکنے چکنے پات۔ پوت کے پاؤں پالنے ہی میں معلوم دیتے ہیں۔ اِس کا لباس عموماً وہی تھا جو اُس کے باپ کا تھا وہی جوگوشیہ ٹوپی پردہ دار

۱۔ حاکمی۔ ۲۔ اُستاد محافظ۔ دیکھ بھال کرنے والے ۳۔ کسرت۔ ۴۔ ایک قسم کا کھیل جو ربر کی کھوکلی گیندوں اور تانت سے بُنے ہوئے بلّوں سے دو آدمی ایک طرف اور دو دوسری طرف مل کر کھیلتے ہیں۔ ۵۔ ابتدائی امتحان جو انٹرنس سے پہلے ہوتا ہے ۶۔ دلّی کے ایک مدرسہ کا نام ہے جو عرصے سے قائم ہے۔ ۷۔ یونیورسٹی کا پہلا امتحان داخلہ۔ ۸۔ دہلی میں پادریوں کا کالج ہے۔ ۹۔ بیچلر آف آرٹس۔ انٹرنس کے بعد کی ڈگری ہے اس کا امتحان پاس کرنے والا گریجوایٹ کہلاتا ہے۔ ۱۰۔ رکن۔ ۱۱۔ انتخاب۔ ۱۲۔ بے قدری کی حالت ۱۳۔ بے ترتیبی کیل کانٹے۔ ۱۴۔ پیدائش۔ ۱۵۔ جو پودا پھولے پھلے والا ہوتا ہے اس کے پتے شروع ہی سے چکنے چکنے سرسبز و شاداب رہتے ہیں۔ ۱۶۔ بچہ کی حالت بچپن سے ہی معلوم ہو جاتی ہے کہ آگے چل کر کیسا ہونے والا ہے۔

انگرکھا۔ سلیم شاہی جوتی۔ ہاں خاص خاص مواقع اور ضرورت کے لحاظ سے شیروانی اور چوڑی مہری کا پائجامہ اور رومی ٹوپی بھی پہن لیتا تھا۔ سب سے بڑی بات اِس لڑکے کی ہمیں یہ پسند آئی کہ وہ نہ صرف ماں باپ کا حد سے زیادہ ادب اور لحاظ کرتا تھا بلکہ اپنے سے ہر بڑے کے آگے جُھک جاتا تھا۔ بی۔ اے۔ اگر وہ تھا تو اپنے۔ اسلئے مگر دوسروں کے سامنے تو وہ ایف۔ بی۔ سی پڑھنے والے کے برابر معلوم دیتا تھا ع۔

نہد شاخ پُر میوہ سر بر زمیں

انگریزی تعلیم نے اُس کے مذہبی خیالات میں رتّی برابر فرق نہیں ڈالا تھا نماز روزے کا سختی سے پابند تھا کہ جب سے ہوش سنبھالا ماں باپ کی سخت تاکید تھی۔ سیر تماشے سرگشت لہو و لعب کی عادت نہ تھی۔ مدرسہ یا گھر بس دو ہی جگہ اُس کا ٹھکانا تھا۔ مشغلہ سوائے کُتب بینی کے اور کچھ نہ تھا۔ انگریزی کے علاوہ اُس کی عربی کی استعداد بھی کافی تھی کہ سکنڈ لنگویج (دوسری زبان) عربی ہی تھی۔ ہمارے خیال میں اِس غیر معمولی کایا پلٹ کا اصلی گر یہی تھا کہ مذہبی تعلیم اور تربیت سے غفلت نہیں کی گئی تھی اور ماں باپ کا عمدہ نمونہ اُس کی پیش نظر تھا۔ وہ اُنھیں کو دیکھ دیکھ کر خو بو پکڑتا تھا۔ جو ماں باپ خود پابندی نہ کریں اور بُرے نمونے اپنی

۱۔ نوک دار جوتی۔ ۲۔ پائنچہ۔ ۳۔ پابندی۔ ۴۔ میوے سے لدی ہوئی ڈالی بوجھ سے خود بخود جُھک جاتی ہے یعنی بڑے لوگ اور زیادہ حلیق ہوتے ہیں۔ ۵۔ ذرا بھی۔ ۶۔ واہی تباہی پھرنا۔ ۷۔ کھیل کود۔ ۸۔ کتاب دیکھنے۔ ۹۔ انقلاب۔ ۱۰۔ بھید۔ لم۔

اولاد کو کھلائیں اور پھر چاہیں کہ شیطان کے گھر رحمٰن اُٹھے اُن کی توقع بالکل بے جا ہے۔ بیگم صاحب نے شروع ہی سے اِس کے مزاج میں سخن شنوی[1] اور اطاعت کی عمدہ عادتیں راسخ[2] کردی تھیں۔ کیا مجال تھی کہ بیگم صاحب کی ہوش کے ساتھ اس کے حواس باختہ[4] نہ ہوجائیں مارنا پیٹنا۔ کوسنا۔ کاٹنا[5]۔ دہاڑنا چنگھاڑنا۔ کجا کبھی گرم آواز سے بھی نہ بولیں۔ ضد اور ہٹ اور مچلنا اور بے جا لاڈ کو تو بیگم صاحب نے کبھی پیش ہی[7] نہ جانے دیا۔ گربہ کشتن[8] روز اول بیگم صاحب کا کام کہنا تھا اور اُس کا تعمیل رات دن اِس کی حرکات[9] وسکنات نشست[10] و برخاست بات چیت پر بیگم صاحب کی نظر تھی۔ باتوں ہی باتوں میں سب کچھ سکھا دیا۔ رات کو جب بچے کو لے کر پلنگ پر لیٹتیں تو ہمیشہ اُسے اچھی طرح نتیجہ خیز[11] کہانیاں سناتیں جس سے جھوٹ کی برائی۔ راستی[12] کی بھلائی۔ نیک مزاجی۔ اخلاق راست[13] بازی۔ دیانت[14] و امانت داری۔

۱۔ بات سُن لینا یعنی مان لینا ۲۔ مضبوط۔ ۳۔ ذات۔ گھرکی۔ ۴۔ پریشان۔ ۵۔ چیخنا چلانا۔ ۶۔ سخت ۷۔ جیسے کردیا۔ ۸۔ پہلے روز بلی مارنا۔ یہ کہاوت ہے۔ قصہ مختصر یہ ہے ایک شخص تھا جس نے شادی کے پہلے ہی دن دُلہن کو ڈرانے کو حق ناحق ایک بلی کو مار ڈالا تھا۔ بیوی نے کہا اور بہو۔ تو ٹیڑھا مزاج ہے کچھ بات چیت اس کے ہنسنے ہی کی جان نے وحشت ڈالی جدا جانے غصے میں کیا کر بیٹھے اس لیے وہ بیچاری ڈر گئی مطلب یہ ہے کہ جو کچھ کرنا ہے پہلے ہی کرلو۔ ۹۔ اُٹھ بیٹھ۔ عادات۔ ۱۰۔ اٹھنا بیٹھنا۔ ۱۱۔ وصول کیا یا جیسے چڑا لایا چاول کا دانہ اور چڑیا لائی دال کا دانہ دونوں نے مل کر کھچڑی پکائی جس سے کچھ فائدہ نہیں بلکہ ایسی کہانیاں کہتی تھیں جس سے کوئی نیک مطلب نکلتا ہو ۱۲ سچائی ۱۳۔ سیدھی بات کہنا ۱۴۔ ایمانداری۔

خدا ترسی۔ غریبوں پر رحم۔ انسانی ہمدردی۔ چھوٹوں پہ شفقت۔ بڑوں کا ادب۔ موٹی موٹی ساری باتیں بتلایا کرتی تھیں۔ لڑنے بھڑنے۔ گالی گلوچ۔ جھوٹ ضد۔ ہٹ۔ شرارت۔ سب کی برائیاں اُس کی گھٹی میں ڈال دی تھیں۔ ابھی ساتواں ہی برس شروع ہوا تھا کہ اُسے نماز پر ایسا لگایا کہ آج وہ بڑا پکا اور کٹا نمازی تھا خدا کی عظمت۔ اُس کا ڈر۔ نیکی کی ترغیب بُرائی سے نفرت یہ سب باتیں اُس کی طبیعت ثانیہ ہو گئیں تھیں۔ اب وہ آمد کا درجہ رکھتی تھیں نہ کہ آورد کا۔ یہ صرف بیگم صاحب کی عمدہ تعلیم اور تربیت کا نتیجہ تھا کہ آج فرخندہ جمال ایک بے مثال لڑکا اُٹھا جو گھر کا چراغ اور سب کی آنکھوں کا تارا تھا۔ نواب صاحب کی امارت اور نیز فرخندہ کی لیاقت کے لحاظ سے ضرور تھا کہ اب اُسے بغرض تکمیل تعلیم ولایت بھیج دیا جاتا لیکن بیگم صاحب نے کسی طرح حامی نہ بھری کہ وہ بہت سی ایسی مثالیں دیکھ چکی تھیں کہ لڑکے ہاتھ سے جاتے رہے۔ ولایت سے ایک فرعون بے سامان بن کر

۱۔ خدا کا ڈر۔ ۲۔ مہربانی۔ ۳۔ بڑی بڑی ۴۔ ۵۔ بدل بھل۔ ۶۔ کسی بات پر اڑ جانا۔ ۷۔ بچوں کے پیدا ہوتے ہی۔ املتاس سونف۔ ایلوا وغیرہ ملا کر پیٹ صاف کرنے کے لئے جو عرق دیا جاتا ہے وہ دوا گھٹی کہلاتی ہے مطلب یہ ہے کہ اوائل عمر سے ہی تعلیم شروع کر دی تھی۔ ۸۔ سخت۔ ۹۔ وہ عادت جو طبیعت میں داخل ہو جائے۔ ۱۰۔ آمد وہ چیز جو خود بخود طبیعت سے نکلے اور وہ جو کوشش سے کی جائے آورد کہلاتی ہے۔ ۱۱۔ نکلا۔ ۱۲۔ پیارا۔ ۱۳۔ بھی۔ ۱۴۔ راضی۔ ہوئیں ۱۵ فرعون نے خدا کی نافرمانی کی تھی جس کے سبب سے وہ ڈبو دیا گیا جو شخص بالکل خود مختار ہو جائے وہ فرعون بے سامان کہلاتا ہے یعنی جو کسی کو خاطر تلے نہ لائے۔

آئے اور ہم بھی کہتے ہیں کہ اَلخَیرُ فِی مَا وَقَعَ[1] جو کچھ ہوا اچھا ہی ہوا۔ خدا جانے وہاں کیا افتاد[2] پڑتی۔ فرخندہ کے لیئے یہاں کس بات کی کمی تھی جو وہ خواہ مخواہ ولایت ہی بھیجا جاتا۔ ویسرائے[3] لفٹنٹ[4] گورنر سب کی نگاہ اُس پر تھی۔ اگر چاہتے تو وہ گورنمنٹ اسکالرشپ (سرکاری وظیفہ) سے ولایت بھیجا جا سکتا تھا۔ لیکن سونے[5] کے کٹورے کو بھیک کی کیا کمی۔ شرافت خاندانی کے علاوہ اعلیٰ درجے کی لیاقت سونے[6] میں سہاگہ۔ سرکاری نوکری اس کی جوتیوں[7] سے لگی پڑی تھی۔

۴۔ فرخندہ جمال کی ملازمت

نہ کسی کی دہاند نہ کس کی دہد
خدائی دہاند خدائی دہد

حکّام والا مقام سب نواب صاحب کی بڑی قدر و منزلت کرتے تھے۔ گورنمنٹ کی شرفا پروری نے سب کے دل مٹھی[8] میں لے رکھے ہیں۔ حکّام کو فرخندہ جمال کا بڑا خیال تھا کہ ٹھیک گھڑی آگئی اور فرخندہ جمال کا

۱۔ جو بات ہو گزری سمجھو کہ اسی میں خیر ہے۔ ۲۔ معاملہ پیش آئے ۳۔ گورنر جنرل۔ سارے ہندوستان کے بڑے لاٹ صاحب۔ ۴۔ صوبہ کے لاٹ صاحب ۵ جس کے پاس سونے کا کٹورا ہوگا وہ خود صاحب ثروت ہوگا وہ بھیک ہی کیوں مانگنے لگا اور فرض کرو کہ مانگے تو اسے بے محنت ملے گی بھی کہ زر در کشد در جہاں گنج گنج یعنی لایق آدمی کو کسی بات کی کمی نہیں۔ ۶۔ سہاگہ[6] ملنے سے سونے کا رنگ اور نکھر جاتا ہے یہ مثل ایسے موقع پر بولتے ہیں جہاں کسی عمدہ بات میں اور زیادہ عمدگی ہو جائے۔ ۷۔ لاکھوں روپے دوادوش مل سکتی تھی۔ ۸۔ کسی کا کیا مقدور کہ اور سے دلوا سکے یا خود دے سکے وہ تو سچ یہی ہے کہ دلواتا بھی ہے اور دیتا بھی ہے۔ ۹۔ قابو میں۔

نیرا قبال[1] کے اکا [illegible] سفارش لفٹنٹ گورنر کا ڈاکٹ رحکم[2] آیا
ایک دم سے ڈپٹی [illegible] مقرر ہوئے ۔ بن[3] مانگے موتی ملے اور مانگے ملے نہ
بھیک ۔ فرخندہ جمال کو گو نوکری کی ضرورت نہ ہو کیوں کہ گھر میں خدا کا
دیا سب کچھ تھا مگر جوانی کی اُمنگ[4] کا اقتضا[5] یہ ضرور تھا کہ باپ کے دست[6] نگر
کب تک رہیں کچھ تو اپنی قوت بازو سے بھی کمائیں اِس خیال سے دل ہی
دل میں نوکری کی تمنا[7] کرتا تھا گو اُس کا اظہار ماں باپ پر نہ کرسکتا تھا۔ اب
نوکری بھی ملی تو ایسی کہ جو ہندوستانیوں کے لیئے معراج[9] الکمال ہے اور خدا
نے گھر بیٹھے بھیج دی ۔ اِس خبر سے سارے گھر میں مبارک سلامت ہونے لگی۔
جس کو دیکھو باچھیں[10] کھلی جاتی تھیں ۔ ماں باپ کی خوشی کا کوئی کیا اندازہ
کرسکتا تھا ۔ قدر[11] باباآں زماں دانی کہ خود باباشوی ۔ دلی سے میرٹھ دور ہی
کتنا تھا پس و پیش کا مقام ہی کیا تھا ۔ بیگم صاحب کو بیٹے کی جدائی شاق[12]
تھی گو وہ گھڑی[13] بھر کے ہی لیئے کیوں نہ ہو مگر اُس کی اتنی بڑی نوکری
سے دل باغ[14] باغ تھا ۔ لیکن پھر بھی ماں کی مامتا[15] دل نے نہ مانا وہ
بیٹے کے ساتھ ہی گئیں ۔ اور اندر کوٹ محلے میں ایک اچھا سا مکان دیکھ کر

۱۔ ستارہ ۔ ۲۔ کوشش ۔ ۳۔ یہ خدا کی قدرت ہے کہ بلا طلب دولت مل جاتی ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ باوجود مانگنے کے بھیک بھی نہیں ملتی ۔ یعنی سب امور خدا ہی کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔
۴۔ ولولہ ۔ خواہش ۔ ۵۔ تقاضا ۔ ۶۔ محتاج ۔ ۷۔ دل لوٹتے ۔ ۸۔ آرزو ۔
۹۔ غایت درجہ کی کامیابی ۔ ۱۰۔ خوش ہونا ۔ ۱۱۔ جب تم خود باپ ہوگے تو تم کو اولاد کی محبت کی قدر آئے گی ۔ ۱۲۔ سخت ۱۳۔ تھوڑی ہی دیر کے لیئے ۔ ۱۴۔ خوش و خرم ۔
۱۵۔ محبت ۔

ماں بیٹے رہنے سہنے لگے۔ جب مکان ٹھیک ٹھاک ہو گیا تو بیگم صاحب دلّی چلی آئیں مگر آتی جاتی رہتی تھیں۔ چند دن یہاں چند دن وہاں۔ نواب صاحب بھی مہینے دو مہینے میں پھیرا کرتے تھے۔

۴۔ فرخندہ جمال کی شادی کی تحریک

اے غازۂ حسنِ مہ جبیناں   اے نیّرِ بختِ نازنیناں
تو مرہمِ زخمِ دل کا کافور   تو مصحفِ گل کا سورۂ نور

ناظرین کو تعجب ہوگا کہ لڑکے کو اب اکیسواں سال شروع ہے اور امیر کا بچہ لیکن ابھی تک اس کی شادی بیاہ کی بھنبھنی تک بھی نہ سُنی گئی۔ بیگم صاحب کچھ آج کل کی نادان عورتوں کی طرح تو تھیں ہی نہیں نہ اُنھوں نے دھوپ میں اپنا چونڈا سفید کیا تھا جو صرف ارماں اور لاڈ کے مارے ننھی سی بہو لے آتیں اور اُس کیڑے کو پالتیں اور لڑکے کی چلتی گاڑی میں روڑا اٹکا دیتیں اگر کسی نے کہا بھی تو ٹکّا سا توڑ کر جواب دے دیا کہ ابھی جلدی کیا ہے ابھی تو خدا رکھے وہ پڑھ رہا ہے جب نوکر ہو جائیگا

۱۔ درست۔ ۲۔ اے خوب صورتوں کے چہرے کے غازے (رونق) اے نازنینوں کے نصیب کے چمکتے ہوئے تارے تو زخمِ دل کے لیئے مرہم کافور ہے جس سے ٹھنڈک پڑ جاتی ہے، تو چہرے کی کتاب کے لیئے سورہ نور ہے۔ ۳۔ کتاب پڑھنے والوں۔ ۴۔ بات چیت ۵۔ موئے سفید تجربہ کی اصل ہے چونڈا (سر کے بال) کچھ دھوپ لگ کر سفید نہیں ہوتے۔ بلکہ ڈیلکے یک مدسب طرح کے مرحلے طے کر چکنے کے بعد آدمی کا ہوتا ہے۔ ۶۔ چھوٹی سی جان۔ ۷۔ کسی کام میں حارج ہونا۔ ۸۔ صاف جواب دے دیا

دیکھا جائے گا۔ بیٹے کی برّی بازار میں کھڑی۔ اب تو سب مرحلے[1] طے ہو چکے تھے۔ پڑھ کر بھی فارغ ہوئے اور نوکر بھی ہو گئے۔ کوئی حالت منتظرہ[3] باقی نہ تھی لہٰذا اب سلسلہ جنبانی[4] شروع ہوئی۔ دلّی میں کئی باتیں آئیں مگر چھاتی نہ ٹھکی[5]۔ جوڑا اور گھوڑا تقدیر سے ملتا ہے۔ میرٹھ میں خود ان کے محلے میں ایک بڑے رئیس مرزا جہاں دار علی بیگ رہتے تھے۔ بیگم صاحب کو کسی نے خبر دی کہ اُن کی ایک ہی لڑکی ہے اور بہت خوش حال ہیں۔ بڑے بھاری زمیندار ہیں اور لڑکی صورت شکل کی بھی بہت اچھی ہے۔ دلّی کی طرح نہ لکھا پڑھی ہو گی نہ کوئی جھگڑا بکھیڑا ہو گا۔ بیگم صاحب نے بات سُن لی اور دل ہی دل میں سوچ بچار[6] کرنے لگیں دل دھکڑ پکڑ[7] ہونے لگا۔ نواب صاحب سے مشورہ کیا تو اُنھوں نے بھی پسند کیا۔ لڑکے سے اُنھوں نے مشورت[8] اس وجہ سے بے کار سمجھی کہ وہ آج کل کے لڑکوں کی طرح دیدہ[9] ہوائی نہ تھا۔ تھا تو وہ اب ڈپٹی مگر ماں کے سامنے تو بچہ ہی تھا۔ بیگم صاحب تو جانتی تھیں کہ دُنیا کی اونچ[10] نیچ وہ کیا جانے ابھی اُس کے منھ سے دودھ کی بو[11] بھی نہیں گئی۔ میں خود کیسی کرنے والی

۱۔ بیٹے کی ساری [illegible] بہتر [illegible] بازار سے سب ساماں ہو سکتا ہے برخلاف اس کے لڑکی کی شادی، جہیز کی [illegible] وقت طلب امر ہے۔ بری ان چیزوں کو کہتے ہیں میوہ اور نُقل وغیرہ جو دولھا کی طرف سے دُلھن کے ہاں بھیجے جاتے ہیں ۲۔ مراتب شکلیں۔ ۳۔ انتظار کی حالت۔ ۴۔ بات چھیڑی۔ ۵۔ اطمینان نہ ہوا۔ ۶۔ فکر۔ ۷۔ پس و پیش۔ ۹۔ صلاح ۹ بے شرم نڈر۔ ۱۰۔ نشیب و فراز۔ ۱۱۔ یعنی ابھی بالکل ہی بچہ تھا۔

بیٹھی ہوں جہاں میں کہہ دوں گی وہ کرلے گا۔ میرا بچہ ایسا نہیں۔ جو میری بات کو اُلٹے اور سچ بات بھی یہی تھی۔ اگر فرخندہ سے پوچھا بھی جاتا تو وہ بالکل ماں کی مرضی پر چھوڑ دیتا اور خود دخل دینا سوءِ ادبی[1] سمجھتا۔ سعادت مند ایسے ہی ہوتے ہیں۔ بیگم صاحب نے آئے گئے لوگوں سے اِس گھرانے کی ٹوہ[2] لی۔ معلوم ہوا کہ سب طرح ٹھیک ٹھاک ہے لیکن لڑکی کچھ پڑھی لکھی نہیں ہے اور امیر کا بچہ ہے ذرا لاڈ پیار زیادہ ہے کہ گھر بھر میں لے دے کے ایک اسی کا دم ہے۔ بیگم صاحب کا خیال تھا کہ عورتوں کو لکھنے پڑھنے کی ایسی ضرورت ہی کیا ہے۔ خود میں ہی کون سی پڑھی لکھی ہوں پھر اس بن میرے کون سے کام اَٹکے پڑے ہیں رہا روزہ نماز کے لایق لکھنا پڑھنا وہ ہم خود سکھا لیں گے۔ لاڈ پیار کی جو کہو تو سب بچے اپنے اپنے ماں باپ کے لاڈلے ہوتے ہیں۔

۵۔ لڑکی کے حالات

صحبتِ صالح ترا صالح کند صحبتِ طالح ترا طالح کند

بیگم صاحب نے اپنے لڑکے پر قیاس کیا لیکن اُن کو خبر نہ تھی کہ فرخندہ جمال کی ماں کی طرح کی اس لڑکی کی ماں نہ تھیں۔ اِن میں اور اُن میں آسمان زمین کا فرق تھا۔ اُنھوں نے بیٹی کو چَوپٹ بھر کر غارت کیا تھا۔

۱۔ بے ادبی۔ ۲۔ بیک۔ ۳۔ نادان۔ ۴۔ رُکے۔ ۵۔ اچھی صحبت میں اُٹھنے بیٹھنے سے انسان اچھا ہو جاتا ہے اور بُری صحبت سے بُرا۔ ۶۔ اندازہ۔ ۷۔ بہت بُرا۔ ۸۔ اچھی طرح بہت زیادہ۔

اُس کی کسی بات کو بھول کر بھی ٹوکتی نہ تھیں وہ بالکل خودمختار اور مطلق العنان تھی۔ ماں کی وقعت اُس کی نگاہ میں رتی برابر بھی نہ تھی باپ سے واسطہ ہی نہ تھا۔ لاڈ پچھ اِس درجہ بڑھ گیا تھا کہ ہم کو اس لڑکی کا اصلی نام بھی آج تک معلوم نہ ہوا لاڈلی بیگم ہی سب کی زبان پر چڑھا ہوا تھا وہی ہم نے بھی اختیار کیا۔ لاڈ کے سامنے اُسے لکھنا پڑھنا تو خیر بکا نا رندھنا سینا پرونا بھی خیر سلا ہی تھا۔ ہاں دن بھر دھما چوکڑی اور اودھم مچی رہتی تھی۔ کھیل تماشا۔ کنجڑنوں اور سقینوں کی صحبت تھی اور بس۔ گھر کے نوکروں کا ناک میں دم تھا۔ جو کچھ تھیں بس چھوٹی بیگم ہی تھیں۔ کیا مجال کہ اُن کی بات ذرا گر جائے۔ زبان سے جو نکلے بس وہ ہو کر رہے پھر اِس میں دُنیا اِدھر کی اُدھر ہو جائے۔ کس کا زہرہ تھا کہ کوئی اُس کی بات کاٹ تو دے اور کیسی بھی سیدھی بات کیسے ہی ڑسان ہی سے اِس سے کہی جائے مگر کیا مجال کہ اپنی بات کے آگے کسی کی چلنے دے وہ تو پنجے جھاڑ کے اِس طرح پیچھے پڑ جاتی تھی کہ جان چھڑانا دوبھر ہو جاتا تھا ایسی کون سی ماما اصیل تھی کہ جس کا چونڈا کھسوٹا نہ گیا ہو۔ نوکر کوئی چار دن ٹکا بانہ تھا اِدھر آیا اُدھر گیا اور سارے شہر میں ڈھنڈورا پیٹ دیا کہ نابیوی کس کی شامت آئی ہو جو اُن کے ہاں رہے اُن کی لڑکی تو کھرے پانی

۱- کبھی روکتی نہ تھیں -۲- آزاد -۳- سانڈ کا بیل - بے لگام -۴- عزت توقیر -۵- یوں ہی سا
۶- گڑبڑ ، ترکاری فروش - کاچھی -۷- کاچھن -۸- گھٹ جائے -۹- کچھ بھی ہو جائے -۱۰- حوصلہ -۱۱- نسوچ
ر -۱۲- آہستہ -۱۳- پیچھے پڑ جانے سے -۱۴- بے طور -۱۵- مشکل اجیرن -۱۶- سر -۱۷- مسادی -۱۸-
۱۹- ادھر ادھر ٹھیرتے رہے -

بھی نہ پنپنے دے لاڈلی کا مزاج کسی طرح ساماں[1] میں نہ آتا تھا جب دیکھو تیوری[2] پر بل منھ پھولا ہوا جس سے دیکھو اٹر[3] رہتی ہملی کہی بات۔ نازک مزاج ایسی کہ آئے دن بیماری کی شکایت اور ایسا نخت بیمار ہوا ہی جانے جو سارے دن عہدیوں[4] کی طرح اینڈ[5] بڑا رہے پلنگ پر بیٹھے تو ڑ توڑنے کے سوا کچھ کام نہ تھا۔ خالی[6] بنیا کیا کرے اِس کوٹھی کے دھان اُس کوٹھی میں۔ ذرا پنڈا[7] پھیکا ہوا یا سر میں درد ہوا کہ سارے گھر میں تلکم[8] مچ جاتی تھی کہ اللہ دے اور بندہ لے اٹوانٹی[9] کھٹوانٹی لے کر پڑیں۔ حکیم ڈاکٹر کے علاوہ صدقے[10] سلے ٹونے ٹوٹکوں گنڈے تعویذوں کی بھی کچھ کمی نہ تھی۔ خدا رکھے ان کے گلے میں خود تعویذوں کی ہیکل[11] موجود تھی۔ کئی تو گنڈے پڑے ہوئے تھے جس[12] کی وجہ سے لڑکی موت بیماری کے گھر میں جا نہیں سکتی تھی۔ نذر نیاز منت مرادیں بات[13] بات پر بکرا۔ غرض ایک چھوئی[14] موئی بنا رکھا تھا پھر ایسے شخص کا مزاج اگر فلک[15] ہفتم پر نہ ہوتا تو کس کا ہوتا وہ خوب سمجھے ہوئے تھی کہ گھر والوں کو جس ناچ نچاؤں[16] گی ناچیں گے۔ اِس قسم کی

قابو۔ ۲- پیشانی پر شکن۔ ۳- اڑ دھی ٹھٹے بیٹھے کی۔ ۴- بے کار سست

۶- خالی آدمی فضول کام میں اپنا وقت ضائع کرتا ہے۔ ۷- بدن گرم ہوا۔ ۸- ۱۱ دھم۔

۹- سر منھ لپیٹ کر چارپائی پر پڑ جانا۔ روٹھ جانا۔ ۱۰- خیرات۔ نذر نیاز۔ اُتارا گلے میں جو سوت بٹ کر ڈال لیتے ہیں اُسے گنڈا کہتے ہیں۔ ۱۱- ہار۔ ۱۲- جس کے گلے میں گنڈا ہوتا ہے وہ وہم کے مارے بیماری یا مرنے میں نہیں جاتا۔ ۱۳- ذرا اونچ نیچ ہونے کر کرا دیا۔ ۱۴- لجالو کا درخت جس کے پتے ہاتھ لگتے ہی مرجھا جاتے ہیں۔ ۱۵- ساتویں آسمان پر۔ ۱۶- جس بات پر اڑ جاؤں گی کرا کے چھوڑوں گی۔

فرضی بیماری تو اُس کے دم کے ساتھ تھی ہی اور پھر بات بات پر مچلنا[1]۔
اور ضد اور ہٹ[2]۔ دوا کسی طرح پیتی نہ تھی۔ آنکھیں میچیں[3] کون پیئے ہو رہا
ہے اور وہ گھنٹوں جھلا رہی ہے۔ آدھی پھینکی آدھی بمشکل پی۔ چڑچڑاپن[4]
بدزبانی کج[5] خلقی۔ غرض وہ تمام خرابیاں جو ایک بیہودہ لاڈ کا لازمی[6]
نتیجہ ہے۔ کوٹ کوٹ[7] کر اس لڑکی میں جمع ہوئی تھیں اور پھوہڑپن[8] مزید برآں
ایک[9] تو کڑوا کریلا دوسرے چڑھا نیم۔ ان کی اماں جان کو اپنی صاحب زادی
کی کوئی ادا[10] بری ہی نہ لگتی تھی نہ خود کسی بات کا برا مانتی تھیں تو پھر وہ ٹوکتی[11]
ہیں کیوں کس کا جگر تھا کہ ماں سے بیٹی کی شکایت کی بھاپ[12] نکالتا۔
ماں تو سنی[13] کی ان سنی کر دیتی کہ بیٹی ان کی سنتی ہی کب تھی۔ اُس کو
ماں کی ناراضی بھاتی[14] بھی نہ تھی۔ ماں کو وہ خاطر[15] تلے کب لاتی تھی دوبدو
تڑاق[16] پڑاق پر آمادہ[17] ہو جاتی تھی۔ ماں اپنا سا منہ[18] لے کر رہ جاتی تھی۔
البتہ شکایت کرنے والوں کی مفت میں مٹی پلید[19] ہو جاتی۔ اس ڈر سے
سب دم[20] بخود تھے۔ لڑکی کی ماں کو کبھی اس بات کا خیال تک بھی نہ آیا
کہ جوان جوان لڑکی اور یہ حالت۔ یہ لوتھا خانم[21] کس گھر جا کر بسیں گی۔

۱۔ ضد کرنا۔ لوٹ جانا۔ ۲۔ ضد کرنا۔ ۳۔ ملانا ۴۔ بات بات پہ بگڑنا۔ ۵۔ ٹیڑھا اخلاق۔ بدخلقی۔
۶۔ ضروری۔ ۷۔ خوب پیٹ بھر کر۔ ۸۔ بدسلیقگی۔ ۹۔ کریلا تو خود کڑوا ہوتا ہے اور نیم بھی کڑوا ہوتا ہے
تو جس کریلے کی بیل نیم کے درخت پر چڑھی ہوئی ہو اُس کی کڑواہٹ کا کیا پوچھنا ہے۔ ۱۰۔ طرز انداز
۱۱۔ روکتی۔ ۱۲۔ مزا۔ ۱۳۔ یعنی ایسی بے خبر ہو جاتی تھیں کہ گویا کچھ سنا ہی نہیں۔ ۱۴۔ پروا خاطر تلے
لاتی تھی۔ ۱۵۔ جواب میں ۱۶۔ تو تو میں میں۔ ۱۷۔ طیار۔ ۱۸۔ شرمندہ ہو جاتی تھیں ۱۹ ذلت اور خواری
۲۰۔ خاموش۔ ۲۱۔ [illegible]

اُن کا یہ خیال تھا کہ صرف روپیہ پیسہ ہی ایک ایسی چیز ہے جو سب عیبوں کو ڈھانک[1] لیتا ہے اور وہ اپنی لڑکی کی حرکات کو سرے[2] سے عیب ہی نہیں سمجھتی تھیں بلکہ وہ تو اِس کا رُوٹھنا ٹھنکنا[3]۔ ضد کرنا۔ بگڑنا۔ دیکھ کر ہنس دیا کرتی تھیں۔ خدا کا حکم ایک دفعہ ٹل[4] جائے۔ مگر نہ ٹلے تو لاڈلی کا کہنا۔ بات بات پر بیٹی کی حمایت میں کہتا تھا کہ اونھ! امیروں کے سارے بچے ایسے ہی ہوتے ہیں۔ ہم نے کسی کو اِس عمر میں بوڑھی پکّی[5] یا پکا چھتیسی[6] نہیں دیکھا بڑی ہوگی گھر بار کا بوجھ پڑے گا خود سمجھ آجائے گی۔ لیکن اُنھوں نے کبھی یہ نہ سوچا کہ میرا لاڈ اس کے حق میں کانٹے[7] بو رہا ہے اور میں اِس کو دین و دُنیا سے غارت[8] کر رہی ہوں اور آئندہ کے لیئے اِس کی بیڑ[9]ھ مار رہی ہوں۔ گو ماں کو اپنی بیٹی کا ہر انداز پسندیدہ نظر آتا تھا مگر جس گھر جائیں گی سُسرال[10] والے تکلے کے سے بل نکال دیں گے۔ بیوی نا[11]جو کو چھٹی کا دودھ یاد آجائے گا۔

۶ بات کا بڑھنا۔ میاں بیوی کی تکرار اور وداع[12]

نقدِ مطلب[13] ہوئی جیب تمنا معمور

پُر ہی گلہائے فرح بخش سے دامانِ اُمید[14]

۱- چھپا لینا۔ ۲- شروع سے۔ ۳- جدا ہو جانا۔ ۴- راہ سے ہونا۔ ۵- ہٹ جائے ۶- کرے گا۔ ۷- بیانی [illegible]
۸- صحت برائی کر رہا ہے۔ ۹- رہا۔ ۱۰- کھوٹ کھود یا ستیاناس کرنا۔ ۱۱- سیدھا کر دیں کے درست کر دیں
۱۲- لاڈو کو اپنا پچھلا زمانہ یاد آجائے گا ۱۳- رخصت ۔ [illegible] تولتی ہیں۔
۱۴ مراد [illegible] اور میری جھولی اچھے اچھے پھولوں سے بھر گئی

سردار بیگم کو اِن کے اندرونی[1] حالات کی کیا خبر تھی اور کیوں کر ہوسکتی تھی۔ اُنھوں نے ظاہری حالت کا اطمینان کر لیا بلکہ خود بھی کسی بہانے[2] سے جا کر لڑکی کو دیکھ آئیں۔ گو لڑکی کی عمر چودہ سال کی تھی مگر امیر کا بچہ ماشاء اللہ[3] چشم بددور اُٹھان[4] اچھا تھا کوئی پندرہ برس کی معلوم دیتی تھی۔ صورت شکل کی اچھی خاصی تھی نہ حور اور پری تھی نہ ایسی تھی کہ کوئی نام دھرے۔ رنگ گندمی[5] کھلا ہوا۔ فراخ[6] پیشانی۔ غلافی بڑی بڑی آنکھیں جٹواں[7] بھویں۔ لمبی سُتواں[8] ناک۔ پتلے پتلے ہونٹ۔ دانت[9] ہموار۔ صراحی دار پتلی گردن۔ میانہ[10] قد۔ ہاتھ پاؤں چھوٹے چھوٹے سڈول[11]۔ بیگم صاحب کی نظر میں جچ[12] گئی۔ اُنھوں نے صورت کے سامنے کسی بات کی پرچول[13] نہ کی سمجھیں کہ بڑے گھر کی لڑکی ہے سلیقہ مند ضرور رہی ہو گی۔ رہی اُن کی دولت اس سے ہم کو کیا مطلب جو کچھ دیں گے اپنی بیٹی کو دیں گے۔

ہمارے ہاں خدا کے فضل سے کس بات کی کمی ہے۔ مشاطہ کے ذریعے سے پیغام سلام شروع ہوا۔ مرزا جہاں دار علی کی بیوی امیر بیگم نام سنتے ہی ریشہ خطمی[14] ہو گئیں بلی[15] کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا۔ شہر کے شہر میں ایسی

۱ اصلی واقعات۔ کچا چٹھا۔ ۲۔ حیلے۔ ۳۔ کسی اچھی چیز کو دیکھ کر ماشاء اللہ چشم بددور کہتے ہیں تاکہ نظر نہ لگے۔ ۴۔ ہاڑ۔ ۵۔ گیہواں۔ ۶۔ چوڑی۔ کھلی ہوئی۔ ۷۔ جڑی ہوئی۔ ۸۔ پتلی۔ ۹۔ برابر اونچے نیچے نہیں۔ ۱۰۔ نہ لمبا نہ ٹھنگنا ملکہ بیچ کی راس کا قد۔ ۱۱۔ اچھے خوبصورت ۱۲۔ پسند آگئی۔ ۱۳۔ تفتیش تجسس۔ ۱۴۔ ریجھ گئیں۔ فریفتہ ہو گئیں۔ ۱۵۔ کسی کام کے بلا کوشش آسانی سے ہو جانے پر یہ مثل کہی جاتی ہے کہ بلی کی تقدیر سے چھینکا ٹوٹ گیا اور مفت میں چیز ہاتھ لگی۔

اچھی بات مل گئی۔ لڑکا دیکھو چار سو کا نوکر اصل نسل[1] ہڈی بوٹی کا اچھا اور ان کو چاہیے کیا تھا۔ اندھا کیا چاہے دو آنکھیں۔[2] گو یہ تو اُسی وقت ہاں کر لینے کو تھیں مگر رسم زمانہ کے لحاظ سے مشاطہ سے کہا کہ اچھا تم رقعہ چھوڑ جاؤ ان شاء اللہ[3] ایک ہفتہ میں اس کا جواب دوں گی۔ ہفتہ ابھی گزرنے بھی نہ پایا تھا کہ مشاطہ آن پونچی۔ خدا جانے امیر بیگم نے کچھ پوچھ گچھ[4] بھی کی یا نہیں لڑکی کے باپ سے صلاح مشورہ کیا یا نہیں ہمیں خبر بھی نہیں مگر ہمارے سامنے تو مشاطہ سے ہامی بھر لی۔ بات ہر طرح پکی ہوگئی۔ بعد میں میاں کے کان[5] پر بھی بر سبیل تذکرہ یہ بات ڈال دی۔ وہ پہلے ہی بیوی کے ہاتھوں نالاں[6] تھے اُن کی کبھی بنی ہی نہ تھی۔ بیوی ناک[7] چوٹی گرفتار میاں حد سے زیادہ بے زار۔ میاں دن کہتے تو بیوی رات۔ لاڈلی کو جس بیہودگی سے وہ اُٹھا رہی تھیں مرزا صاحب اُس سے بے خبر نہ تھے دیکھتے تھے اور خون کے سے گھونٹ پی کر رہ جاتے تھے۔ اُن کو یہ طرز[8] عمل ناگوار تھا کئی دفعہ ٹوک بھی چکے تھے۔ میاں بیوی کی اس بات پر بارہا لڑائی بھی ہوئی لیکن بیگم صاحب کی حکومت ایسی قاہرہ[9] اور اُن کا سکہ[10] ایسا بیٹھا ہوا تھا کہ گھر کی چار دیواری کے اندر مرزا کا

۱۔ ذات اور جوشِ خانداں۔ ۲۔ اندھے کی خواہش اس کے سوا کیا ہو سکتی ہے کہ اُس کی دونوں آنکھیں روشن ہو جائیں ۳۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہے۔ جب کبھی آئندہ کے لیے کوئی بات کہی جاتی ہے تو ان شاء اللہ کہنے کا دستور ہے کہ نہیں معلوم ہو سکے یا نہ ہو سکے غیب کا علم تو خدا ہی کو ہے۔ ۴۔ دریافت و تفتیش۔ ۵۔ سنا دیا۔ ۶۔ لرتے تھے۔ ۷۔ عاجز اور دق تھے۔ ۸۔ سخت بدمزاج۔ ۹۔ فریفتہ۔ ۱۰۔ خدا لما۔ ۱۱۔ رعب داب

کا ذرا بھی دخل نہ تھا اور بیوی ہی مطلق[1] العنان بادشاہ تھیں۔ جب کبھی
مرزا صاحب نے صلاحیت[2] سے بھی کہا کہ دیکھو یہ اچھی بات نہیں لڑکی کو
تمھارے بے جا لاڈ نے غارت کر دیا تو بس آئیں[3] تو جائیں کہاں پنجے جھاڑ کر
ایسی پیچھے پڑیں کہ مرزا صاحب نے گویا بھڑوں[4] کے چھتے کو چھیڑ دیا۔ اُن کو
اپنا پیچھا چھڑانا مشکل ہو گیا۔ میاں کو بیوی نے ایسی ڈانٹ[5] بتائی کہ
وہ اپنا[6] سا منھ لے کر رہ گئے۔

بیوی۔ واہ! مجھے اچھا نہیں لگتا جب دیکھو بچی کو بے خطا بے قصور پُن[7]
ڈالتے ہو۔ بڑے بیچارے کہیں[8] کے نکلے وہ کم بخت تمھارے لینے[9] میں نہیں دینے
میں نہیں حق ناحق اُسے نکّو[10] بنا دیا ہے یہ بھی کوئی بات ہے ارے[11] اللہ ڈرے
قاضی کے سر پڑے۔ خدا جانے تم کیسے انوکھے[12] باپ ہو کہ بیٹی کے دشمن
بن گئے۔ پیار محبت سے تو گئے اُسے کیڑے[13] ڈالنے کو موجود دُنیا کا لہو سفید[14]
ہو گیا ہے تمھیں جوان بیٹی کے معاملے میں دخل دیتے شرم نہیں آتی قربان[15]
ایسی باوا گیری[16] کے اور صدقے میں اُتاری تھی ایسی مامتا۔ تمھارا بس چلے
تو اُسے زہر دے کے سُلا دو وہ تو میرا ہی دم ہے جو وہ گھر میں بھی بیٹھی ہے ورنہ
تم کو تو اُس سے خدا واسطے کا بیر[17] پڑ گیا ہے۔ سو دفعہ تم سے کہہ دیا کہ تم اُس کے

۱۔ مختار۔ ۲۔ آہستگی سے ۳۔ جب بگڑ جاتی تھیں تو پھر سنبھالنا مشکل ہو جاتا تھا۔ ۴۔ جس طرح بھڑیں لپٹ جاتی ہیں۔ ۵۔ گھُرکی دی۔ ۶۔ شرمندہ ہو گئے۔ ۷۔ دُھن ۸۔ کہیں سے آئے۔ ۹۔ معاملے ۱۰۔ بدنام ۱۱۔ جو مات ہو قاضی بے چارے کے سر تھوپی جائے۔ ۱۲۔ سب سے نرالے۔ ۱۳۔ عیب کا لے ۱۴۔ محبت باقی نہیں ۱۵۔ صدقے۔ ۱۶۔ باپ ہونے کے۔ ۱۷۔ عداوت۔ دشمنی۔

معاملے میں دخل نہ دیا کرو۔ میں جانوں میری لڑکی جانے تم کو کیا سروکار[1]۔ تم عورتوں کی بات میں دخل دینے والے کون۔ کیا گردن جھکائے بیٹھے ہیں اور کیا اچھے معلوم دیتے ہیں۔ اب تو تم نے کہا سو کہا خیر۔ مگر خدا کی قسم اگر پھر کبھی تم نے دخل دیا تو یاد رکھنا مجھ سے بُرا کوئی نہیں۔

مرزا جی بھلا اِس گراب[2] کے گولے کی کیا تاب لا سکتے تھے۔ مُنہ سے بات نکال کر چور[3] بن گئے۔ ویسے ہی اُلٹے پاؤں بھیگی[4] بلی کی طرح باہر مردانے میں آئے۔ چاہیئے تھا کہ اب تو چپ ہو جائیں مگر باہر مردانے میں بھی برابر بڑبڑانے کی آواز دیر تک آتی رہی ماں کا باپ کے ساتھ اِس قسم کا سلوک دیکھ کر بیٹی کے دل میں باپ کی وقعت[5] اور ادب ولحاظ کچھ باقی نہ رہا تھا اور اب وہ ناسمجھ نہ تھی ماں کی رتی رتی بات اُس کے دل میں جمتی جاتی تھی۔ ماں اِس عمر میں باپ کی یہ قدر کرتی تھی تو بیٹی ضرور ماں سے سوائی[6] ہوا ہی چاہے۔ اگر یہ کہو کہ مرزا نے مرد ہو کر ایسی ڈھیل[7] کیوں ڈال دی تھی تو جناب جن آئے کا سودا[8] ہے خدا بُرے سے پالا نہ ڈالے یہ مثل مشہور ہے کہ بندھا تو بے مار کھاتا ہے۔ شریف اپنی شرافت سے دبا۔ کمبخت نے کہا کہ مجھ سے ڈرا۔ مرزا بہت نیک[9] نفس۔ کم سخن[10]۔

---

۱ دا سطہ۔ ۲۔ وہ گولہ جس کے اندر نوک دار اور قاطع چیزیں بھری ہوئی ہوں جو پھٹ کر چاروں طرف پھیل جاتا ہے جیسے آج کل کا مسکن محال ہو سکتی ہے یعنی پھنس گئے بلی جب بھیگ جاتی تو سردی کے مارے کونے کونے چھپتی پھرتی ہے یعنی نہایت غربت سے۔ ۶۔ زیادہ۔ ۷۔ آزاد کر دینا۔ گرفت ہلکا۔ ۸۔ سودا ہی جو پٹ جائے یعنی جس پر پڑتی ہے وہ بیچارہ ناچار اُس کو جھیلتا ہے۔ ۹۔ نیک روش ۱۰۔ کم گو۔

تھر پیٹے[1] اور غیور مزاج کے تھے بیوی پرکالۂ آتش[2] - گز بھر کی زبان غصیلی[3] تڑاخ[4]- بدمزاج بدخو[5]- بھلا فرمائیے کہ ایسی کے منہ کون لگے[6]- میاں بے چارے محض اپنی شرافت اور نیک نفسی کی وجہ سے اپنے پر جبر کر کے چپ رہ جاتے تھے اور بیوی کو الا اللہ نہیں کہتے تھے اور بیوی سمجھتی تھیں کہ میں نے دبا لیا یہ وجہ تھی کہ گھر میں دو عملی[8] تھی اور اسی وجہ سے لڑکی کا ایسا برا حال ہوا تھا

مرزا صاحب نے جب سُنا کہ اس نیک بخت نے لڑکی کی بات فرخندہ جمال سے ٹھہرادی تو وہ سر پکڑ کر[9] بیٹھ گئے کیوں کہ اُن کو اپنی لڑکی کی کوتاہیاں[10] اور فرخندہ جمال کی خوبیاں اچھی طرح معلوم تھیں۔ ان دونوں کے مزاج میں ذرا بھی مناسبت نہ تھی بلکہ مشرق و مغرب کا فرق تھا لڑکا تعلیم یافتہ لڑکی کودن[11] محض اور اس پر اول درجے کی بدمزاج اور پھوہڑ۔ سلیقہ اُس کو چھو نہیں گیا پھر کیا توقع تھی کہ یہ بیل منڈھے چڑھے گی[12]- بظاہر اسباب یہ تعلق بالکل بے جوڑ تھا مگر مرزا صاحب نے اپنی عافیت اسی میں دیکھی کہ جب مجھ سے پوچھا ہی نہیں تو میں اپنی طرف سے خواہ مخواہ کیوں دخل دوں۔ وہ جانیں اُن کا کام۔ جیسا کریں گی ویسا بھریں گی۔ ایک چپ[13] لاکھ سکھ لیکن آخر اتنا بڑا کام بیٹی کا کاج[14] بلا باپ کی صلاح اور امداد کے

۱- غیرت مند۔ ۲- آگ کی لپٹ۔ ۳- غصہ ور۔ ۴- مُنہ زبان۔ ۵- بُری عادت۔ ۶- کون بات کرے۔ ۷- ذرا سی بات بھی۔ ۸- میاں کی حکومت الگ اور بیوی کی الگ۔ ۹- جب بہت فکر ہوتی ہے تو آدمی سر پکڑ لیتا ہے۔ ۱۰- کم روریاں۔ ۱۱- جاہل۔ ۱۲- کامیابی ہوگی۔ ۱۳- خاموشی میں بڑا آرام ہے۔ ۱۴- شادی بیاہ

ہو کیسے سکتا تھا۔ بیگم صاحب نے بے وقوفی سے ہامی تو بھرلی مگر جب قدم قدم پر مشکل آن پڑی تو پٹپٹائیں[1] اور لاچار[2] میاں کے کان پر بات ڈالی۔ دوسرا کوئی ہوتا تو ٹکا[3] سا جواب دے دیتا کہ تم جانو تمہارا کام جانے جب بات تم پکی کر چکیں، قول قرار کر چکیں اب مجھ سے پوچھنے سے فائدہ؟ لیکن آخر بیٹی تو ان کی تھی گو بیوی نے صریح[4] حماقت کی اور ضرورت سے زیادہ جلدی کی مگر اب سنبھال ان پر ہی تھی۔ بیوی کی بات سُن کر دیر تک غوطہ[5] میں گئے اور کچھ جواب نہ دیا لیکن بیوی بھلا کب ماننے والی تھی وہ ان کے اچھے سے ہاں کرا کر چھوڑے پر چھوڑے۔ وہ ان سے اسی طرح اقبال[6] کرا سکتی تھی جیسے کسی مجرم[7] سے پولیس کرا لیتی ہے اگر ذرا بھی یہ[8] تحریر کرتے تو ایسا پاکھنڈ[9] مچاتی کہ اُلٹا[10] حضرت ہی کو منانا پڑتا۔

بیوی - اجی تم نے کچھ جواب نہ دیا۔ میں تو بات پکی کر چکی مبارک باد کا رقعہ بھی آگیا۔

میاں - میرے جواب کی اب ضرورت ہی کیا رہی۔

بیوی - پھر تم نے جلی کٹی باتیں شروع کریں۔ سیدھی بات میں بھی تم کچھ[11] نکال دیتے ہو۔ تمہارا مزاج ہی کچھ عجب طرح کا ہے۔ خیر[12] خیر۔ مانگو۔ خدا خدا کر کے تو یہ دن آیا ہے اور تم اس میں ناتوں کر کے بدشگونی کرتے ہو۔

۱۔ گھبرائیں ۲۔ صحیح لفظ ناچار ہے مگر عورتوں کی زبان پر یہی چڑھا ہوا ہے ۳۔ کہہ دیا۔ ۴۔ صاف۔ ۵۔ کھلی ہوئی بے قوفی۔ ۶۔ فکر۔ ۷۔ اقرار۔ ۸۔ جرم کرنے والے چور جیکار وغیرہ۔ ۹۔ پس و پیش۔ ۱۰۔ ڈھونگ۔ ۱۱۔ کچھ نہ کچھ عیب۔ ۱۲۔ بری فال نہ نکالو۔

تمھیں وہم[1] نہیں آتا۔

میاں - اس میں کچھر وچر کی کیا بات ہے تم تو سب ٹھیک کر چکیں نا - اب مجھ سے پوچھنے کی ضرورت ہی کیا رہی۔

بیوی - پتھر پڑیں[2] تمھاری سمجھ پر ساری عمر یہی پٹنا[3] رہا - کبھی تم نے سیدھے منھ بات نہ کی بُری بات تو خیر بُری ہی ہے مگر تم کو میری بھلی بات بھی بُری لگتی ہے - تمھاری بیٹی کی بات میں نے اچھی جگہ لگا دی اس میں میں نے کون سا بِس[4] گھول دیا - لڑکی تمھاری ہے کوئی میں اپنے گھر سے تو لائی ہی نہیں - باوا تم - پیسہ لگے گا تمھارا - میں بے چاری کون؟ اور پھر کہتے ہو کہ مجھ سے کیوں صلاح پوچھتی ہو - تم سے نہ پوچھوں تو کس سے پوچھوں۔

میاں - اچھا صاحب اچھا - جو تمھارے دل میں آئے سو کرو - منع کون کرتا ہے۔

بیوی - الٰہی خدا کی مار پڑے ایسے جی جلانے والے پر - تم آدمی ہو یا گھن[5] چکر - خواہ مخواہ بات کا بتنگڑ[6] بناتے ہو - لوگ سنیں گے تو تمھارے منھ میں .. .. .. دیں گے - خدا کرے میں مٹ[7] جاؤں - دنیا کے پردے سے اُٹھ جاؤں - ناشاد نامراد جاؤں - الٰہی یہ شادی مجھے دیکھنی نصیب نہ ہو - دوگھڑی[8] کی موت مجھے آ جائے کہ تمھارا پاپ[9] کٹ جائے اور تم سے

[1] شک یعنی بُرا نہیں معلوم دیتا - [2] یعنی تمھاری سمجھ بہت کھوٹی ہے - [3] جھکنا [4] زہر - [5] جس طرح آتش بازی میں گھن چکر چک پھیری کھاتا ہے بچلا نہیں رہ سکتا تم بھی اُٹھاؤ چولھا ہو کسی کل قرار نہیں - [6] ذرا سی بات کو طول دینا - [7] فنا ہو جاؤں مر جاؤں - [8] یکایک موت - [9] مصیبت ختم ہو۔

میرا پیچھا چھوٹے اور تم چین سے رہو۔

میاں - یہ بھی کوسنے[1] پیٹی کی بھلا کوئی بات ہی۔ ناحق تم بگڑتی ہو خدا جانے کب کی بھری[2] بیٹھی ہو جو جلے پھپھولے[3] پھوڑ رہی ہو۔ میں نے کوئی بات بھی کہی ہو۔ میں تو یہی کہہ رہا ہوں کہ جہاں تمھارا دل ٹھکے شوق سے کرو میں تمھاری رائے میں دخل دینا نہیں چاہتا۔

بیوی - بس تو تم نے مجھ پر چھپڑ[4] اُدھار رکھ دیا۔ اچھی کی تو خدا نے اور بُری کی تو بندے نے اور آپ صاف الگ ہو گئے۔ باوا کے ہوتے میں کم بخت کرنے والی کون؟ تمھاری لڑکی ہی چاہے کرو چاہے نہ کرو۔ چاہے عمر بھر گھٹنے[5] سے لگا کر بٹھا رکھو۔ لیکن یہ تو سوچو کہ جوان لڑکی کا بٹھا رکھنا کتنا بڑا گناہ ہی۔ آخر ایک نہ ایک دن یہ کام کرنا ہی پڑتا ہی۔ ایسی باتیں بار بار نہیں آتیں۔ اگر میں نے ہاں کر بھی لی تو اُس میں بُرائی کون سی کی۔ اپنی جانم۔ (جانب) میں نے تو گھرانا اچھا دیکھا۔ لڑکا اچھا۔ پھر غیب کی خبر خدا کو ہی۔ تم اِس طرح کانوں[6] میں تیل ڈال کر اور منھ میں گھنگنیاں[7] بھر کے بیٹھو گے نہ منھ سے بولو گے نہ سر سے کھیلو گے تو آخر اکیلے میرے بل[8] بوتے کا تو یہ کام ہی بھی نہیں۔ اِس کا بَر[9] کوئی عرش پر سے اُترنے ہی سے رہا۔ دُنیا جہان میں ماں باپ دونوں ہی کی صلاح سے بیٹے بیٹی کا کاج ہوتا ہی مگر

۱- کوسنا اور پیٹنا ۲- لڑنے پر آمادہ ۳- دلاسے رہی ہو ۴- الزام ۵- نزدیک ۶- کسی بات کو نہ سننا ۷- خاموش بیٹھنا ۸- بس - قدرت - ۹- جوڑا - شوہر

تم کو تو گھر وار کی کچھ خبر ہی نہیں۔

میاں (نے دیکھا کہ بات بڑھتی ہو نہایت نرمی اور آہستگی سے کہا) شادی بیاہ کا معاملہ ایسا نہیں کہ یوں ہتیلی پر سرسوں جمائی جائے اور جھٹ پٹ بلا سوچے سمجھے طے ہو جائے۔ ہر پہلو پر نظر ڈالنی چاہیے کُنبے والوں سے صلاح مشورہ لو یہ معاملہ ایسا نہیں کہ کوئی سودا اہو ناپسند ہوا پھیر دیا یا بدلوا لیا یہ تو مرنے بھرنے کا معاملہ ہو۔ یہ تو میں بھی جانتا ہوں کہ لڑکا ہر طرح اچھا ہو۔ ذات ذمات۔ ہڈّی بوٹی۔ روپیہ پیسہ سب باتیں ایک سے ایک اچھی ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ معزز عہدہ پر مامور ہو مگر ہم کو اپنی لڑکی کو بھی تو دیکھنا چاہیے کہ اُس گھرانے میں اُس کا نباہ ہو سکے گا یا نہیں۔ دو دن میں جوتیوں میں دال بٹنے لگے تو پھر کیا کرو گی سر پر ہاتھ دھر کر روؤ گی بے شک ہماری لڑکی ہم کو پیاری ہو۔ ہماری نگاہ اُس کے عیب پر نہیں پڑتی مگر یہ تو دیکھو کہ تم نے لاڈ میں اُس کا کھوج کھو دیا نہ لکھوایا نہ پڑھوایا نہ خانہ داری کا اُسے سلیقہ۔ مزاج اس کا خراب بات جہاں ٹھیرا رہی ہو وہ لڑکا اعلیٰ درجہ کا تعلیم یافتہ بھلا وہاں اس کا کیا حشر ہو گا۔ بس اگر مجھے پس و پیش ہو تو اسی بات کا ہو اور کوئی بات نہیں۔ ایسا نہ ہو کہ جگ ہنسائی ہو۔

۱۔ جلد بازی۔ تُرت پھرت۔ ۲۔ گُر۔ ۳۔ تھکا فضیحت ہونا۔ ۴۔ ستیاناس کر دیا۔ برباد کر دیا۔

۵۔ انجام۔ ۶۔ اندیشہ۔ ۷۔ دُنیا بھر میں ندامت۔

بیوی - تم مردوں کی مت تو الٹی ہی ہوتی ہے۔ جب تم باپ ہوکر لڑکی میں اتنے کیڑے ڈالو گے تو دوسرے تو بس اُسے نشانہ کا ہاتھی ہی بنا دیں گے۔

اصل بات یہ ہے کہ جیسی مائی ویسی جائی۔ میں نے لاکھ اپنی جان تم پر ماری تو کیا ہوا۔ تم ہمیشہ مجھ میں کیڑے ہی ڈالتے رہے اور صرف اِس وجہ سے لڑکی بے چاری سے بھی خدا واسطے کی دشمنائی مول لی ہے اور ناحق بھی اُسے کھائے جاتے ہو۔ اسی واسطے اُس کم بخت نے ڈر کے مارے تمھارے سامنے نکلنا بھی چھوڑ دیا۔ تمھارا بس چلے تو اُسے کچا کھا جاؤ۔ خدا کا شکر ہے ایک ہی لڑکی ہے اگر دو چار ہوتیں تو خدا جانے تم کیا کچھ کرتے۔ میں نے تو بے شک ہامی بھر لی ہے۔ اب بھلا کوئی موقع ہے کہ انکار کیا جائے۔ اپنی طرف سے تو میں نے بہت کچھ دیکھ بھال کر لی ہے آگے تقدیر یا نصیب۔

غرض میاں بیوی کی دیر تک کٹھ حجتی ہوتی رہی۔ بات بڑھنے لگی بیوی نے اپنا سر پیٹ لیا اور میاں دبے پاؤں کھسک کر باہر چلے گئے اور منھ لپیٹ کر پڑ رہے نہ کھانا کھایا نہ پانی پیا اور نہ کسی نے اُلٹ کر ان کی خبر لی۔ یہ تو ایک معمولی سی جھڑپ ہم نے دکھلائی اگر امیر بیگم کی باقاعدہ لڑائی کا حال ہم کبھی سنائیں تو روم و روس کی

---

۱ عقل ۲ عیب نکالو گے ۳ انگشت نما کریں گے ۴ جس کی جیسی ماں ہوتی ہے ویسی بیٹی بھی ہوتی ہے ۵ اصل لفظ کٹھ حجتی ہے مگر عورتوں کی زبان پر یوں ہی چڑھا ہوا ہے ۶ کج بحثی ۷ پھیر ۸ ہلکی سی مدبھیڑ۔

لڑائی کا تشہ سامنے آجائے سچ یہ ہے کہ مرزا صاحب کو اِس تعلق پر اعتراض لڑکے کی طرف سے نہ تھا جو کچھ تھا اپنی لڑکی کی طرف سے تھا۔ مرزا صاحب جانتے تھے کہ بیوی کے مُنھ سے جو بات نکل چکی تھی وہ پتھر کی لکیر[2] تھی ضرور ہو کر رہے گی۔ مرزا صاحب نے بھی ڈھیل دی۔ اُن کی مخالفت نہ کرنا ہی دلیل اجازت تھی۔ جھٹ منگنی اور چھ مہینے کے اندر پٹ بیاہ ہوگیا اور لاڈلی بیگم شہر کے شہر میں بیاہی گئیں اور اصل خیر سے ڈپٹیائن[3] بن گئیں۔

۷۔ متاہلانہ[4] زندگی کے حالات

زندگی زندہ دلی کا ہے نام　　مردہ دل خاک جیا کرتے ہیں

سارے محلے میں کھلبلی[5] مچ گئی جس کو دیکھو دُلھن کو دیکھنے کو دوڑا چلا جا رہا ہے۔ دُلھن کی صورت اور دان دہیز (جہیز) دیکھ کر سب خوش خوش تھے لیکن سیرت کی کسے خبر تھی کہ پیٹ میں کیا گُن بھرے ہیں دلھنوں کے ساتھ ایک یا دو ساتھ والیاں آیا کرتی ہیں مگر لاڈلی بیگم کے ساتھ ایک درجن لونڈیاں۔ مامائیں۔ اصیلیں۔ انّا۔ دوا۔ چھوچھو مغلانی اور کون کون الّا بلا سب چمٹی ہوئی تھیں۔ اِن خوشامدیوں اور خود غرضوں نے دُلھن کو ہَوّا[6] بنا رکھا تھا۔ کچھ تو دُلھن خود ناز و نعم کی پلی ہوئی اور کچھ اُس کے حوالی[7] موالی نے اُسے بنا رکھا تھا۔ پیراں نمی پرند مریداں می پرانند[8]

۱۔ تماشہ۔ منظر ۲۔ پکی کھی جو ٹل نہ سکے جس طرح پتھر کی لکیر مٹائے مٹ نہیں سکتی۔ ۳۔ ڈپٹی کی مونث جیسے مولوی مولون۔ ۴۔ بیاہی ہوئی زندگی۔ ۵۔ گڑبڑ۔ ایرے غیرے ۶۔ ڈر کی چیز ۷۔ گرد و پیش کے لوگ ۸۔ پیر تو نہیں مگر اُن کے مرید انہیں سے اُڑتے ہیں۔ یعنی اپنے پیر کی نسبت بہت ڈینگ مارتے ہیں۔

جس کو وہ دیکھتی تھیں اُس کی خوشامد درآمد میں لگا رہتا تھا ۔ جدھر دیکھو اللہ آمین اور اللہ اللہ بسم اللہ ع ۔

آدمی[1] فربہ شود از راہ گوش

لاڈلی اپنے آپ کو کچھ انوکھی[2] اور عجب چیز سمجھنے بھی لگی تھی سُسرال اور میکا دونوں گھر آنگن[3] تھا ۔ مکان قریب ہی قریب تھے ۔ رات دن ماماؤں کا تانتا[4] لگا رہتا تھا ایک آتا تھا ایک جاتا تھا ۔ دلھن یہاں تو کچھ کھاتی نہ تھیں مگر کھائے کے گال اور نہائے کے بال کب چھپتے ہیں ۔ اِن کے میکے سے چوری چھپے کچھ نہ کچھ آتا ہی رہتا تھا ۔ ماماؤں اور اصیلوں نے نئے گھر میں اپنا ایسا سکہ جمایا کہ بڑی بی بے چاری کو کچھ بن[5] نہ پڑی ۔ نئی نئی دُلھن اُس کے ساتھ والیوں کی بات سُننی ہی پڑتی تھی ۔ لیکن اُن کو مایوسی[6] کی کوئی وجہ نہ تھی کہ دن کو رات دلھن پنے میں ایسا ہوا ہی کرتا ہے رفتہ رفتہ[7] یہ سب بھٹے پر کی چڑیاں خود بخود اڑ جائیں گی اور یہ آخور[8] کی بھرتی باڑی کی طرح چھنٹ جائے گی تب دلھن آپ ہی رستے پر لگ جائیں گی فرخندہ نے بھی ڈھیلی[9] ڈوری چھوڑ دی تھی کہ تیل دیکھو اور

۱۔ آدمی (اپنی تعریف) اپنے کانوں سے سُن سُن کر (خوشی کے مارے) پھول جاتا ہے ۔ ۲۔ غیر معمولی نادر ۔ ۳۔ پاس پاس جیسے گھر اور انگنائی ۔ یعنی صحن خانہ ۴۔ سلسلہ ۔ ۵۔ کچھ نہ سُدھری ۔ ۶۔ ناامیدی ۔ ۷۔ بتدریج ۔ آہستہ آہستہ ۔ ۸۔ کھیت میں جب بھٹے لگتے ہیں تو چڑیوں کے جھلڑ کے جھلڑ آتے ہیں جب بھٹے ہو چکتے ہیں تو چند روز میں چڑیوں کا یہ بھی نہیں رہتا اسی طرح ان عورتوں کا مجمع چھنٹ جائے گا ۹۔ فضول بھاؤ ۔ ۱۰۔ جس طرح بلغمی مزاج کا آدمی پھول جاتا ہے وہ اصلی موٹاپا نہیں ہوتا اور جلد جھنک جاتا ہے اسی طرح کا یہ چند روزہ جمگھٹا تھا جو خود بخود منتشر ہونے والا تھا ۔ ۱۱۔ روک ٹوک نہ کی ۔

تیل[1] کی دھار دیکھو۔ آدمی[2] دیکھو بس کر اور سونا دیکھو کس کر چوتھی[3] چالوں تک تو دلھن کا گھونگھٹ ہی نہیں اُٹھتا اُس کے اچھے بُرے کی خبر کیوں کر ہو۔ اب خدا رکھے بیاہ کو تیسرا مہینا شروع ہو گیا تھا اگلی سی وہ شرم باقی نہ تھی آنکھیں کھُل گئی تھیں چلنے پھرنے اور کچھ بات چیت بھی کرنے لگی تھی۔ فرخندہ نے اتنا تو معلوم کر لیا تھا ان کا دل خدا جانے میکے میں کیوں زیادہ لگتا ہو۔ یہاں جب تک رہتی ہیں ملول اور منقبض[4]۔ میکے کی سی آنہ ادی یہاں کہاں نصیب۔ یہاں گھر میں صرف ایک بڑی بی کا دم تھا اور دو دو مامائیں یا کوئی محلے والی گھڑی[5] دو گھڑی کو آن نکلی[6]۔ ان سے دلھن کی دل بستگی[7] کیسے ہو سکتی تھی۔ وہاں ایک گنوڑول[8] جمع رہتا تھا۔ دُلھن کی ڈولی ڈیوڑھی پر پہنچی کہ اُن کو پُرانی سہیلیوں نے گھیر لیا۔ صحنچی[9] ان لم چھینوں[10] سے بھری رہتی تھی جن میں مولوسقے کی لڑکی رضا نو۔ جُھمّن بھٹیارے کی نواسی۔ رحیمن حسینی۔ رنگریز کی لڑکی بنو سے ان کی دانت[11] کاٹی روٹی تھی بلکہ ان میں سے عجب نہیں کہ کوئی دوپٹہ[12] بدل بہن بھی بنی ہوئی ہو۔ دونوں وقت صبح شام چودھراین[13] حلال خوری کی

۱۔ تامل کرو۔ ۲۔ جس طرح سونے کا کھوٹ اور کھرا پن بدون کسوٹی پر کسے کے نہیں معلوم دیتا۔ اسی طرح آدمی کا حال ملا رسے لینے کے نہیں کھلتا۔ ۳۔ شادی کے دوسرے دن کی رسم چوتھی کہلاتی ہے اور چالے ہفتہ وار ہوتے ہیں۔ ۴۔ رکی ہوئی۔ ۵۔ ذرا کی ذرا۔ ۶۔ آگئی ۷۔ دل لگنا۔ ۸۔ گنوار دل یعنی دیہاتیوں کا مجمع۔ ۹۔ سہ دری ۱۰۔ بیہودہ عورتوں۔ ۱۱۔ بہت میل ملاپ تھا۔ ۱۲۔ جب کسی کو بہن بناتے ہیں تو ایک لڑکی دوسری سے دوپٹہ بدل لیتی ہے یہ بھی ایک طریقہ بہناپے کا ہے۔ ۱۳۔ چودھری کی مونث۔

سے تو کہنے کا منھ[1] نہ پڑا مگر ماما سے کہا۔ تو[2] اس گھر کا تو باوا[3] آدم ہی نرالا ہی
میں نے تو یہ نئی دنیا دیکھی ہی۔ بھلا آٹا تلوانا میں کیا جانوں اور جنس
نکلوانے کی مجھے کیا خبر مجھے دیکھو اور ماماؤں کے کام کو دیکھو۔ ہمارے ہاں
تو جنس کی کوٹھری کی کنجی ماما شبراتن کے پاس رہتی ہی وہی سب کرتی
دھرتی ہی اتا جان نہ کبھی اُلٹ کر پوچھیں نہ اُن کو خبر کہ کیا چیز کب آئی
اور کتنی آئی اور کب ختم ہوئی اور وہ بے چاری ایسی ایمان دار ہی کہ کیا
مجال کہ ایک تنکا[4] اِدھر کا اُدھر تو ہو جائے۔ کوئی چیز ختم ہو گئی اتی جان
سے اُس نے کہہ دیا اُنھوں نے باہر کہلا بھیجا بس آ گئی۔ بھلا یہ دردسری
کون لے کہ خود تلواؤ خود رکھواؤ اور پھر حساب بھی رکھو یہ گھر کا ہی کوئی اجنو
بنیے کی دُکان ہوئی۔ باورچی خانے میں خدا رکھے ایک چھوڑ دو دو ماما میں
ایک نے جھاڑو بہارو دی دوسری نے مسالا پیا۔ ایک نے سالن
بھونا دوسری نے روٹی ڈالی۔ چلو کھانا طیار ہو گیا۔ اُنھوں نے نکالا
اور سامنے دسترخوان پر رکھ دیا پکانا اُن کا کام ہی اور کھانا ہمارا۔ اِس
گھر کی جو بات دیکھو انوکھی[5]۔ اونٹ[6] رے اونٹ تیری کون سی کل سیدھی
جس چیز کو دیکھو کانٹے[7] کی تول تولی جاتی ہی اور پھر طرفہ یہ کہ حساب بھی
ایسی پابندی سے لکھوایا جاتا ہی کہ جیسے کسی غیر کا مال ہی۔ تاپاں[8] بیبی
کرون بھر باورچی خانے میں گھسی[9] رہتی ہیں بڑا ٹے سے[10] بے دال کی طرح

۱- ہمت نہ ہوئی - ۲- دستور - ۳- انوکھا - ۴- راسی جھر کی - ۵- عجیب - ۶- اونٹ کی کسی بات میں بے ڈھنگی
قد بے ڈول گردن ٹیڑھی یعنی شیطان کی آنت پیٹھ دیکھو تو ٹیڑھا ہوا یعنی سارا کارخانہ نے[illegible] - بہت احتیاط
سے پوری پوری ٹھیک ٹھیک - ۸- گھسی - ۹- ایسی ملا کہ حس کے فیصلہ کا کوئی علاج نہ ہو -

ماماؤں کے سر پر سوار۔ بھلا یہ بھی کوئی امیری ہے کہ خود چولھا پھونکیں سالن آپ بگھاریں اور سٹو پر اٹھے بھی اپنے ہی ہاتھ سے پکاتی ہیں کہ کہیں ماما گھی نہ چرالے۔ جب ماماؤں پر بھروسہ نہیں ہے تو مامائیں رکھیں ہی کیوں؟ ایسی کیا دوچوٹی ہیں کہ آنکھوں کا کاجل[1] نکال لے جائیں گی۔ یہی نا کہ دو ایک روٹیاں چرالیں گی یا ایک آدھ ٹکیہ گھڑ لیں گی تو امیروں کے گھر میں تو ایسا ہوتا ہی ہے۔ ایسی بال کی کھال تو موے نفاختوں[2] کے ہاں نکالی جاتی ہے کہ آپ کھائیں نہ کسی کو کھانے دیں صدقے میں اتاری تھی موئی ایسی امیری کہ چمڑی جائے[3] مگر دمڑی نہ جائے۔ ہمارے گھر کا یہ دستور نہیں نہ ہم نے ایسا بے ڈھنگا[4] کارخانہ آنکھ کھول کر دیکھا یا سنا۔ ہم نے تو ساری عمر امن چین سے گزاری۔ نوکر چاکر ٹہل خدمت کو رہے[5] کبھی ہل کر اپنے[6] ہاتھ سے پانی بھی نہ پیا بھلا کام کرنا تو کجا۔ جب خدا نوکر دے تو آپ تکلیف کیوں اٹھائے۔ میرا تو یہ دستور قاعدہ رہا کہ صبح سویرے تو مجھ سے اٹھا نہیں جاتا۔ آٹھ بجے سے اول میری آنکھ کھلتی ہی نہیں۔ جب ہوشیار ہوئی تو بھی گھنٹہ آدھ گھنٹے پلنگ پر پڑی کروٹیں لیا کرتی ہوں۔ مغلانی نے چوکی پر پانی کا لوٹا منجن تولیہ

۱۔ یعنی دیکھتے دیکھتے چرالیں۔ ۲۔ منحوس۔ ۳۔ چاہے جان جائے تو جائے مگر دمڑی نہ جائے۔

ف گرجاں طلبی مضایقہ نیست ؛؛ گر زر طلبی سخن دریں ست۔ جان مانگیے تو مضائقہ نہیں حاضر ہے شوق سے لیجئے لیکن اگر روپیہ پیسے کا سوال ہے تو یہ ٹیڑھی کھیر ہے۔ بس معاف رکھیے۔

۴۔ ابتر۔ ۵۔ حاضر باشی۔ ۶۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر۔

سب کچھ رکھ دیا جب مجھے اُٹھایا میں اُٹھی ضرورتوں سے فارغ ہوا تھ مُنھ دھویا پان کھایا۔ بازار سے کچوریاں۔ حلوا پوری منگا ناشتہ کیا یا کبھی نہاری منگالی اور گھر میں گھی داغ کرکے ڈال لیا۔ پھر جو گُڑیاں لے کر بیٹھی تو دوپہر ہو گئی۔ امّاجان کھانے کو کئی دفعہ بلاتی ہیں اور میں نہیں جاتی اور صاف کہہ دیتی ہوں کہ ابھی نہیں آتی گڑیاں کھیل رہی ہوں یا کبھی یہ کہہ کر ٹال دیا کہ مجھے بھوک نہیں میں ابھی نہیں آتی۔ امّاجان دسترخوان بچھائے میری راہ دیکھتی رہتی ہیں میں ہیترا کہتی ہوں کہ بی تم کھا لو نا مگر وہ بے میرے ٹکڑا نہیں توڑتیں ناچار میں گڑیاں چھوڑ کر گئی۔ منھ جھٹال کر چلی آئی وہ منتیں کرتی رہتی ہیں کہ تونے تو کچھ کھایا ہی نہیں۔ اچھی تیرا جی تو اچھا ہے اور مجھے بھوک نہیں لگتی کہ صبح خوب سا ناشتہ کرلیتی ہوں اور پھر کا چھن آجاتی ہے تو اُس سے سودا لے لیا پیٹ تو یوں بھر گیا اب کھاؤں کیا۔ دوپہر کو سو رہی تو ایسا سوتی ہوں کہ تیسرے پہر کو اُٹھتی ہوں۔ پھر کچھ بازار سے سودا منگوایا اور خوب پیٹ بھر کر کھایا۔ شام ہوتے ہی خدا جانے کس بلا کی نیند اُمنڈتی ہے کہ بس اِدھر چراغ میں بتی پڑی اُدھر بندی جو لیٹی تو پھر نو بجے کی توپ چلے امّاں نے زبردستی جھنجوڑ جھنجوڑ کے اُٹھایا۔ مگر نیند اِس غضب کی ٹوٹ پڑتی ہے کہ اُٹھنے کو دل نہیں چاہتا آخر کو امّاں منھ پر ٹھنڈے پانی کے چھینٹے بھی دیتی ہیں کہ کسی طرح ہوشیار ہو کر ایک ٹکڑا تو کھالے ورنہ ساری پہاڑ سی رات بھوکی رہے گی۔

۱۔ حوالہ ۲۔ صرف چکھ کر ۳۔ گھر آتی ہے ۴۔ زور سے ہلانا ۵۔ بہت لمبی ۱۲

میں خفا بھی ہوتی ہوں برا بھلا بھی کہتی ہوں اُن کا ہاتھ بھی جھٹک دیتی ہوں مگر وہ مجھے اُٹھائے اور کھلائے بغیر نہیں رہتیں۔ خیر اُن کی خاطر سے اُٹھ بیٹھتی ہوں۔ رُوٹی دوٹی تو میں کھاتی نہیں۔ میرے واسطے وہ ایک پراٹھا ڈال رکھتی ہیں اور بازار کی ربڑی اور تھوڑے سے سیخ کے کباب بس یہ میری غذا ہی۔ ہاں سوتے وقت تھوڑا سا دودھ پی لیتی ہوں۔ پھر جو بندی مُردوں سے شرط باندھ کے سوتی ہی تو وہی صبح کے نو بجے اُٹھتی ہی وہ بھی اُٹھانے سے اور جو کوئی نہ اُٹھائے تو شاید دوپہر تک بھی نہ اُٹھوں۔ جب سے شادی ہوئی میری سب عادتیں چھوٹ گئیں۔ یہاں امّاں جان صبح سویرے اُٹھ کر نماز پڑھتی ہیں بھلا ہمارے ہاں اتنے سویرے کون اُٹھتا ہی۔ یہاں کھٹر پٹر شروع ہو جاتی ہی۔ نیند بھرے تو کیسے بھرے۔ میں بھی اب بہت سویرے اُٹھنے لگی پھر بھی سات بجے کے اول تو نہ میں آج تک اُٹھی نہ مجھ سے اُٹھا جائے۔ سو وا میں نے کھانا ہی چھوڑ دیا۔ یہاں کی کاچھن موئی رٹیل[1] چیزیں اُٹھالاتی ہی ہماری کاچھن منیامنڈی[2] سے ٹوکرا بھر کر لاتی ہی اُس کا ٹوکرا تم دیکھو تو معلوم ہو۔ اکثر تو میں ہمارے ٹوکرے کا مول کر لیتی ہوں ترکاری خریدی اور سب کو بانٹ دی میں نے بھی برائے نام کچھ چکھ لی۔

۱۔ بدل مهمل۔ ۲۔ ردی بے کار۔ ۳۔ وہ جگہ جہاں باغوں سے ترکاری آکر جمع ہوتی ہی وہاں سے شہر کے سبزی فروش متفرق طور پر خرید کر اپنی دُکانوں پر لاکر بیچتے ہیں چوں کہ تھوک فروشی ہوتی ہی۔ مال سستا ملتا ہی۔ کاچھنیں وہیں سے خریدتی ہیں۔

دوپہر کو جو کچھ میں کھاتی ہوں تم کو معلوم ہے۔ تیسرے پہر کا کھانا چھوٹ ہی گیا۔
رات کو نہ میں پہلے کبھی کھاتی تھی نہ اب کھاؤں کیوں کہ سویرے سو جانے
کی عادت مجھے بچپنے سے پڑ گئی ہے مجھ سے نہیں ہو سکتا کہ میں بڑی رات
تک جاگا کروں۔ خدا نے رات آرام کے لیئے بنائی ہے نہ جاگنے کے لیئے اور
بوا جو سویرے اُٹھے گا اور دن بھر کمر سیدھی نہ کرے گا وہ تو سویرے سویا ہی
چاہے۔ میری ساری عادتیں یہاں آ کر بدل گئیں نہ وقت پر سو سکتی ہوں
نہ نیند بھر سوتی ہوں نہ کھانے کے کوئی اوقات مقرر ہیں تو تم ہی بتاؤ کہ میں
تن درست کیسے رہ سکتی ہوں یہی وجہ ہے کہ اتنے ہی سے دنوں میں
ادھیا[1] گئی ہوں" ماما نے دُلھن کی سوانح عمری جا بیگم صاحب کے سامنے
دُھرائی۔ بیگم صاحب کو ذرا بھی اِس انوکھی زندگی پر تعجب نہ ہوا کہ خود دُلھن
کی حالت اِس کی شاہد[2] حال تھی اور وہ سمجھ گئیں کہ اس لڑکی کو راہِ راست[3]
پر لانا اگر محال نہیں تو مشکل تو ضرور ہے۔ بات رفت[4] گزشت ہو گئی۔ بیگم صاحب
بہو لا کر اس خیال سے خوش ہوئی تھیں کہ دُشراہٹ[5] ہو گی گھر کا کام کاج
سنبھالے گی مجھے آرام ملے گا مگر یہاں معاملہ برعکس تھا کہ ساس کو الٹی[6]
بہو کی خدمت گزاری اور بڑھ گئی۔ کیوں کہ بہو صاحب نے نہ کبھی کام کاج
کیا تھا نہ آگے کو اُن سے توقع تھی کہ وہ خانہ داری کا بوجھ اپنے سر لیں گی۔
ایک دن کا ذکر ہے کہ میاں کچہری جا رہے تھے۔ کرتہ ذرا سا اُدھڑا ہوا تھا۔

۱۔ آدھی رہ گئی ہوں۔ ۲۔ گواہ۔ ۳۔ سیدھے راستہ پر۔ ۴۔ گئی گزری ہوئی۔ ۵۔ ایک سے دو۔ تہائی کار فع ہو جانا۔ ۶۔ اُلٹا۔

بیوی سے اُنھوں نے کہا کہ ذرا جلدی سے کھونپ بھر دینا مجھے کچہری جانے کو دیر ہوتی ہے یہاں سرے سے سینے کی پخچہ ہی ندارد تھی۔ نہ سوئی نہ دھاگا کھونپ بھرے کون خیر اُس نے اپنی اتا سے سلوا لیا لیکن دل میں سونچا کہ یہ بیوی کاہے کو ہے بس ایک گوشت کی لوتھ ہے۔ بیوی سے جو آرام ملنا چاہیئے اُس میں کی ایک بات بھی اِس میں نہ تھی۔ کسی اور وقت مناسب پر برسبیل تذکرہ میاں نے پوچھا کہ "سینا پرونا تو تم کو آتا ہی ہوگا پھر تم نے سوئی دھاگا وقت بے وقت کے لیئے درست کیوں نہ کر لیا؟ خالی بیٹھے تمھارا دل گھبراتا ہوگا پہاڑ سا دن تمھیں ہاتھ پر ہاتھ دھرے گزرجاتا ہے۔ سینے پرونے ہی کا مشغلہ نکالو"۔ بیوی اوّل درجے کی آرام طلب اور عہدی تھیں اُن کو کام سے کیا تعلق وہ سرے سے کندھے پر جُوا ہی نہیں رکھنے دیتی تھی۔ گھر کی گاڑی کیا چلاتی۔ فوراً دو ٹوک جواب دیا۔ میں کوئی درزن تھوڑی ہوں خدا نہ کرے کہ میں سلائی کا سیوں ہمارے ہاں تو مغلانی نوکر ہے۔ میں نے تو کبھی سوئی میں دھاگا بھی نہیں پرویا۔ شیخ کیا جانے صابن کا بھاؤ۔ میرے ابا اماں نے راج کروایا۔ نا صاحب مجھ سے ذیدہ ریزی کا کام نہ ہوا ہے نہ ہوگا۔

میاں کے دل میں گرہ پڑ گئی کہ بس اس عورت سے گھر ہو چکا۔ عورتیں

۱۔ پھٹے ہوئے کو سی دینا۔ ۲۔ یو ٹلی۔ ۳۔ ڈھیر۔ ۴۔ آمد سخن۔ ذکر کے طور پر۔ ۵۔ بے کار۔ ۶۔ بیل جب کندھے پر جُوا ہی نہ رکھے دے گا تو گاڑی میں لگے گا کیسے ۷۔ سینے والی عورت۔ ۸۔ شیخ جی کو صابن کا بھاؤ کیا معلوم صابن کا بھاؤ وہ جانے جو صابن کا بیوپار کرے یعنی میں کیا جانوں۔ ۹۔ حکومت۔ ۱۰۔ پتہ ماری۔ ۱۱۔ بل۔

انتظام خانہ داری کے لیے بنائی گئی ہیں میں دیکھتا ہوں تو یہ سوائے بکری کی طرح پان چبانے کے اپنی جگہ سے جنبش نہیں کرتی نہ اِسے گھر کی خبر کہ اوندھا ہے یا سیدھا نہ پکانے ریندھنے میں ہاتھ ہٹاتے نہ سینے پرونے کا شوق اِس کا تو ابھی صاف جواب مل چکا ہے۔ اور کوئی بات کہوں گا تو اسی طرح ٹکڑا توڑ کر دھر دے گی۔ پڑھنے لکھنے سے اِس کو بحث ہی نہیں۔ نماز روزے سے اسے سروکار نہیں کبھی بھول کر بھی سجدہ نہیں کرتی تو ایسی سے میرا نباہ تو بس ہو چکا۔

فرخندہ جمال بہت دھیمے مزاج کا آدمی تھا۔ کسی کام میں جلدی نہ کرتا تھا۔ بیوی کے حالات غور سے دیکھتا رہا اور دل ہی دل میں سوچتا رہا۔ کہے سنے اُسے جو سنے یا جسے کچھ ہو۔ بیوی گھر میں ایک بگی اُسے چھیڑ کر اپنے سر مفت کی بلا کون لے۔ اِسی حالت میں چھ مہینے گزر گئے مگر اس نیک بخت کی حالت میں ایک رتی برابر فرق نہ ہوا۔ میاں کے خلاف مرضی کام کرنے پر اسے فخر و ناز تھا اپنی سہیلیوں میں بیٹھ کر شیخی بگھارا کرتی تھی کہ انھوں نے یوں کہا تو میں نے اُن کی بات کو یوں کاٹا اور ایسا تڑ سے جواب دیا کہ اپنا سا منھ لے کر رہ گئے۔ اُن کی سہیلیاں ہاں میں ہاں ملایا کرتی تھیں جس سے یہ اپنے زعم باطل میں بہت خوش تھی۔

۱۔حرکت ۲۔ اُلٹا ۳۔ شریک ہو جائے۔ ۴۔ واسطہ۔ ۵۔ گزارا۔ ۶۔یک رخی۔ اپنی بات کو تیج کرنے والی جو کسی دوسرے کی نہ سنے۔ ۷۔ رد کیا۔ ۸۔ فوراً سختی سے۔ ۹۔ شرمندہ ہوئے۔ ۱۰۔یعنی اُن کی بات کو درست اور روا جبی سمجھتی تھیں۔ ۱۱۔خیال فاسد۔

۸۔ دُلھن کی لگائی بجھائی میکے میں

دلوں میں کہنے سننے سے عداوت آہی جاتی ہے
صفائی لاکھ ہو لیکن کدورت آہی جاتی ہے

دُلھن کی عادت تھی کہ وہ ایک ایک کی دس دس میکے میں جا جا کر اپنی ماں سے لگاتی اور جب اُس نے دیکھا کہ ماں اُس کی باتوں پر کان دھرتی ہیں اور اُس کی ہر بات قدر رہتی ہے تو اُسے اور جرأت ہو گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ امیر بیگم سمدھن اور داماد دونوں سے بد دل ہو گئیں۔ اور آنے گئے کے سامنے اپنی صاحب زادی کا دُکھڑا لے بیٹھتی تھیں کہ میں نہیں جانتی تھی کہ سوار بیگم پیٹ میں سے ایسے پاؤں نکالیں گی۔ خدا جانے کب کا بیر نکالا کہ لڑکی کو گودنے ڈالتی ہیں وہ نگوڑی بہو کی قدر کیا جانے اُس کے آگے کوئی بیٹی ہوتی تو پرائی بیٹی کی قدر جانتی جس کی نہ پھٹے بوائی وہ کیا جانے پیر پرائی۔ وہ بہو کیا لے گئی ہیں گو بن داموں کی لونڈی لے گئی ہیں۔ کہنے کو تو اتنا بڑا گھر اور دیکھو تو ڈھاک کے تین پات ایک وہ خود بڑھیا اور صرف دو سڑیل مامائیں خوان بڑا خوان پوش نرا کھول کے

۱۔ چغل خوری ۲۔ رنجش ۳۔ چل جاتی تھی ۴۔ ہمت ۵۔ رنجیدہ ۶۔ آنے جانے والوں سے ۷۔ معاملہ شکایت ۸۔ آگے چل کر ایسی ہو جائیں گی ۹۔ عداوت ۱۰۔ جیسے ڈالتی ہیں۔ ۱۱۔ جس پہ گزری ہو وہ ہی جانے۔ جو کہ بے درد ہو وہ کیا جانے ۱۲۔ ڈھاک کا درخت دیکھنے میں تو اتنا بڑا ہوتا ہے مگر پتے چوں کہ بڑے بڑے ہوتے ہیں بہت کم ہوتے ہیں یعنی کچھ بھی نہیں ۱۳۔ بُری ۱۴۔ اتنا بڑا تو خوان اور اس پر اتنا بڑا اچھا۔ ظاہری ٹھاٹھ باٹ بہت مگر اندر کھول کر دیکھو تو صرف آدھا بڑا (قلمی بڑا) تھا (جو ایک قسم کی تلن ہوتی ہے) وہ بھی آدھا۔

دیکھو تو آدھا بڑا۔ سو ہوا اُس بڑھیا کی تو ہڈی[1] کی کام کرتے کرتے مرگئی ہے۔ ماماؤں کی طرح سارے گھر میں ایک[2] پاؤں پڑی پھرتی ہے اُسے تو کام کرنے کی عادت پڑگئی ہے۔ رہی میری بچی بھلا وہ کام کرنا کیا جانے اُس سنے تو خدا رکھے ماشاء اللہ آنکھ کھول کر اپنے آگے نوکر چاکر ہی دیکھے ہیں سنے تو کسی بات میں اُس کی آنکھ پر[3] میل تک آنے نہ دیا۔ تقدیر اُس بچی کی ایسی پھوٹی[4] کہ خدا دشمن کو بھی یہ دن نہ دکھائے۔ بڑی بی چاہیں کہ بہو اُن کی ٹہل خدمت کرے اور وہ چین سے مسند تکیئے سے لگی بیٹھی رہیں تو نا بنو حاشا[5] للہ جب تک اِس بندی کے دم میں دم ہے یہ تو نہ ہوا ہے نہ ہوگا۔ بڑی بی مُنھ[6] دھو رکھیں مجھے اپنی لڑکی کو گھٹنے[7] سے لگا کر بٹھانا منظور ہے۔ میں نے بیٹی بیاہی ہے لاکلام کوئی اُن کے آگے لونڈی باندی تھوڑی دی ہے۔ ایسی سسرال کو میرا دور سے سلام ہے جُھلسا[8] لگے ایسی نامراد[9] ساس کو جہاں میری بچی گُھل گُھلا[10] کر آدھی رہ گئی۔ مجھے تو اِس کے جینے کے لالے[11] پڑگئے ہیں دیکھئے وہ جیتی کیوں کر ہے[12]" امیر بیگم کے جوش مادری کا یہ پہلا اُبال تھا خدا جانے آگے چل کر کیا اُفتاد پڑے ؎

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا
آگے آگے دیکھ تو ہوتا ہے کیا

۱۔ عادت پڑگئی ہے ۲۔ سارے کام کرتی پھرتی تھیں ٹلوانہ ٹکتا تھا ۳۔ ذرا کبھی رنج نہ ہونے دیا ۴۔ بُری ہوئی ۵۔ ہرگز نہیں ۶۔ یعنی یہ بات نہ ہوگی ۷۔ بہ پاس ۸۔ مردار ۹۔ جھُلسنا۔ جلا دینا یعنی جل جائے ۱۰۔ کم بخت ۱۱۔ غم سے دُبلی ہوگئی ۱۲۔ اللہ آپس پڑگئی ہے۔

لاڈلی نے ساس کی طرف سے ماں کو اُلٹی سیدھی پٹی خوب پڑھائی تھی اور ضمناً شوہر کی بے اعتنائی اور لاپروائی بھی ظاہر کی اور سب سے بڑھ کر یہ سجھایا کہ شوہر تو اپنی ذات سے نیک ہو لیکن ماں کا کلمہ پڑھتا ہو۔ اور بالکل ماں کے کہنے میں ہو جس کل وہ اُٹھاتی بٹھاتی ہیں یہ اُٹھتا بیٹھتا ہو خیر وہ بیٹے یہ ماں مگر غضب تو یہ ہو کہ مجھ پر بھی دباؤ ڈالتے ہیں کہ تم بھی اُن کی تابع دار ہو کر رہو۔ سو اِس بندی نے اپنی ماں کی تابع داری تو آج تک کی ہی نہیں یہ بے چاری تو کس شمار و قطار میں ہیں۔ میں ان کو سمجھتی کیا ہوں یہ ہیں کس باغ کی مولی۔

۹۔ ساس بہو کی شکر رنجی

گرمی سہی کلام میں لیکن نہ اس قدر
کی جس سے بات اُس نے شکایت ضرور کی

لوگوں کو کچھ اِدھر کی بات اُدھر لگانے اور آپس میں لڑائی ڈلوانے میں مزہ آتا ہو۔ یہ ساری باتیں اور نمک مرچ لگا کر دُلارا بیگم کیا بلکہ فرخندہ جمال کے کان میں پھونک دیں۔ غرض دلھن والوں کی طرف سے جنگ کا الٹیمیٹم (اعلان) دے دیا گیا اور دونوں طرف سے دلوں میں کدورتوں کا غبار چھنے لگا۔ بڑی بی بے چاری نے ابھی تک مُنھ سے بھاپ

۱۔ چلکہ دیا ۲۔ اندرونی طور پر ۳۔ بے رخی ۴۔ اصل لفظ لاپروائی ہو۔ مگر عورتیں یہی بولتی ہیں غلط العام ہو ۵۔ دم بھرتا ہو ۶۔ کم و بیش کرکے ۷۔ چغلی کھاوی۔ حالتیں۔

نہیں نکالی بہو کو بالکل اُس کی مرضی پر چھوڑ دیا تھا۔ لیکن بہو صاحب چاہتی تھیں کہ بڑی بی کو بے دخل محض کر کے میاں کو کوڑیا[۱] غلام[۲] بنا لیں فرخندہ جمال کی طبیعت سے یہ امر بالکل مستبعد تھا۔ وہ ماں کی عظمت ہی نہیں کرتا تھا بلکہ اُس کو ماں کا عشق تھا اور ماں بیٹے پر دیوانی تھیں۔ گھڑی بھر نہ دیکھتی تھیں تو بے چین ہو جاتی تھیں ایسے ماں بیٹوں کو، جو شمع اور پروانہ ہوں۔ چھڑا دینا یا تفرقہ ڈلوانے کی کوشش کرنا ناخن سے گوشت یا قالب سے روح کو جدا کرنا تھا جو کچھ آسان کام نہ تھا۔ دُلھن کی مشیر[۳] اعظم اُن کی والدہ ماجدہ تھیں۔ وہ اپنا گھر تو غارت[۴] کر ہی چکی تھیں اب بیٹی کی باری تھی ؎

تو کار زمیں را نکو ساختی   کہ با آسماں نیز پرداختی[۵]

اُنھوں نے تو بیٹی کو بس یہی تعلیم دی تھی کہ ساس کو جس طرح ممکن ہو گھر سے بے دخل کر خود قابض ہو جائے اور میاں کو کبھی مُنھ نہ لگائے ورنہ اپنی قدر کھوئے گی اور عمر بھر پچھتائے گی اور سر پر ہاتھ دھر کر روئے گی یہی دو باتیں بیٹی کی ازدواجی[۶] زندگی کی لینڈ مارک (بڑے اصول) تھیں۔ ساس پر تو دُلھن چھاپا مار ہی چکی تھیں میاں پر اب نرغہ[۷] تھا۔ دُلھن کے دل میں از خود کھیانا وال[۸] خیر خواہوں کے بھڑکانے اور بڑھاوے[۹] چڑھاوے دینے سے

۱۔ مانند غلام ۔ ۲۔ زرخرید غلام بالکل تابع حکم ۔ ۳۔ بڑی صلاح کار ۔ ۴۔ برباد ۔ ۵۔ دنیا کا کام تم نے کون سا سلیقے سے کیا جو تم کو آسمان کی سوجھی ۔ ۶۔ بیاہی ہوئی ۔ ۷۔ مغلوب کر لیا تھا ۔ ۸۔ مصیبت میں گھر گیا تھا ۔ ۹۔ سبز باغ دکھلانے سے ۔

یہ خیال[1] جم گیا تھا کہ بڑی بی اُس کی دلی بدخواہ اور پکّی[2] دشمن ہیں اور بیٹے کو وہی اُکساتی[3] اور اُبھارتی رہتی ہیں۔ بس اِس[4] کی گانٹھ یہی بڑھیا ہے ورنہ کبھی کا پاؤں[5] مرید ہو جاتا اور کیا معنی کہ چالیس دن سے برابر قلندر شاہ کا پلیتہ[6] جلا رہی ہوں ماں بیٹوں میں پھوٹ[7] ڈالنے کو گنڈھک پڑھوا[8] رہی ہوں مگر کچھ بھی اثر نہ ہوا اور نہ اُن کے تعویذ تیر بہدف ہوتے ہیں کبھی خطا نہیں کرتے۔ بیگم صاحب کا پیٹھ پیچھا ہے اُن کی نسبت ایسے رکیک[9] خیالات صریح بدگمانی اور اتہام[10] تھا۔ حق بات نکلی نہیں جاتی ہم کو جہاں تک معلوم ہے سرداد بیگم بہو کو از حد چاہتی تھیں اُس کو آنکھ کا تارا[11] سمجھتی تھیں بیٹی تو اُن کے کوئی تھی ہی نہیں بہو کو دیکھ کر وہ شاد شاد ہوتی تھیں کہ اللہ میاں کے صدقے جاؤں کہ اُس نے مجھے بیٹی بھی دی۔ اللہ نے یہ دن نصیب کیا کہ بہو لائی وہ بیٹے کو ہمیشہ ڈپٹا[12] کرتی رہتی تھیں اور یہ کہہ کر ٹال[13] دیتی تھیں کہ بچہ ہے نادان ہے۔ آگے چل کر خود سمجھ آجائے گی خبردار تمہاری طرف سے دل شکنی[14] کی کوئی بات نہ ہو لیکن بڑی بی کی تقدیر کہ کرنے جاتی نہیں سیدھی اور ہوتی تھی اُلٹی۔ نیکی برباد گناہ[15] لازم بات یہ ہے کہ لاڈلی کو تو سرے سے وہ طرز عمل ہی ناگوار[16] تھا جو شوہر نے

۱ یکا ہو گیا ۲ بھڑکاتی ۳۔ رہری کرہ۔ ۴۔ ایسا مرید جس کا سر یار کے پاؤں پر جھکا ہے ۵ صحیح لفظ فلیتہ ہے مگر عورتیں پلیتہ بولتی ہیں۔ تعویذ کو لپیٹ کر بتی بنا دیتے ہیں اور اسکو جلاتے ہیں۔ ۶۔ سخت عداوت۔ ۷۔ آپس میں پھوٹ ڈلوانے کو گنڈھک پڑھ کر جلاتے ہیں ۸۔ وہ تیر جو ٹھیک نشانہ پر لگے یعنی خطا نہ کرے ۹۔ ہلکے۔ ۱۰ تہمت۔ ۱۱۔ بہت پیارا۔ ۱۲۔ ڈھنڈا۔ ۱۳۔ رفع دفع کر دیا۔ ۱۴ دل ٹوٹ جانے کی ۱۵ کرنے جاؤ بھلائی اور ہو برائی۔ ۱۶ ناپسند۔

اپنی ماں سے رکھا تھا وہ کوئی کام ماں کی صلاح اور مشورت کے بغیر نہ کرتا تھا اور بیوی سے بھی وہ یہی متوقع تھا کہ جس طرح میں نے اپنی باگ ماں کے ہاتھ میں چھوڑ دی ہے یہ بھی یہی طریقہ اختیار کریں۔ لیکن لاڈلی جب اپنی سگی ماں کو کچھ نہ سمجھتی تھی تو ساس تو پھر غیر تھیں۔ ایسی حالت میں روز بروز کشیدگی بڑھنے لگی۔ بہو کو ساس سے اور ساس کی وجہ سے میاں کو بیوی سے رکاوٹ پیدا ہو گئی۔ دلوں ہی دلوں میں آگ سلگ رہی تھی لیکن ابھی زبان تک کوئی بات نہ آئی تھی۔

۱۰۔ میاں بیوی کے باہمی تعلقات پر ایک نظر

کیڑا ذرا سا اور وہ پتھر میں گھر کرے
عورت وہ کیا جو دل میں نہ شوہر کے گھر کرے

میاں بیوی کے باہمی تعلقات جب ہی روبراہ ہو سکتے ہیں جب ایک کو دوسرے کے آرام و آسایش کا خیال رہے۔ کسی قسم کی مغائرت نہ ہو کسی بات پردہ نہ ہو۔ یک جہتی ہو۔ محبت جب ہی بڑھتی ہے اور واقعی سچ مچ کے میاں بیوی وہی ہیں جو آپس میں شیر و شکر ہوں۔ ایک دوسرے پر فدا ہوں ایک جان دو قالب ہوں۔ دو جزو مل کر ایک عدد کامل بن جائیں۔ دنیا کی گاڑی دونوں سے مل کر چلتی ہے نہ کسی ایک سے تنہا۔ اگر یہ ہے تو پھر جنت ہے ورنہ یہیں دوزخ

۱۔ اختیار۔ ۲۔ رنجش۔ ۳۔ رک جانا۔ پیچ کشیدگی۔ ۴۔ آہستہ آہستہ جل رہی تھی۔ ۵۔ جگہ۔ ۶۔ آپس سے۔ ۷۔ ٹھیک ٹھاک۔ ۸۔ دوئی۔ ۹۔ مل جل کر۔

لیجیے۔ لاڈلی بیگم کے مزاج کی افتاد[1] ایسی بُری پڑی یا ڈالی گئی تھی کہ وہ اپنے سوائے کسی دوسرے کو خاطر تلے لاتی ہی نہ تھی۔ اِس نے جب سے ہوش سنبھالا اپنی ماں کا وہ برتاؤ دیکھا جو باپ کے ساتھ تھا روز کی تو تو میں میں دیکھی۔ جو کورس (سلسلۂ تعلیم) امیر بیگم نے زن و شوہر کے تعلقات کے متعلق پڑھا تھا وہ سینہ بسینہ[2] انھوں نے من[3] و عن لاڈلی کو صرف پونہچا دیا تھا بلکہ عملاً[4] کرکے دکھلا بھی دیا تھا ایسی حالت میں فطرتی[5] طور پر اگر لاڈلی تقلید کرسکتی تھی تو اپنی اماں کی نہ کسی اور کی۔ خربوزے[6] کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے تخم[7] تاثیر صحبت کا اثر۔ تعلیم سے وہ بے بہرۂ[8] محض تھی اور جہالت کی وجہ سے وہ[9] نیک و بد میں تمیز[10] کرنے پر قادر نہ تھی عورت مرد کے تعلقات کی کیا ذمے[11] داریاں ہیں اور شوہر کا کیا رتبہ ہے وہ کچھ جانتی ہی نہ تھی۔ اپنے آپ کو وہ میکے کی طرح سُسرال کا بھی بلا شرکت[12] غیرے مالک[13] منفرد سمجھتی تھی اُس کا خیال تھا کہ بہو کے پاؤں رکھتے ہی ساس کی حکومت برخاست۔ آب[14] آمد تیمم برخاست جس طرح سورج کی کرن[15] نکلنے سے پہلے ہی چاند تارے غائب ہو جاتے ہیں ساس کو بہو کے واسطے جگہ خالی کردینی چاہیئے۔ ایسی ناسمجھ عورتوں کے نزدیک شوہر کا رتبہ ایک مہذب خدمت گار سے زیادہ نہیں ہوتا۔

۱۔ بناوٹ۔ ۲۔ سلسلہ بہ سلسلہ۔ ۳۔ عین میں۔ ۴۔ برت کر بتا دیا۔ ۵۔ خلقی۔ ۶۔ جیسی صحبت ویسا اثر۔ جیسا بیج ہوگا ویسا ہی پھل ہوگا۔ ۸۔ بالکل ناواقف۔ ۹۔ اچھے۔ برے۔ ۱۰۔ فرق۔ ۱۱۔ فرائض۔ ۱۲۔ اور دوسرا کوئی شریک نہ ہو۔ ۱۳۔ اکیلی مالک۔ ۱۴۔ پانی ملتے ہی تیمم موقوف ہو جاتا ہے۔ ۱۵۔ شعاع۔

لاڈلی بیگم کے خیال میں شوہر ایک بن داموں کا غلام تھا جس کا اہم فریضہ[1] بیوی کی خوشنودی۔ دل جوئی۔ استمالت[2] اور غایت ما فی الباب اطاعت[3] گزاری تھا جس لڑکی کو اس طرح کا سبز باغ دکھلایا جائے اور اسی طرح کی تخم ریزی[4] اُس کے دل میں کی گئی ہو تو بھلا اُس سے کیا توقع ہو سکتی ہے کہ وہ شوہر کی عظمت اور توقیر رتی[5] برابر کرے۔ وہ شوہر کے دل پر اطاعت اور فرماں برداری سے قبضہ بٹھانا نہیں چاہتی تھی بلکہ بدمزاجی مخالفت اور مخالفانہ طرز عمل سے۔ حالاں کہ ع

جو گڑ سے مرے تو زہر کیوں دے

عورت کے لئے حبّ[6] کا عمل کہو تسخیر کہو جو کچھ ہے ایک اطاعت ہے ؎

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد ہر کہ خود را دید او محروم شد

اگر وہ دل سے شوہر کو اپنے سے برتر[7] سمجھتی ہے اور اُس کو آرام و آسایش پونہچانے کی تمنیٰ[8] ہے اور اُس کی خوشنودی کو سب امور پر مقدم[9] سمجھتی ہے تو ہم نوشتہ[10] دیتے ہیں کہ اُس کا خاوند خود مطیع ہو جائے گا اور اُس کے پاؤں[11] دھو دھو کر پیئے گا۔ بگڑے ہوئے خاوند کو بنانا اور بنے ہوئے کو بگڑنے نہ دینا اپنی جگہ اُس کے دل میں کرنا۔ صرف عورت ہی کا کام ہے۔ محبت۔ اطاعت شعاری۔ خبر گیری اور نگہداشت سے جنگل کا درندہ[12] شیر رام ہو جاتا ہے یہ تو

۱۔ بڑا کام۔ ۲۔ خاطرداری ۳۔ حوصلہ درآخر ۴۔ اِس بات کا نتیجہ یہ ہو کر۔ ۵۔ تابع داری ۶ دھوکا دیا جائے۔ ۷۔ بیج ڈالا جائے ۸۔ محبت ۹۔ اپنا بنا لینا۔ ۱۰۔ جو دوسروں کی خدمت گزاری کرتا ہے لوگ خود بخود اُس کی خدمت کرنے لگتے ہیں اور جو خود پسندی کرتا ہے وہ بے نصیب رہتا ہے۔ ۱۰۔ بڑا۔ ۱۱۔ آرزومند ۱۲۔ اول سمجھتی ہے۔ ۱۳۔ اقرار تحریری کرتے ہیں۔ ۱۴۔ خاطر مدارات کرنا۔ ۱۵۔ پھاڑ کھانے والے۔ ۱۶۔ ہل جاتا ہے۔

انسان ہو اس کو قابو میں کرنا کوں سا مشکل کام ہی۔ کیسا ہی بدخصلت اور کڑا ہو۔ چند دن اگر عورت اپنے دل پر جبر کرے اور ذرا سی تکلیف برداشت کرے تو آرام بھی ساری عمر وہی اُٹھائے گی۔ بے محنت کے راحت ملتی نہیں۔ جو سیوا کرتا ہی وہی میوہ کھاتا ہی۔ بعض عورتیں عمل اور گنڈے تعویذ کی بڑی معتقد ہوتی ہیں اور سیکڑوں روپیے برباد کرتی ہیں مگر ہوتا ہواتا کچھ نہیں۔ ہم نے جو لاکھ ٹکے کی بات کہی ہی اُسے پلّے باندھو اور پھر دیکھو کہ کیا ہوتا ہی

ٹونا ٹامنا ہر ری سکھی بھول نہ کیجیے کوے
آسا اپنے پی کی کیجیو جو پی اپنے بس ہوے

بے شک اپنی طبیعت پر بوجھ ڈالنا کچھ آسان کام نہیں۔ بہت سی باتیں خلاف مرضی پی جانی ہوں گی جب ہی تو دوسرے کا دل ہاتھ آئے گا۔ تم کو چاہیئے کہ پہلے اپنے خاوند کے رنگ میں رنگ جاؤ پھر رفتہ رفتہ اسے اپنے طرز پر لے آنے کی کوشش کرو۔ اور کچھ تم بھی اپنی عادتیں چھوڑو اور شوہر کی مرضی پر چلو جب بَین بَین کا ایک معتدل راستہ نکلے گا۔ ذرا ذرا سی بات پر اڑنا اور تِل کا پہل بنانا اور ضد کرنا کہ یہ بات یوں ہو کر رہے۔

۱۔ محنت۔ ۲۔ خدمت۔ انتظار۔ ۳۔ بھروسہ رکھنا۔ ۴۔ قیمتی۔ ۵۔ عمل کر۔ ۶۔ اے بہن جادو ٹوٹکے کرنے سے کچھ فائدہ نہیں۔ تم اپنے میاں کی خدمت کرو نا۔ جو تمھارا میاں تمھارا ہو جائے۔ ۷۔ برداشت کرنی پڑیں گی۔ ۸۔ جیسا شوہر ہی تم بھی ہو جاؤ۔ ۹۔ بیچوں بیچ۔ ۱۰۔ درمیانہ۔ ۱۱۔ ضد کرنا۔ ۱۲۔ ذرا سی بات کو پہاڑ کر دینا۔

ہر بات میں جلدی کرنا گرما گرمی[1] میں دونوں طرف[2] تناتنی ہو جاتی ہے۔ تمھاری واجبی[3] بات بھی بے موقع طور پر چھیڑنے[4] سے بُری لگتی ہے۔ جو تم چاہتی ہو آج نہیں کل ہو رہے گا۔ جو بات ملائمت[5] سے کہنے سے ہو سکتی ہے کبھی سختی سے اُس کا ہونا ممکن نہیں۔ ع۔

ہر سخن موقع و ہر نکتہ مکانے دارد[6]

ہر بات کے کہنے کا ڈھنگ[7] ہی جدا ہوتا ہے۔ جب طبیعت[8] حاضر ہو میاں خوشی میں ہو نرمی اور خندہ پیشانی[9] سے شوق سے کہو۔ اگر ایک دفعہ ناکامیابی ہو ذرا بھی بُرا نہ مانو۔ دل پر جبر کرو چپ رہنا کیا معنی اظہار ناخوشی بھی نہ کرو پھر کبھی وقفہ[10] دے کر بات کہو۔ تم خود دیکھ لوگی کہ وہی بات کیسی خوش اسلوبی[11] سے طے پاتی ہے جسے تم دہلۂ اول[12] میں ناممکن سمجھتی تھیں میاں کے آرام و آسائش اُس کی ضروریات کے بروقت انجام[13] پانے کا بڑا خیال رکھو۔ تم کو معلوم ہے کہ خاوند کا کیا رتبہ ہے؟ خدا کے سوائے اگر کسی اور کے لیئے سجدے کا حکم ہوتا تو وہ شوہر ہی ہوتا۔ بیشتر عورتیں خاوند کی احسان فراموشی اور ناشکری میں گرفتار رہوں گی ہماری عورتیں تو بالکل خاوند کی مٹھی[14] میں ہیں اور ہر طرح تابع اور منقاد[15] ہیں وہ میموں کی طرح آزاد اور

۱۔ غصے کے وقت۔ ۲۔ رکاوٹ۔ ۳۔ معقول۔ ۴۔ تحریک کرنے سے ۵۔ ہر بات کا ایک ٹھور ٹھکانا ہوتا ہے ۶۔ انداز۔ ۷۔ موزوں۔ ۸۔ ہنس مکھ۔ ۹۔ ٹھیر کے۔ ۱۰۔ عمدگی۔ ۱۱۔ نرمی۔ ۱۲۔ پہلی بار ۱۳۔ پورا ہونے کا۔ ۱۴۔ اختیار۔ ۱۵۔ اطاعت گزار۔ اصل معنی گردن جھکے ہوئے کے ہیں یعنی جو بات کہو سر تسلیم خم ہے۔

خود مختار نہیں ہیں۔ اگر شوہر کی نگاہ بدلی[1] تو پھر اُن کا کہیں ٹھکانا نہیں شوہر سے
بگاڑ کر عمر بھر خود دُکھ سہیں گی[2] اور دوسروں کو بھی اپنے ساتھ لپیٹ لیں گی[3]

سائیں انکھیاں مہر کی تو جھک جھک کریں سلام[4]
سائیں انکھیاں پھیریاں تو بیری ملک جہاں

شوہر کے دل میں اگر بیوی کی طرف سے بل پڑ گیا[5] تو پھر نکلنا مشکل ہی روز
بروز کشیدگی بڑھتی ہی جائے گی۔ سیدھی بات بھی اُلٹی معلوم دے گی۔
آئینہ میں جب بال پڑ جاتا ہی تو پھر درست نہیں ہوتا۔

دل را شکستی نہ کہ گوہر شکستی[6]

سُسرال کو اپنا گھر سمجھو ساس نندوں سے میل جول[7] بڑھاؤ جس کو
میاں چاہے اُس پر تم جان چھڑکو[8] میکے کی دھن دولت پر کبھی گھمنڈ[9] نہ کرو۔
سُسرال کی تھوڑی چیز کو بہت سمجھو۔ ماں[10] کا پان بھی بہت ہوتا ہی۔
میاں کے کپڑے لتے[11] کھانے پینے حقہ پانی کی خبر رکھو۔ وقت پر سب
کام طیار رہے کہنے سُننے کی ضرورت نہ ہو۔ کہے بعد اگر کام ہوا تو کس کام
کا۔ دُکھ بیماری میں دوا ٹھنڈائی[12] کا پورا خیال رکھو۔ خرچ بے دردی سے

۱۔ ذرا اختلاف ہوا۔ ۲۔ اُٹھائیں گی۔ ۳۔ سمیٹنا۔ شامل کرنا۔ ۴۔ اگر شوہر کی محبت کی نگاہ ہی تو سب خاطر تواضع سے پیش آئیں گے جدھر دیکھو لوگ تعظیم کریں گے اور جھک کر سلام کریں گے اور اگر خدانخواستہ شوہر نے رخ پھیر لیا تو پھر کیا تھا ساری دُنیا دشمن ہو جائے گی۔ ۵۔ فرق آ گیا۔ ۶۔ تم نے دل جیسی پیاری چیز کو توڑا کوئی موتی تھوڑی توڑا ہی کہ خیر جُتنی جانے دو۔ ۷۔ میل ملاپ۔ مِلنا جُلنا۔ ۸۔ فدا ہو۔ ۹۔ غرور۔ ۱۰۔ جہاں حق کا معاملہ ہوتا ہی وہاں کا ذرا سا پان بھی بہت ہی۔ ۱۱۔ بدل مہمل۔ چیتھڑے۔ ۱۲۔ وہ دوا جس سے ٹھنڈک ہو۔ تبرید۔

نہ اُٹھاؤ۔ خاوند یہ سمجھے کہ میرے روپے کا بیوی کو درد[1] ہے تب تو وہ ساری کمائی[2] خوشی سے تمہارے ہاتھ میں دیگا ورنہ وہی تُلّی[3] بوٹی اور نپے شور بے کا معاملہ رہے گا۔ میاں کے نقش[4] قدم پر چلنے کی کوشش کرو جس بات میں میاں خوش رہے تم بھی خوش رہو۔ بیاہے بعد میکے سے کچھ فائدہ نہیں ہوسکتا میاں کا ہی پیسہ اپنا ہوتا ہے ماں باپ کیسے بھی امیر ہوں تو بیٹی کو کیا بھاگ[5] بیاہی بیٹی پر ووسن[6] واخل جو زیور میاں اپنے شوق سے بنادے گو وہ تمہارے نزدیک ہلکا ہی ہو مگر بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھو اور ضرورت سے زیادہ خوشی کا اظہار کرو۔ بعض لڑکیاں یہ غلط خیال کرتی ہیں کہ اگر ہم ایسا کریں گے تو ہم کو تھڑدلا[7] سمجھیں گے اور ندیدی[8] کہیں گے اِسے نصیب[9] نہ تھا جو پھول[10] گئی اِس واسطے اظہارِ خوشی میں تامل کرتی ہیں اور ناک بھوں چڑھانے لگتی ہیں لیکن اس کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ میاں کا دل[11] بجھ جاتا ہے اور اُس کا دل[12] نہیں بڑھتا کہ کچھ بنائے یا لائے لوائے[13]۔ یہی حال کپڑے لتے کا ہے۔ کپڑا میاں کی خوشی اور پسند کا پہنو۔ صاف ستھری رہو یہ نہیں کہ سر میں کنگھی ندارد لٹیں[14] منہ پر پڑی ہیں کپڑے میلے چکٹ[15]۔ آدمی کی زینت[16] لباس سے ہوتی

۱۔ یعنی سنبھال کرتی ہے اور زیادہ خرچ ہوا تو دل دُکھتا ہے۔ ۲۔ آمدنی۔ ۳۔ وک ٹوک۔ ۴۔ کسی کے پاؤں کے نشاں پر چلنے کے معنی یہ ہیں جو وہ کرتا ہے تم بھی کریں۔ ۵۔ فخر۔ ۶۔ ہمسائی۔ ۷۔ کم حوصلہ۔ ۸۔ وہ شخص جس نے کبھی کسی چیز کو دیکھا نہ ہو۔ ۹۔ میسر۔ ۱۰۔ بے انتہا خوش ہو گئی۔ ۱۱۔ حوصلہ پست ہو جاتا ہے۔ ۱۲۔ ہمت نہیں پڑتی۔ ۱۳۔ لائے اور لوائے دونوں کے ایک ہی معنی ہیں۔ ۱۴۔ بال۔ ۱۵۔ چراغ اور ڈیوٹ پر جو کالی کالی گاد جم جاتی ہے اُسے کہتے ہیں یعنی ایسا میلا جیسے چکٹ۔ ۱۶۔ آراستگی۔

بنی سنوری[1] گڑیا بھی اچھی معلوم دیتی ہے۔ بھاری بھرکم جوڑے بالکل فضول ہیں۔ نہ ایسے گھٹیا[3] پہنو کہ شان کو بٹہ[4] لگے لوگ نام دھریں میاں کی ناک کٹے نہ ہر وقت گوٹے کناری میں لدی[2] رہو کہ لوگ شیخی خوری اور چھچھوری[5] کہیں میانہ روی[6] ہر حال میں بہتر ہے۔ لباس[7] پردہ پوش ہو۔ ایسا باریک نہ ہو کہ جس میں جسم جھلکے[8] بلکہ ایسا ہو کہ پورا ستر پوش[9] ہو جہاں تک ممکن ہو فرمایشات سے پرہیز[10] کرو۔ بار بار فرمایش کرنے سے آدمی حقیر[11] ہو جاتا ہے۔ دنیا میں روپیہ بڑی قدر کی چیز ہے

اے زر تو خدائی ولیکن بخدا[12]
ستار عیوب و قاضی الحاجاتی

کمانے والے کے دل سے پوچھو کہ کیسے سخت[13] پاپڑ بیل کر پیدا ہوتا ہے اس کو ضائع نہ کرو۔ اگر بچ رہے گا تو تمھاری ہی اڑی میں کام آئے گا۔ میاں بیوی کچھ جدا نہیں جہاں ایک کا پسینہ گرے دوسرے کا لہو[14] ٹپکے کسی کی لگائی بجھائی[15] کہنے سننے پر مزاج نہ بگاڑو لوگ لڑوا کر تماشہ دیکھتے ہیں ذرا سی بات کو نمک مرچ[16] لگا کر کہہ دیتے ہیں بچے کا کوا بنا دینا[17] ان کے بائیں[18] ہاتھ کا

۱ ٹھیک ٹھاک۔ ۲۔ قیمتی گوٹے کناری سے لپے ہوئے۔ ۳۔ کم قیمت۔ ۴۔ عیب۔ ۵ ضعیف الحرکات۔ ۶۔ بیچوں بیچ کی چال۔ ۷۔ ایسا لباس ہو جس سے بدن ڈھکے۔ ۸۔ نظر آئے۔ ۹۔ پردہ۔ ۱۰۔ الگ رہو۔ ۱۱۔ ذلیل۔ بے وقعت ۱۲۔ روپیہ خدا تو نہیں ہے لیکن خدا کی قسم کہ سارے عیبوں کو ڈھانک لیتا ہے۔ اور بڑا کام نکالنے والا ہے تمام ضرورتیں اسی سے پوری ہوتی ہیں۔ ۱۳۔ محنت کے کام کو پاپڑ بیلنا کہتے ہیں کہ وہ بھی محنت کا کام ہے۔ ۱۴۔ جو ان گرے ۱۵ چغلی کھانا بڑھا کر۔ ۱۷۔ بات کا بتنگڑ بنانا۔ ۱۸۔ بالکل آسان بات ہے۔

کھیل ہی۔ اُن کا کچھ نہ بگڑے گا نتیجہ تم کو بھگتنا[1] پڑے گا۔ اگر تم چغل خوروں کی بات[2] دل پر نہ لو گی تو وہ کہنا چھوڑ دیں گے۔ کسی بات کی کُریدا[3] اور پرچول[4] نہ کرو۔ دل میں بُری باتوں کو نہ بچاؤ جو ہو جب کا جب کہہ سُن کر دل صاف کر لو۔ اگر کبھی سوءِ مزاجی[5] بھی ہو جائے تو فوراً تصفیہ کر لو۔ اگر تمھارا قصور ہی تو خوشی سے قائل ہو جاؤ معافی مانگ لو اس میں کچھ بُرائی نہیں نہ تم ہیٹی[6] ہو جاؤ گی نہ شیخت[7] کرکری[8] ہو جائے گی۔ اگر دوسرے کا قصور ہی در گزر کر و جانے دو چشم پوشی کرو۔ ع

در عفو[9] لذتیست کہ در انتقام نیست

کوشش کرو کہ جس بات پر رنجش ہوئی تھی پھر بھول کر بھی نہ ہو۔ وہ آدمی کیا جو ایک دفعہ کی غلطی سے سبق حاصل نہ کرے۔ حیا دار اور غیرت مند کا یہ کام نہیں کہ ایک بات پر بار بار اُسے ٹوکا[10] جائے اپنی غلطی پر سمجھدار کو کان[11] اینٹھنا چاہیئے۔ خاوند کے سامنے عاجزی اور معذرت کر لینا ہرگز عیب کی بات نہیں بلکہ عین نیک دلی اور شرافت کی دلیل ہی۔ ایسی باتوں سے میاں کا دل پسیج[12] جاتا ہی عام اصول یہ رکھو کہ رات کا جھگڑا صبح ہونے تک طی ہو جائے اور دن کا جھگڑا شام سے پہلے چکٹ[13] جائے غرض کیسا بھی جھگڑا ہو صبح آفتاب غروب ہونے کے پیشتر سُلجھ جائے۔ ہر وقت ہوا[14] بنے

۱۔ برداشت کرنا۔ ۲۔ چیال۔ ۳۔ کرو۔ ۳۔ کھودنا۔ ۴۔ تلاش ۵۔ بدمزگی۔ ۶۔ نہ حگاردو۔ ۷۔ کم ۸۔ شیخی بگڑ جائے گی۔
۹۔ جو مزہ معاف کرنے میں ہی وہ بدلہ لینے میں نہیں ہی۔ ۱۰۔ جتلایا جائے ۱۱۔ کان پکڑنا یعنی یاد رکھنا کہ پھر ایسا نہ ہو۔
۱۲۔ نرم پڑ جاتا ہی ۱۳۔ ختم ہو جائے۔ ۱۴۔ ایسا بگڑے رہنا کہ لوگ صورت دیکھ کر ڈر جائیں۔

تیوری پر بل ڈالنا جھٹکنا ٹپکنا بہت بُرا ہی۔ مردوں کے لیئے دُنیا میں سیکڑوں قسم کے جھمیلے ہیں۔ یک سر و ہزار سودا۔ کچہری دربار کے جھگڑے معاملات مقدمات کے بکھیڑے خدا جانے باہر کیا کیا گزرتی ہی۔ تم چار دیواری کے اندر بند تمھیں اچھے بُرے کی کیا خبر کہ کس قسم کے تردد اور افکار پیش ہیں۔ بھلا اِتنا تو ہو کہ جب گھر والا باہر سے ہارا تھکا ماندا آئے تو گھر میں اُسے کسی قسم کی تکلیف نہ پوچھے۔ بیوی ایسی ہو کہ گھر میں ساری کلفتیں آنِ واحد میں دور ہو جائیں۔ گھر سلیقے سے سجا ہو۔ ہر چیز قرینے سے دھری ہو۔ نوکر چاکر سب اپنے اپنے کام پر لگے ہوں۔ سارے کام اپنے اپنے وقت پر ہو جائیں رنج و راحت کی شریک ہو۔ اگر میاں کو متردد دیکھو اُس کی ہمدردی دل جوئی کرو۔ خود بیوی کو چاہیئے کہ خوش مزاج اور خندہ رو رہے۔ میاں کو دیکھتے ہی باغ باغ ہو جائے اپنے طرزِ عمل سے بھلا میاں کے دل میں اتنی جگہ تو کرلے کہ یہ ہم کو دیکھ کر خوش تو ہوتی ہی اور ہمارے آرام و آسایش کی فکر ہی۔ ہماری خاطر داری اور دل جوئی اور راحت رسانی کا بڑا خیال ہی۔ اور اگر بیوی اتنی بھی نہیں تو ہمارے حساب تو وہ بیوی نہیں بلا ہی۔

جو سمجھدار بیویاں ہیں وہ بگڑے ہوؤں کو سنوار لیتی ہیں جو پھوڑ ہیں وہ بنے بنائے گھر کو بگاڑ دیتی ہیں۔ چنانچہ لاڈلی بیگم نے اپنے خاصے بھلے چنگے شوہر سے بگاڑ لی۔ یہاں تو اُلٹی گنگا بہتی تھی۔ جو بات تھی نرالی۔

۱۔ بیچیدگیاں۔ ۲۔ ایک سر پر سیکڑوں بکھیڑے۔ ۳۔ کھڑاگ۔ ۴۔ پریشانی کی باتیں مشکلیں۔ ۵۔ فکریں۔ ۶۔ تکلیفیں۔ ایک لحہ میں۔ ۷۔ پریشان۔ ۸۔ کسی بات کا خلاف توقع ہونا۔ ۹۔ عیب۔

جو ڈھنگ تھا[1] انوکھا۔ دلوں میں بل پڑ ہی چکا تھا جو روز بروز اور زیادہ اُلجھتا گیا۔ دونوں طرف سے دل بھرے ہوئے تھے۔ مادّہ[2] طیار تھا صرف چھیڑنے کی دیر تھی پکّا پھوڑا کہ ٹھیس لگی اور پھوٹا۔ لاڈلی کو سمجھانے والا کون تھا۔ ایک ماں تھیں سو اُن کے تو سارے یہ کرتوت[3] ہی تھے ناؤ[4] کس نے ڈبوئی خواجہ خضر نے اگر شروع ہی سے روک تھام کرتیں بیٹی کو اونچ نیچ سمجھاتیں تو یہ نوبت ہی کیوں پہنچتی۔ وہ تو ہر بات پر بیٹی کو شاباش دیتی تھیں۔ اور پیٹھ[5] ٹھونکتی تھیں اور یہی کہتی تھیں کہ ڈرے تیری بلا۔ بہت ہوگا بٹھا دیں گے تو تیرے لیے روٹی بہت۔ تیری پلاؤ کی رکابی کہاں گئی ہے۔ لعنت کرو موؤں کو جھلسا لگا ان کم بختوں کو وہ کیا بٹھائیں گے میں خود تجھے اب سسرال نہ جانے دوں گی۔ بھلا دیکھوں تو کون دِھنترا[6] تجھے لے جاتا ہے کچھ لاڈلی ہی کے دل میں خدا نے نیکی دی تھی کہ وہ با دل ناخواستہ[7] چلی جاتی تھی ورنہ کبھی کی چھٹم[8] چھٹا ہوجاتی۔ مانا کہ میکے میں روٹی بہت تھی۔ خدا کسی کو بھوکا نہیں سُلاتا وہ سب کا رزاق ہے مگر پیٹ بھرنے بھرنے میں بھی فرق ہے۔ پیٹ تو گائے بھینس بھی بھر لیتی ہیں مگر خوشی کے سوکھے ٹکڑے مصیبت اور تکلیف کی پلاؤ کی رکابی سے بدرجہا[9] بہتر ہیں۔ لاڈلی نے شروع سے میاں کی بے وقری[10] کو اپنا فخر سمجھا۔ بات بات کو

۱۔ سب سے الگ۔ ۲۔ مواد۔ ۳۔ کیا دھرا۔ ۴۔ حضرت خواجہ خضر کا کام تو رہبری کرنا ہے نہ کہ ناؤ ڈبونا جب وہی ڈبوئیں تو ترائے کون؟ ۵۔ ہمت بڑھانا۔ ۶۔ افلاطون۔ ۷۔ مجبوری سے۔ اگرچہ دل نہ چاہتا تھا۔ ۸۔ قطع تعلق۔ ۹۔ کئی درجہ۔ بہت زیادہ۔ ۱۰۔ بے عزتی۔ بے قدری۔

کا منّا۔ ہر بات پر روٹھنا۔ ضد کرنا۔ میاں دن کے تو بیوی رات آئے دن کی کھٹ پٹ چل ہی جاتی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دلوں میں فرق کے ساتھ بات چیت میں بھی فرق آ گیا تھا۔ بیوی کبھی رُخ نہ دیتی تھیں جب دیکھو منھ پھولا ہوا۔ اٹوانٹی کھٹوانٹی لیئے مُنھ تھتائے پڑی ہیں۔ یوں تو سارے دن گھر میں اچھی طرح رہتی تھیں جہاں میاں کے آنے کا وقت ہوا اور انھوں نے اپنا کونا سنبھالا ہنکارا شروع ہوا۔ جب وہ میاں سے سیدھے منھ بات نہ کرتی تھیں تو مجبور ہو کر میاں نے بھی رُخ پھیر لیا۔ آخر تا بکے پچاس روپیہ مہینا بیوی کو پٹاری کے خرچ کا ملتا تھا اکیلی جان کو بہت تھا۔ کھانا پینا۔ کپڑا لتا۔ پان چھالیہ سب ساس کے ساتھ تھا پھر خرچ رہ ہی کیا گیا۔ مگر خدا جانے وہ ہوتا کیا تھا۔ دوسری کوئی ہوتی تو اسی میں کتر بیونت کر کے کوئی چیز بنواتی میاں کا بھی دل خوش ہوتا مگر ہم کو معلوم ہوا کہ ہمیشہ ہاتھ تنگ رہنے کی شکایت۔ جب سلو پچاس رپلّی میں ہوتا ہی کیا ہے وہ تو چٹنی ہو جاتے ہیں ادھر آئے اُدھر خرچ کس کی شامت آئی تھی کہ حساب پوچھتا لکھی پڑھی وہ تھیں ہی نہیں اور ہوتیں تو بھی حساب نہ لکھتیں۔ ان کا بڑا خرچ چٹورپن تھا اور جو بچا وہ تعویذ گنڈے ملّا سیانوں کی نذر۔ پھر ان کی سہیلیاں جو ایک سے ایک بڑھ کر قلّاش تھیں ان کو جُل دے کر لے اُڑتی

۱۔ خلاف کرنا ۲۔ خفیف سی رنجش ۳۔ پھلائے ۴۔ بیماروں کی طرح کراہنا۔ ۵ کب تک۔ پان کھانے کا خرچ یعنی متفرق اخراجات کے لیئے۔ ۶۔ کاٹ چھانٹ۔ ۷۔ روپیہ کو حقارت سے رُپلّی کہا ہے۔ ۸۔ جھٹ پٹ خرچ ہو جاتے۔ ۹۔ زبان کا چسکا۔ ۱۰۔ مفلس ۱۱۔ دھوکا ۱۲۔ لے بھاگتی۔

تھیں۔ اگر کبھی میاں نے ڈرتے ڈرتے پوچھا تو یہی جواب ملا کہ ”جب مجھے دے
چکے تو حساب پوچھنے والے کون۔ نہ میں حساب رکھوں نہ جانوں حساب
کتاب غیر کے روپے کا ہوتا ہے نہ اپنے کا۔ تم کو اگر میرا اعتبار نہیں تو بسم اللہ
اپنے پچاس روپے رکھو۔ مجھے ضرورت نہیں۔ میرے دینے والے بہت ہیں
کچھ ننگی بھوکی نہیں نہ کسی کی محتاج۔ اللہ نے مجھے بہت دیا ہے“ کھانا تو وہ
کھاتی ہی نہ تھیں پھول سونگھ کر جیتی تھیں۔ میاں کے سامنے قسم کھانے
کو صرف منہ جھٹال کڑی ہو جاتی تھیں لیکن بازار کا پوری حلوا۔ مٹھریاں۔
پکوڑیاں۔ دال سیو۔ جلیبیاں۔ امرتیاں گھاتے میں تھیں جو صبح سویرے
چھپا کر کھا لیتی تھیں۔ دن چڑھے کاچھن آئی تو اُس کے ٹوکرے کا محاصرہ
کر لیا۔ امرود۔ کچالو۔ تنکر قند۔ کیلے۔ بھٹے۔ انار۔ ناشپاتی۔ بیر۔ الابلا لینا
فرض تھا۔ قریب قریب ایک روپیئے روزانہ کے تو اس میں چٹنی ہو جاتا تھا
اور کہیں ملائی کی برف کی آواز کان میں پڑ گئی تو پھر ہنڈے کا ہنڈا
خالی۔ پھر تیسرے پہر کا سودا الگ۔ بھلا جن کو ان چٹخاروں کا چسکا پڑ جائے
اُن کے پاس کیا خاک پیسہ رہ سکتا ہے؎

قرار در کفِ آزادگاں نگیرد مال — نہ صبر در دلِ عاشق نہ آب در غربال

۱۔ چھوٹی چھوٹی خستہ نمکیں ٹکیاں۔ ۲۔ روکھن جو چیز حساب میں نہ ہو۔ ۳۔ گھیر لیا۔ ۴۔ جدا۔ ماسوا۔ ۵۔ چٹپٹی چیزوں کا۔ ۶۔ مزہ۔ ۷۔ جس طرح عاشق کو صبر نہیں آتا اور جس طرح کہ چھلنی میں پانی نہیں ٹھیر سکتا اسی طرح آزاد لوگوں کے ہاتھ میں پیسہ ٹک نہیں سکتا۔

۱۱۔ بیوی کا تمارض[1]۔ اور میاں بیوی کی دو دو چونچیں

دل ملے پر بھی لڑا کرتی ہیں اکثر آنکھیں
یہ تماشا ہی نیا صلح بھی ہے جنگ بھی ہے

بیماری شرطِ امیری اور لازمۂ نزاکت ہے آئے دن کی دوا ٹھنڈائی ۔ کبھی خمیرہ مروارید[2] گھل رہا ہے ۔ بہ ورق[3] نقرہ پیچیدہ عرق بید مشک کے ساتھ نوش[4] جان ہو رہا ہے۔ کبھی خمیرہ آبریشم عنبری عرق گاؤزبان[5] مرکب میں پیا جا رہا ہے ۔ طرح بہ طرح کی معجونیں اور جوارشیں آرہی ہیں مگر دھڑکن[6] ہے کسی طرح کم نہیں ہوتی ۔ مُنھ پر ہوائیاں[7] اُڑ رہی ہیں ایک رنگ آتا ہے ایک رنگ جاتا ہے وہم کی دارو[8] لقمان کے پاس بھی نہیں ۔ حاذق[9] الملک حکیم اجمل خاں صاحب اور شفاء الملک حکیم رضی الدین خاں صاحب کے مطب کی رونق ان کے دم سے تھی۔ بلی ماروں[10] میں جلال الدین عطار کی دُکان سے حساب کا کھاتہ[11] سدا کھُلا رہتا تھا ۔ بیماری کچھ ہوتی تو کبھی کی بھلی[12] چنگی ہو جاتیں۔ صورت سے بھلا ان کو بیمار کون کہے ۔ خاصی بھلی چنگی تن درست اور توانا[13] ہٹی کٹی[14] پھر خدا جانے وہ کون سا موذی[15] مرض دامن[16] گیر تھا جو ایسے نامی گرامی

۱۔ بیمار بننا۔ ۲۔ موتی ۔ ۳۔ چاندی کے ورق میں لپیٹ کر۔ ۴۔ کھایا جا رہا ہے ۔ ۵۔ گاؤزبان کا عرق۔ ۶۔ اختلاج قلب ۔ ۷۔ چہرہ فق ہو گیا ۔ ۸۔ دوا ۔ ۹۔ یہ دونوں صاحب دلّی کے نامور اور مشہور گورنمنٹ کے خطاب یافتہ یونانی طبیب ہیں۔ ۱۰۔ دلّی کا ایک محلہ ہے ۔ ۱۱۔ اسم داری حساب ۔ ۱۲۔ تن درست ۔ ۱۳۔ طاقت ور ۔ مضبوط ۔ ۱۴۔ تکلیف دہ ۔ ۱۵۔ پیچھے پڑ گیا تھا ۔ ۱۶۔ مشہور ۔ بڑے ۔

حکیموں کے بھی بس کا نہ تھا۔ رہا درد سر اور گھبراہٹ ہاتھ پاؤں ٹھنڈے پڑجانا۔ بے ہوش ہوجانا۔ یہ بہانے تو عورتوں کے ساتھ لگے ہی ہوئے ہیں۔ اوپر والے بے چارے اس کی ٹَہ[1] کو کیا سمجھ سکتے تھے۔ میاں نے آئے دن کی بیماری کو اگر ٹوکا بھی کہ تم کو تو وہم ہوگیا ہے۔ پیٹ کو دواخانہ بنالیا روز دوا پیتے پیتے دوا کی عادت پڑجاتی ہے اُس کا اثر باقی نہیں رہتا۔ تو یہ جواب ملا۔

دُلھن۔ ہاں ٹھیک تم کو دوسرے کی کیا خبر۔ تم تن درست ہو تو دوسروں کو بھی تن درست ہی سمجھتے ہو۔ تمھیں کیا معلوم کہ مجھ پر کیا گزرتی ہے یہاں میری دوا[3] اور ٹہل[4] کرنے والا کون ہے۔ کس کے دل کو لگی ہے جو اُلٹ[5] کر پوچھے پھر میں بھی اپنا علاج نہ کروں تو آخر تمھاری مرضی کیا ہے یوں مر رہوں کہ تمھارا پاپ کٹے اور دوسری کر لاؤ۔ تم پر میں دو بھر[6] ہوں مگر میرے اماں باوا کے دل سے تو پوچھو، اُن کو میں کہاں پیدا؟

میاں۔ میں نے تو کوئی ایسی بات نہیں کہی تھی جو تم بگڑ گئیں دکھ بیماری تو سب کے ساتھ ہے۔ لیکن میرے خیال میں تمھاری بیماری کا بڑا سبب یہ ہے کہ تم سارے دن بے کار پڑی رہتی ہو۔ سو بیاریوں کی ایک بیماری تو بے کاری ہے۔ بہتر یہ ہے کہ کوئی شغلہ[7] نکالو کہ تمھارا دل بہلے[8]۔

۱۔ چیلے ۲۔ بھید ۳۔ علاج معالجہ ۴۔ خبرگیری کرے ۵۔ عذاب جائے ۶۔ بار بوجھ ۷۔ دل بہلاؤ ۸۔ لگے۔

بیوی - تو تم میرے آگے چکی لگادو کہ پیسا کروں۔

میاں - سبحان اللہ! آپنے میری نصیحت کی خوب قدر کی۔
قدر[1] دانی عالم بالا معلوم شد۔ من چہ[2] می گویم و طنبورۂ من چہ می سراید۔ تمھارے چہرے سے مجھے تو کوئی بیماری معلوم نہیں دیتی۔ بیماری تو وہ جس سے ڈیل[3] گھٹے بیمار کی صورت کہیں چھپائے سے چھپتی ہی۔ کھائے کے گال اور نہائے کے بال کہیں چھپے ہیں۔

بیوی - یہ تم اپنی فارسی تو تہ[4] کر رکھو۔ میں کیا جانوں تم نے کیا کہا دو[5]ر پار تمھاری ایڑی[6] میں کیا لگا ہی واہ خوب تم مجھے ٹوکنے[7] والے نکلے۔ کیا تمھارے دیدے پھوٹ گئے ہیں۔ کھوا یا ان سے کہ میرا وہی ڈیل ہی جو پہلے تھا۔ خدا سے ڈرو۔ میرا ڈیل تو کم بخت بادی سے پھول گیا ہی۔ پیٹ میں سانس نہیں سماتا[9]۔ دو قدم چلتی ہوں تو سانس اوپر کا اوپر نیچے کا نیچے رہ جاتا ہی۔ بن[10] بن میں درد پڑ گیا ہی۔ جو گزرتی ہی مجھے معلوم یا میرے خدا کو۔ میں کسی سے کہتی نہیں سنتی نہیں۔ میرے اچھے برے کی کسی کو خبر نہیں تمھاری یہ خواہ مخواہ کی چھیڑ خانی[11] مجھے اچھی نہیں لگتی یا تو بات نہیں کرتے اور بات کی تو اس

۱- آپ کی قدر دانی تو معلوم ہوئی - ۲- گانے والے اور ساز کا ساتھ ہوتا ہی لیکن جب گانے والا ایک حرف اور طنبورہ ایک حرف ہو تو راگ کا کیا لطف ہوگا - مطلب یہ کہ میں کیا کہتا ہوں اور تم کیا کہہ رہی ہو - ۳- جسم ۴- فارسی رہنے دو - ۵- کیا کہا خدا نخواستہ کی جگہ عورتیں بولتی ہیں ۶- کسی بات کو ٹوکا جاتا ہی تو نظر بد سے بچنے کے لئے یہ کہا جاتا ہی - ۷- اعتراض کرنے والے ۸- آنکھیں - ۹- ٹھہرتا - ۱۰- جوڑ جوڑ - ۱۱- رد و کد - چھیڑ چھاڑ - ہنسی -

خوبی کی۔

میاں (ہنس کر) ایسا مرضِ مبارک ہم کو کبھی نہ ہوا۔ نہ ہماری ہڈی پر[1] بوٹی چڑھی خواہ بادی ہی سے کیوں نہ ہوتی نہیں تو ہم بھی تمہارے ساتھ مزے مزے کے خمیرے چاندی سونے کے ورق میں لپٹے ہوئے کھاتے!

دُلھن۔ (کھسیانی ہو کر)[2] واہ وا خوب مجھے ایسی ہنسی مذاق اچھا نہیں لگتا۔ یہ بھی تم نے کوئی میری چھیڑ خانی[3] مقرر کی ہے جب دیکھو میرے ڈیل کو ٹوکتے ہیں" یہ کہہ اور میاں سے رُوٹھ[4] الگ جا بیٹھیں اور غصے میں کھانا بھی نہ کھایا۔ میاں پچھتانے لگے کہ ناحق میں نے چھیڑ دیا۔ اسی طرح کی نوک[5] جھوک خدا جھوٹ نہ بلوائے روز ہی ہوا کرتی تھی لیکن اتنی بات ضرور تھی کہ بدمزگی روز بروز بڑھتی جاتی تھی اور اندیشہ تھا کہ کسی نہ کسی دن بھانڈا[6] پھوٹنے والا ہے۔

۱۲۔ میاں بیوی کی گھنگھور[7] لڑائی اور بیوی کا روٹھ کر میکے جا بیٹھنا

غلط ہے جذب دل کا شکوہ دیکھو جرم کس کا ہے
نہ کھینچو گر تم اپنے کو کشاکش درمیاں کیوں ہو

دُلھن جب میکے میں جاتیں ماں کے سامنے اپنا دکھڑا اس طرح روتیں کہ وہ بھی سنتے سنتے بیزار[8] ہو گئیں تھیں کوئی ایک دن سنے دو دن سنے آخر کب تک ایک ہی کتھا[9] سنتا رہے۔ آخر کار ماں کی صلاح سے بیوی نے میاں کو

۱۔ یعنی ہم نہ موٹے ہوئے۔ ۲۔ شرمندگی سے آزردہ ہو جانا۔ ۳۔ چڑھ ۴۔ ناراض ہو کر۔ ۵۔ طعنے مینے۔ ۶۔ بھید کھلنے والا ہے۔ ۷۔ زوردار۔ ۸۔ گھبرا گئی تھیں۔ ۹۔ لمبی کہانی جھگڑا۔

پہلا پیغام دوبدو[1] یہ دیا کہ سنو صاحب! آج تک میں نے بہت برداشت کی خون کے
سے گھونٹ پیئے اور اُف نہ کی نہ کبھی کسی سے زبان[2] چلائی لیکن پھر بھی میں
دیکھتی ہوں کہ روز بروز تمھاری بے رُخی اور رکاوٹ بڑھتی ہی جاتی ہے۔
تمھارا وہ اگلا سا رُخ[3] ہی نہ رہا نہ وہ بات رہی اب میں مجبوراً تم سے صاف صاف
کہتی ہوں کہ میرا بناہ[4] اس گھر میں تمھاری اماجان کے ساتھ نہ ہوا ہے اور نہ ہوگا
وہ خدا جانے تم کو کیا اُلٹی سیدھی پٹی[5] پڑھاتی ہیں۔ آئے[6] دن کی لگائی بجھائی
سے یہ نوبت[7] تو پونہچ گئی آگے نہ معلوم میری تقدیر کا کیا کیا لکھا ہے۔ ایک دن کوئی
برداشت کرے گا دو دن مگر سدا کے جلاپے اور روز کی دانتا کِلکِل[9] کے واسطے
میں پتھر کا کلیجہ کہاں سے لاؤں؟ تمھاری حالت یہ ہے کہ ماں کے کہنے کو نعوذ[10] باللہ
وحی آسمانی سے بھی بڑھ کر سمجھتے رہو۔ خدا جانے کس دن کیا پیچ[11] ڈال دیں
اس لیئے میں یہ چاہتی ہوں کہ اول تو ہم اپنا گھر الگ کریں۔ خدا نے تمھیں
سب کچھ دے رکھا ہے پھر دوسرے کے دستِ نگر[12] اور محتاج ہوکر کیوں رہو؟
ماں باپ کے ٹکڑوں پر پڑے ہوئے ہو اور اگر تم دودھ پیتے بچے ہو اور
اماں کو نہ چھوڑ سکو تو خیر میرا سلام[13] ہے۔ پس میرا منھ کالا[14] کرو میں اپنے
میکے چلی جاتی ہوں تم ماں بیٹے چین سے رہو۔ یہ ہر وقت کا جھکنددن[15]

۱- روبرو۔ ۲- بدزبانی کی ۳- توجہ - میلان ۔۴- گزارا ۔۵ جھوٹ موٹ کی باتیں ملاتی رہتی ہیں ۔
۶- روز کی ۔ ۷- شکایت ۔ ۸- حالت ۔ ۹- کوسم کاٹی ۔ ۱۰- خدا کی پناہ ۔ ۱۱- مل ۔ ۱۲- محتاج سد
۱۳- یعنی میں رخصت ہوتی ہوں ۔ ۱۴- مجھ پر لعنت کرو ۔ ۱۵- کو ںت ۔

مجھ سے سہا نہیں جاتا۔

فرخندہ جمال پر اس تقریر نے ڈائنامیٹ[1] کے گولے کا کام کیا۔ دیر تک۔ وہ سوچ میں گیا اور کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ جواب کیا دے۔ اب ضرور تھا کہ یا ماں سے منھ موڑے یا بیوی کو چھوڑے۔ ماں کو تو وہ کسی طرح چھوڑ ہی نہیں سکتا تھا لیکن ساتھ ہی اس کے بیوی کی جدائی بھی گوارا[2] نہ تھی گو وہ کیسی ہی بُری تھی مگر تھی تو پھر آخر بیوی ہی اور ان دونوں کی یک جائی[3] شوڈا اور ایسڈ[4] یا آگ اور روئی کی یک جائی تھی۔ گویم[5] مشکل وگرنہ گویم مشکل۔ ایک بڑے غوطہ[6] میں گیا اور بہت دیر کے بعد بولا کہ اماں جان نے تمھارا ایسا کیا بگاڑا ہے جو تم اس قدر اُن کی دشمن ہو گئی ہو۔ یقین مانو۔ اُن کا پیٹھ پیچھا ہے اُنھوں نے مجھ سے کبھی تمھاری بُرائی نہیں کی بلکہ جب کبھی ذکر آیا تمھاری ہی طرف سے بولیں۔ ناحق تم اُن کا صبر سمیٹتی[7] ہو اور جہاں تک مجھے علم ہے تم سے بھی اُنھوں نے کبھی کچھ نہیں کہا۔ خدا بھلا کرے اِن کم بخت بیچ والوں کا کہ یہی اُن کی طرف سے تم کو اور تمھاری طرف سے اُن کو ناحق بدظن[8] کرتے ہیں۔ سو تمھارے لیئے آسان[9] نسخہ یہ ہے کہ تم کسی کے کہے سُنے پر مطلق دھیان[10] نہ کرو۔"

بیوی لو اور سنو۔ اُلٹا[11] چور کوتوال کو ڈانٹے میں دشمن یا تمھاری

---

۱ بھک سے اُڑ جانے والی بارود۔ ۲۔ منظور۔ ۳۔ ایک جگہ جمع ہونا۔ ۴۔ ایک تیزابی سفوف ہے۔ ۵۔ ایک ترش دوا ہے دونوں کو ملانے سے اُبال آجاتا ہے۔ ۶۔ کہوں تو مشکل اور اگر نہ کہوں تو بھی مشکل۔ ۷۔ فکر جگر۔ ۱ اُن کی موا خذہ دار بنتی ہو۔ ۹۔ بدگمان ۱۰۔ سہل ۱۱ خیال ۱۲ چور کا کام تو یہ ہے کہ وہ کوتوال سے ڈرے یہ کہ اُلٹا وہی کوتوال کو دبائے۔

بیٹا[1] میرے خون کی پیاسی ہو گئی ہیں۔ خدا بروں سے پالا نہ ڈالے۔ قبر میں[2] پاؤں
لٹکائے بیٹھی ہیں اور ایمان غٹاغٹ نگلے چلی جاتی ہیں۔ ایسی گھنی[3] سمّی ہیں
کہ الٰہی تیری پناہ کلیجے میں ایسی چٹکیاں[4] لیتی ہیں اور ایسی گُجّی مار[5] دیتی ہیں کہ
جس سے سابقہ پڑے بس اُس کا دل ہی خوب جانتا ہے کیسی میٹھی چھری[6]
ہیں کہ الٰہی پناہ۔ میں تو کچھ نہیں کہتی اللہ دیکھتا ہے۔ الٰہی جیسا وہ کرتی ہیں
اُن کے دیدے گھٹنوں کے آگے آئے۔

میاں۔ تم کچھ دیوانی تو نہیں ہو گئی ہو زبان سنبھالو۔

بیوی۔ کیا خوب ڈراؤ دھمکاؤ کسی اور کو جو تمھاری دَبیل[7] ہو۔
میں تمھاری گیدڑ بھبکی[8] میں آنے والی نہیں۔ ہاں ہاں وہ تو میں خوب
جانتی ہوں کہ پٹ[9] بھی اپنی اور پٹ بھی اپنی گھٹنے جب[10] لگیں گے تو پیٹ کو
ہی لگیں گے میری سی تم کیوں کہنے لگے۔ تمھارے ہی زور پر تو وہ کودتی ہیں
بچھڑا[11] کودتا ہے کھونٹے کے بل۔ میں تمھاری کون تم جب بولو گے اپنی اماں جان کی
طرف داری لو گے۔ زبردست مارے اور رونے نہ دے۔ تم ایسے ننھے بچے تھے
اور ماں کا یہ حال تھا تو بیوی کرنی ہی کیا ضرور تھی جو کسی کی بیٹی لا کر یوں

۱۔ ماں تو تھیں ہی اور طعن سے میٹا کہا گیا ہے۔ ۲۔ سابقہ۔ ۳۔ مرنے کو تو بیٹھی ہیں اور خدا سے نہیں ڈرتیں ۴۔ چپ شریر۔ ۵۔ ایسے تکلیف دہ طعنے دیتی ہیں۔ ۶۔ گیٹ جو ظاہر نہ ہو۔ ۷۔ چھری تو حلال کرنے والی چیز ہے مگر اوپر شہد لپٹا ہوا ہے۔ دل میں تو چھریاں بھری ہوئی ہیں اور زبان شیریں ہے۔ ۸۔ یعنی سامنے آئے۔ ۹۔ مرعوب۔ دست نگر ۱۰۔ دھمکیوں۔ ۱۱۔ جو کھیل کوڑیوں سے کھیلا جاتا ہے جیت اور پٹ پر ہار جیت موقوف ہے لیکن جب دونوں داؤں اپنے ہی ہوں تو بڑی مشکل ہے یعنی ہر طرح اپنی ہی جیت ہے اور یہ صرف مثل مشہور ہی ہے۔ ۱۲۔ ایسے سہارے کو پاس رہ کر ہمگاہ غیر کا کاہے کو ہو گا۔ ۱۳۔ حمایت ہو سکے تو ہر کوئی کودتا ہے۔

اُس کا کچومر[1] نکالو۔

میاں۔ تم تو لڑنے پر تُلی[2] بیٹھی ہو۔ خدا جانے کب کا غبار[3] نکال رہی ہو خواہ مخواہ زبان[4] چلائے جاتی ہو اور میں لڑنا نہیں چاہتا۔ میں خود لڑائی سے کوسوں دور بھاگتا ہوں۔ تمھارے مُنھ کون لگے میری بات ٹھنڈے دل سے سنو۔ وہ میری ماں ہیں۔ اُنھوں نے مجھے پالا پرورش کیا۔ اِتنا بڑا اُنھوں نے ہی کیا اُن کی اطاعت اور فرماں برداری میرا فرض ہو۔ اُن کی ناراضی سے میری دین دُنیا اکارت[5] وہ صرف اپنی ما[6]متا سے یہاں پڑی ہیں ورنہ کبھی کی دتی چلی جاتیں۔ تم کو بھی اُن کا پاس ادب ضرور[7] رہو۔

بیوی۔ تو یوں کہو ناکہ دُنیا میں بس جو کچھ ہیں امّاں ہی امّاں ہیں۔ ہم تو کچھ بھی نہ ٹھیرے ہم نے مفت میں اپنی جان تمھارے پیچھے ہلکان[8] کی۔ مرغی[9] اپنی جان سے گئی کھانے والوں کو سوا د نہ ملا۔ ہم نے بھی دُنیا جہان کی مائیں اور ساسیں دیکھی ہیں مگر نہ تمھارے جیسا بیٹا دیکھا نہ اُن جیسی ماں اور خیر مجھ سے جس طرح پیش آئیں اُس کا انصاف حشر میں ہوگا۔ تمھارے سامنے وہ بگلا[10] بھگت بنی رہتی ہیں جیسے کہ کچھ جانتی ہی نہیں۔ مُنھ میں زبان ہی نہیں مگر تمھارے پیچھے کوئی دیکھے کہ کیا حالت ہو۔

۱۔ اُس اچار کو کہتے ہیں جو کوٹ کر بنایا جائے اور یہاں مراد خستہ حالی ہو ۲۔ آمادہ تیار۔ ۳۔ غصّہ اس۔ ۴۔ بڑبڑائے یا بکے جاتی ہو ۵۔ بے کار۔ برباد۔ رائگاں۔ ۶۔ ماں کی محبت۔ ۷۔ لحاظ ۸۔ ہلاک ۹۔ مرغی کی جان گئی مگر بے مزہ یعنی ہم نے جان ماری اور تم پر اُس کا کچھ اثر مترتب نہ ہوا۔ ۱۰۔ بگلا بڑا مسکین جانور ہو یعنی بگلے کی طرح گردن جھکائے ایسی بیٹھی ہیں گویا کچھ جانتی ہی نہیں جیسے کہ بڑی مسکین

میاں ۔ بس بس زبان سنبھالو کیسی گستاخانہ اور بے ادبانہ ۔ بیہودہ گفتگو کر رہی ہو اور کس کی شان میں تمھاری زبان سے یہ پھول جھڑ رہے ہیں یہ تمھاری ماں نہ باشد کہ تم نے .... میں سے نکال ...... کر میں ڈال دیا۔

میاں کا اتنا کہنا ہی تھا کہ ایک پٹیک پیا پڑ گئی ۔ اللہ دے اور بندہ لے دھڑادھڑ اپنا سر پیٹ ڈالا۔ بال کھسوٹ ڈالے اور وہ پاکھنڈ مچایا کہ فرخندہ جمال کی سٹی گم ہو گئی اور دل ہی دل میں پچھتانے لگا کہ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اس نالائق کے منہ کیوں لگا نہ ...... میں پتھر پھینکتا نہ چھینٹیں اُڑتیں ۔ یہ عورت بات کرنے کے قابل نہیں ہے ۔ لوگ سنیں گے تو کیا کہیں گے کہ یہ شریف ہیں ۔ انھوں نے تو کمینوں کو بھی مات کیا ۔ دُلھن کا رونا پیٹنا سُن کر ساس سامنے کے دالان سے بدحواس دوڑی ہوئی آئیں ۔ دیکھا تو بہو غش میں پڑی ہیں ۔ ہاتھ پاؤں ٹھنڈے برف ۔ گھبرا گئیں جھٹ چکنی مٹی سنگھائی منھ پر ٹھنڈے پانی کے چھینٹے دیئے ۔ پنکھا جھلا جب کہیں گھنٹہ بھر میں جا کر اُنھوں نے آنکھیں کھولیں ۔ فرخندہ جمال تو ماں کو آتے دیکھ دبے پاؤں باہر چل دیا ۔ دلھن ساس کو پاس بیٹھا دیکھ کر اور جل بھن گئیں بس نہ چلا کہ منھ نوچ لیتیں مگر غصے میں جھٹ ڈوپٹے سے منھ ڈھانک لیا ۔ ساس نے بہت کچھ سمجھایا دھیما کرنا چاہا مگر وہ ہیں کہ روتے روتے

---

۱ ۔ ہو ہوئی ۔ ۲ ۔ ہٹیم ہاٹی ۔ ۳ ۔ زور سے ۔ ۴ ۔ بیوی ۔ ۵ ۔ ڈھیل کیا ۔ ۶ ۔ ہوش اڑ گئے ۔ ۷ ۔ ہرا دیا ۔ ۸ ۔ چھڑکا ۔ ۹ ۔ ٹھنڈا ۔

ہچکی[1] بندھ گئی کسی طرح سنبھلتی ہی نہیں۔ آخرکار گلے لگا لیا۔ آنسو وانسو پوچھے۔ بہت کچھ تشفی[2] دلاسا دیا مگر اُلٹا ہی اثر ہوا گویا گرم توے[3] پر چھینٹا دیا۔ ع۔

میں نہ سمجھوں تو بھلا کیا کوئی سمجھائے مجھے

دُلھن نے بہت کچھ ضبط کیا مگر رہا نہ گیا اور یہ زہر اُگلا[4] "یہ سب کچھ تمھارا ہی کیا دھرا ہے۔ آگ بھی آپ ہی لگاتی ہیں اور بجھانے آپ ہی دوڑتی ہیں۔ آپ ہی تو بیٹے کو ہلسایا مجھ پر قیامت[5] تڑوائی اور اب سمجھانے بھی آئی ہیں بھُس میں[6] چنگی ڈال جمالو دُور کھڑی۔ میں کوئی نگوڑی ناٹھی نہیں کہ تم جس طرح چاہو گی۔ مجھے دبا لو گی۔ بس میں تمھارے ظلم حد سے زیادہ سہ چکی کلیجہ چھلنی[7] ہو گیا اب مجھ میں تاب نہیں رہی۔ میں ایسی ننھی نہیں میں خوب جانتی ہوں مجھے رتی رتی[8] کی خبر ہے جو تم نے جال بچھا رکھا ہے اور جادو ٹونے کروا رہی ہو۔ خیر جیسا تم نے کیا تمھارے آگے آئے اور خدا تم سے سمجھے میں اب اس گھر میں گھڑے پانی بھی نہ پیوں گی۔" بڑی بی بہو کی ہرزہ درائی سُن کر کیا بول سکتی تھیں۔ غصہ تو اُن کو بہت آیا مگر طرح[9] دے[10] گئیں ایک لفظ بھی زبان سے نہ نکالا اور یہ حضرت ڈولی منگا سوار ہو

۱۔ رونے میں جو سُبکی لگ جاتی ہے۔ ۲۔ تسلی۔ ۳۔ گرم توے پر چھینٹا دیا جائے تو اور بھبکا اُٹھتا ہے ۴۔ غصہ نکالا۔ ۵۔ حضب ڈھایا۔ ۶۔ آپ ہی تو بھُس میں آگ لگائی اور آپ ہی دور ہٹ کر کھڑی ہو گئی تاکہ کسی کو شبہہ نہ ہو۔ ۷۔ بے وارثی۔ تنہا جس کا کوئی پرسانِ حال نہ ہو۔ ۸۔ برداشت۔ ۹۔ چھد گیا۔ زخموں سے چور چور ہو گیا ۱۰۔ ذرا ذرا۔ ۱۱۔ ٹال گئیں۔

جھٹ میکے چل دیں۔ ساس نے بہتیرا منع کیا منت سماجت[1] کی وہ ہیں ہیں کرتی ہی رہیں مگر لاڈلی پر شیطان سوار تھا وہ کس کی سننے والی تھی۔ نہ ساس کی اجازت نہ میاں کی پروانگی[2]۔ یہ جا وہ جا۔ لڑکی کیا تھی آگ[3] بگولا تھی۔ گویا پہلے ہی سے دل میں ٹھان رکھا تھا[4] آبگینے کو ٹھیس لگنے کا بہانہ ہوا ورنہ کچھ بات ایسی نہ تھی جو سسرال کو اس بیہودگی سے خیرباد[5] کہا اور ذرا نہ سمجھی کہ اس کا انجام کیا ہوگا ؎

کہو بلبل سے لے جائے چمن سے آشیاں[6] اپنا
لکھا تھا یوں کہ فصلِ گل میں چھوٹے خانماں[7] اپنا

میکے میں لاڈلی کی اس ناشائستہ اور مستعجلانہ[8] حرکت کو کس نظر سے دیکھا گیا آگے چل کر معلوم دے گا۔ فرخندہ نے کچہری سے آتے ہی سہ دری خالی دیکھی اس کا ماتھا ٹھنکا[9]۔ پوچھا۔ معلوم ہوا کہ وہ تو دو بجے ہی چلچلاتی[10] دھوپ میں بہتیرا منع کیا چلی گئیں۔ غصہ تو اسے بہت آیا اور وہ سیدھا سسرال چلا تھا کہ اس نابکار[11] عورت کو خوب مزا[12] چکھائے مگر ماں نے پکڑ لیا اور اپنے سر کی قسم دلائی اور کہا کہ تو بھی دیوانہ ہوا ہے کدھر جاتا ہے۔

۱۔ عاجزی۔ ۲۔ رضامندی۔ ۳۔ بالکل برافروختہ ہوگئی۔ ۴۔ جو آدمی اوکھو رہا ہو اسے ذرا سی ٹھیس لگ جائے تو گر پڑتا ہے۔ یعنی بات تو ذرا سی تھی مگر بڑھ گئی۔ ۵۔ رخصت۔ ۶۔ گھر۔ ۷۔ جلد بازی۔ ۸۔ یعنی تاڑ گیا۔ ۹۔ سخت دھوپ جس میں چیل انڈا چھوڑ دیتی ہے یا ہرن کالے پڑ جاتے ہیں۔ ۱۰۔ بہت کچھ۔ ۱۱۔ بد۔ شریر۔ ۱۲۔ بدلہ لے۔ اس کے کیئے کی سزا دے۔

بیٹھ اور دیکھا کیا۔ فرخندہ نے بھی غصہ ٹھنڈا ہونے پر دل میں کہا خس کم جہاں پاک۔ اچھا ہوا پاپ کٹا۔

۱۳۔ سمدھنوں کی لڑائی

ہر ایک بات میں کہتی ہو تم کہ تو کیا ہے
تمہیں بتاؤ یہ اندازِ گفتگو کیا ہے

گو یہاں سے کوئی اُدھر پھٹکا نہ تھا اور نہ جانا ہی مناسب تھا مگر وہاں کسے صبر تھا۔ دوسرے دن سویرے ہی امیر بیگم سر چڑھ کر آئیں اور ایک زبان سے ہزاروں باتیں سردار بیگم کو سنائیں اور سارے بخیئے اُدھیڑ کر دھر دیئے۔ بھلا امیر بیگم اور سردار بیگم کا کیا مقابلہ نعوذ باللہ شیطان اور رحمٰن کی کیا مناسبت سردار بیگم فرشتہ خصلت۔ امیر بیگم شیطان سیرت۔ سردار بیگم کم سخن امیر بیگم پُر از شر و فتن۔ امیر بیگم کو انسانیت چھو نہیں گئی تھی۔ مآل اندیشی۔ کا نام بھی نہ سنا تھا نوچنے کھسوٹنے دست و گریباں ہونے پر تُلی ہوئی تھیں ؎

کاٹیدن و نوچیدن و بر آنگ پڑیدن
کتا از تو بلی ز تو بندر ز تو آموخت

۱۔ جتنا کوڑا کرکٹ کم ہو صفائی کے لیئے اچھا ہے یعنی چلی گئی تو بلا سے۔ ۲۔ جھگڑا مٹا۔ ۳۔ جا کر پھرا۔ ۴۔ حقیقت کھول دی۔ ۵۔ خدا کی پناہ۔ ۶۔ مقابلہ۔ ۷۔ خصلت۔ عادت۔ ۸۔ کم بات کرنے والی۔ منہ ماری۔ ۹۔ شرارت اور فساد سے بھری ہوئی۔ ۱۰۔ آدمیت۔ ۱۱۔ انجام کار سوچنا۔ ۱۲۔ لڑنے۔ گریبان پھاڑ ڈالنے پر۔ ۱۳۔ آمادہ۔ طیار۔ ۱۴۔ کاٹنا۔ نوچنا اور کسی پر جا پڑنا کتے اور بلی اور بندر نے تجھ سے ہی سیکھا ہے۔

ایمان کی بات یہ ہے کہ سردار بیگم نے بیٹے کی ماں ہو کر اپنی سرداری[1] کا کام کیا۔ بڑا ضبط اور تحمل کیا زبان سے اُف[2] نہ کی۔ خاموش بیٹھی سنتی رہیں۔ امیر بیگم کی زبان کیا تھی گویا پنجاب[3] میل فرّاٹے[4] بھر رہی تھی۔ اُن کے منہ میں لگام نہ تھی۔ میاں کو انھوں نے پہلے ہی سے تختۂ مشق بنا رکھا تھا لڑائی میں پرانی مشاق[5] اُن کی زبان کے سامنے راجس[6] کی قینچی بھی کند تھی۔ اللہ اکبر! ؎

بات پر واں زباں کٹتی ہے
وہ کہیں اور سنا کرے کوئی

ان کی سات[8] پشت کو دم بھر میں پُن[9] کر رکھ دیا اور پھر چلتی پھرتی نظر آئیں۔ اب ہم بھلا اُن سرتاپا[10] بیہودہ خلاف تہذیب کلمات کو کیا دہرائیں[11]۔ جو صلواتیں سردار بیگم پر پڑیں انھیں کا دل جانتا ہوگا بھلا یہ بھی کوئی بات تھی کہ گھر چڑھ کر لڑنے آئیں اُن کو ذرا خیال نہ آیا کہ بیٹی والوں کی ناک[13] خود بخود نیچی ہوتی ہے مگر غصے کے سامنے کچھ بھی نہ سوجھا۔ غرض بیٹی کی سسرال پر چڑھائی کیا کی گویا اس کے حق میں کانٹے[14] بو گئیں۔ غنیمت ہے کہ اُس وقت لڑکا گھر میں نہ تھا ورنہ خدا جانے کیا آفت[15] برپا ہوتی۔ ع

بلائے بود ولے بخیر گزشت[16]۔

لڑائی۔ ۲۔ بھاپ نہ نکالی۔ ۳۔ وہ میل جو پتاور سے سیدھی مبئی جاتی ہے جس کی رفتار بہت تیز ہے اور ... سے باتیں کرتی ہے۔ ۴۔ بہت تیز چلنا جیسے ہوا فر فر چلتی ہے۔ ۵۔ تجربہ کار۔ ۶۔ ... کے مشہور چاقو ... والے کی دکان کا نام ہے جس کے چاقو قینچیاں بہت عمدہ اور تیز ہوتی ہیں۔ ۷۔ کند جس کی دھار ... ہو گئی۔ ۸۔ سات بزرگوں کو۔ ۹۔ روئی کی طرح دھن ڈالا۔ ۱۰۔ تمام سر۔ ۱۱۔ اعادہ کریں۔ ۱۲۔ سخت اور ناشائستہ الفاظ۔ ۱۳۔ بسبب بیٹے والوں کے بیٹی والے شرمندہ ہوتے ہیں۔ ۱۴۔ دقت پیدا کر گئیں۔ ۱۵۔ مصیبت اٹھ کھڑی ہوتی۔ ۱۶۔ ایک بلا آئی تھی مگر خدا کا شکر ہے کہ خیریت ہو گئی مل گئی۔

فرخندہ جمال جب رات کو گھر میں آیا تو ساس کی اِس قدر زیادتی سُن کر ایسا صدمہ اور ایسی کوفت[1] ہوئی کہ رہا سہا دل بھی بیوی سے پھٹ[2] گیا اور ایسی بُرائی بیٹھی کہ پھر مدت العمر دل سے نہ نکلی ؎

آزارِ[3] از جراحت بیگانگاں رسد　　مرہم منہ کہ زخم دل از آشنا رسید

بیوی خیر کم عمر ناتجربہ کار تھی اُس سے ایسی حرکت کا ہونا دلیل کم عقلی تھا۔ مگر امیر بیگم تو نادان[4] نہ تھیں معلوم ہوا کہ ع۔

ایں[5] خانہ تمام آفتاب است

امیر بیگم کو جو نہ کرنا تھا وہ کر گزریں لیکن پیچھے[6] کر کے اُن کو لوگوں نے بڑی لے[7] دے کی۔ دل میں تو وہ بھی ضرور قائل ہوئی ہوں گی گو مُنھ سے نہ کہیں لیکن اُن کو اپنی بات کی پچ[8] ایسی تھی کہ چاہے بیٹی کو طلاق مل جائے مگر وہ اپنی طرف سے میل ملاپ کی کوشش ہرگز نہ کریں گی۔

دو برس برابر تنا تنی رہی نہ کوئی یہاں سے جاتا تھا نہ وہاں سے آتا تھا ؎

لازم تھا کہ دیکھو مرا رستہ کوئی دن اور
تنہا گئے کیوں اب رہو تنہا کوئی دن اور

فرخندہ جمال نے اِس سکون کو غنیمت سمجھا کہ جان بچی لاکھوں پائے۔

---

۱ تکلیف۔ ۲۔ دل میں برائی آگئی ۳۔ غیر لوگوں کی ایذا دہی سے تکلیف پہنچتی ہے لیکن جب اپنوں ہی سے دل دُکھا تو اُس پر مرہم لگانا یا علاج کرنا فضول ہے یعنی لاعلاج بات ہے ۴ ناسمجھ ۵۔ یہ سارا گھر کا گھر آفتاب ہے۔ طنزیہ کلمہ ہے۔ یعنی سب ہی لائق ہیں۔ ۶۔ بعد میں ۷۔ لعنت ملامت۔ ۸۔ سخن پروری

۱۴۔ میکے میں دو سالہ قیام

اب تک اُسی کی دُھن ہے اُسی کا خیال ہے　چھوٹے چھٹائے ربط پر اب تک حال ہے

اب وہاں کا حال سُنیئے۔ شروع شروع تو بیٹی کی بڑی خاطر و مدارات[14] ہم ذری ہوئی نئے[1] کے نو دام پُرانے کے تین دام۔ لیکن جب یہ خیال تھا کہ ساس منت[2] سماجت کریں گی اپنا قصور معاف کرائیں گی اور بہو کو منا[3] سمجھا کر لے جائیں گی اور سردار بیگم اپنی نیک مزاجی سے ایسا کرنے پر آمادہ بھی تھیں[4] کیوں کہ اِس سے اُن کی بڑائی میں کوئی فرق نہ آتا تھا بلکہ اور وقعت بڑھتی تھی لیکن فرخندہ جمال نے سختی سے اُن کو منع کیا کہ ایک تو سر[5] اسر قصور اُن کا کہ بلا میری اجازت کے چلی گئیں گویا خود مختار تھیں اور پھر اُن کی اتا جان سر چڑھ آئیں اور بک جھک[6] کر چلی گئیں خبردار جو کوئی یہاں سے گیا ورنہ مجھ سے بُرا کوئی نہیں۔ یوں کسی نے دو برس تک اُلٹ کر خبر نہ لی۔ اِس اثنا[10] میں ماں بیٹیوں کی بھی چل گئی[11]۔ ماں کی طرف سے بے اعتنائی[12] ہونے لگی۔ بیاہی بیٹی کا بوجھ کب تک اُٹھا سکتی تھیں۔ لاڈلی سمجھتی تھی کہ کوار[13] پتے کی سی آؤ بھگت[14] اب بھی ہوگی

۱۔ آؤ بھگت ۔ ۲۔ کل جدید لذیذ ہر نئی چیز اچھی معلوم ہوتی ہے۔ نئی چیز کی قدر و قیمت زیادہ ہوتی ہے پُرانی اُس کو کون پوچھتا ہے۔ ۳۔ عذر معذرت ۔ ۴۔ راضی کرکے ۔ ۵۔ طیار ۔ ۶۔ تمام تر ۔ ۷۔ آزاد ۸۔ زبردستی آگئیں ۔ ۹ غصے میں جو منھ میں آیا کہہ سُن کر چلی گئیں ۔ ۱۰۔ درمیاں ۔ ۱۱ لڑائی ہوگئی ۔ ۱۲۔ بے پروائی ۔ ۱۳۔ غیر شادی شدہ ۔ ۱۰ اکتحد ۔ ۱۴ مدارات ۔

مگر یہاں معاملہ برعکس[1] تھا۔ یہ اپنی عادت کے موافق بات بات پر ماں سے
الجھتی[2] تھی ماں بھی جھڑ[3] کی گھڑکی سے پیش آنے لگی۔ اتر[4] اسحنہ مردک نام۔ بلکہ
کئی دفعہ سنا بھی دیا کہ بس بیوی اپنی زبان تہ کر رکھو میں تمھاری لونڈی باندی
نہیں میں نے تمھارے باوا کی آدھی بات آج تک نہیں سنی تم کون ؟
تمھاری زبان نے تو یہ غضب ڈھایا کہ سسرال غارت ہوئی اب میکے
میں بھی نہ تم چین سے بیٹھتی ہو نہ کسی کو بیٹھنے دیتی ہو۔

لاڈلی کو کبھی توقع نہ تھی کہ ماں اسے یوں جھڑک دے گی۔ ان کی ڈانٹ
گویا دکھتی چیز کی چوٹ تھی۔ ماں کے بھرّاتے[5] پر تو اس نے سسرال پر
لات[6] ماری تھی۔ میاں اور ساس سے بگاڑ لی تھی لیکن ماں نے بھی جب
اگلی سی شفقت چھوڑ دی تو اب اس بے چاری کا ٹھکانا[7] کہاں رہا ؂
کسی کا کب کوئی روز سیہ میں ساتھ دیتا ہے کہ تاریکی میں سایہ بھی جدا رہتا ہے انساں سے

اب لاڈلی کو اپنی سخت غلطی پر تنبہ[8] ہوا کہ اس نے اپنے اصلی گھر پر نقلی اور
عارضی[9] گھر کو ترجیح[10] دی۔ اب معلوم ہوا کہ بیاہی بیٹی ماں باپ پر بھی دوبھر[11]
ہو جاتی ہے لیکن اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت
اب اس کا کیا منھ تھا کہ ساس کے قدموں پر جا گرے اور معافی چاہے
دوسرا کوئی ایسا صلح[12] کل درمیان میں نہ تھا جو اس گتھی[13] کو سلجھاتا۔ لاڈلی کو

۱۔ الٹا ۲۔ بحث کرتی تھی ۳۔ ڈانٹ ڈپٹ ۴۔ جب کوئی آدمی اپنی خدمت سے ہٹا دیا جاتا ہے
تو اس کی کچھ وقعت باقی نہیں رہتی ۔ ۵۔ زور۔ بھروسہ۔ دعم ۔ ۶۔ چھوڑ دیا۔ ۷۔ آسرا۔ سہارا
۸۔ پشیمان نادم ہوئی ۔ ۹۔ چند روزہ ۔ ۱۰۔ برتری ۔ ۱۱۔ اجیرن۔ بار ۔ ۱۲۔ بیچ بچاؤ کرنے والا ۱۳۔ الجھن۔

اب گھن[1] لگا۔ اور دل ہی دل میں کُڑھنے[2] لگی۔ غم بُری بلا ہے آخر کار بیمار پڑ گئی۔ اب مزاج میں نہ وہ چہل[3] رہی نہ امنگ[4] گُھل گُھل کر کانٹا[5] ہو گئی ؎

ہم نے مانا کہ تغافل[6] نہ کرو گے لیکن خاک ہو جائیں گے ہم تم کو خبر ہونے تک

۱۵۔ ساس اور میاں سے عفو تقصیر[7] کے بعد میل ملاپ

اگر بخشے زہے رحمت نہ بخشے تو شکایت کیا

سر[8] تسلیم[9] خم ہے جو مزاج یار میں آئے

بیماری کا حال میاں نے بھی سنا مگر دل سخت کر لیا۔ چھوڑے[10] گاؤں کا کیا لیجے ناؤں۔ ساس نے سنا تلملا گئیں[11] لاکھ فرخندہ نے روکا مگر ان کا دل نہ مانا۔ آخر ہو ہی تھی چلی گئیں۔ لاڈلی اپنی خودسری[12] کا مزہ خوب چکھ چکی تھی۔ تکلے کے سے بل نکل گئے۔ ساس کو اچانک[13] آتے دیکھ سٹپٹا[14] گئی جس خستہ[15] حال میں بیٹھی تھی ویسے ہی دوڑی جھک کر سلام کیا۔ ساس نے گلے لگا لیا دعا دی۔ بوڑھ[16] سہاگن سائیں[17] جئیں کوکھ ٹھنڈی[18] رہے۔ دیکھا تو ہڈی سے چمڑا لگ گیا ہے وہ رنگ روغن ہی نہیں۔ میلے کچیلے کپڑے سر جھاڑ[19]

۱۔ روگ لگ گیا۔ ۲۔ رنج کرنے لگی۔ ۳۔ خوش مزاجی۔ ۴۔ بہتری کا خیال۔ ولولہ۔ ۵۔ کانٹے کی طرح سوکھ گئی۔ ۶۔ غفلت۔ بے پروائی۔ ۷۔ قصور معاف کرانے کے بعد۔ ۸۔ بہت بڑی۔ ۹۔ آدمی جب کسی بات کو مان لیتا ہے تو سر جھکا دیتا ہے۔ ۱۰۔ جس جگہ کو چھوڑ دیا پھر اُس کا نام لینا کیا۔ ۱۱۔ بے قرار۔ ۱۲۔ خود رائی۔ ۱۳۔ دفعتہً۔ یکایک۔ ۱۴۔ گھبرا۔ ۱۵۔ ردی۔ بُرا۔ ۱۶۔ بڑھاپے میں بھی شوہر والی رہو۔ ۱۷۔ میاں زندہ رہے۔ ۱۸۔ پیٹ ٹھنڈا رہے یعنی اولاد ہو اور زندہ رہے۔ ۱۹۔ بے کنگھی کیا ہوا۔ بال اُلٹ پلٹ۔

جھنکار[1]۔ امیر بیگم کو پہلے سے خبر ہوتی تو وہ ناک چوٹی گرفتار خود ٹل[2] جاتیں مگر اب تو مڈبھیڑ[3] ہو ہی گئی بارے غنیمت ہے کہ اُنھوں نے دُنیا کی شرما شرمی دکھاوے[4] ہی کو سہی۔ دو انگلیاں[5] تو ماتھے پر رکھ لیں مگر جھٹ[6] دالان میں گھس گئیں اور پھر نہ نکلیں۔ سردار بیگم بہو کی صحنچی[7] میں جا بیٹھیں جہاں بیٹھنے تک کا بھی ٹھکانا نہ تھا ایک میلی چیکٹ چاندنی تو البتہ بچھی ہوئی تھی بہو نے اب خوب سمجھ لیا تھا کہ اُس کا گھر اس ماں ہی نے کھوایا[8] نہ ایسا اُٹھاتیں[9] نہ یوں بھڑ بہنے[10] دیتیں نہ میں اس ہڈرے[11] کو پہنچتی ساس کو اکیلا دیکھ کر جمپٹ گئی اور اُن کے قدموں پر سر رکھ کر ایسا روئی کہ ہچکی بندھ[12] گئی۔ ساس نے جلدی سے اُٹھا کلیجے سے لگا لیا اور سمجھیں کہ اِس بے چاری کا کیا قصور ہے ایک کہی نہ دو بہو کو ساتھ لے اپنے گھر چلی آئیں۔ بیٹی کی اِس حرکت سے جو درحقیقت قابل قدر تھی امیر بیگم سخت ناراض ہوئیں اور چاہتی تھیں کہ ڈولی میں سے گھسیٹ[13] لیں مگر خدا جانے کیا پنگی[14] کے دم میں تھیں کہ کچھ بولیں چالیں نہیں مگر اُس کے جاتے ہی بہت بگڑیں کہ آخر کار کو اِس چڑیل نے میری ناک کٹائی[15] نا۔ میری کی کرائی محنت سب کارت[16]

۱۔ حد درجے کی بدمزاج جو اپنے آپ سے بھی راضی نہ ہو۔ ۲۔ چلی جاتیں۔ ۳۔ مقابلہ۔ آمنا۔ سامنا۔ ۴۔ ظاہرداری۔ ۵۔ یعنی بادل ناخواستہ سلام کر لیا۔ ۶۔ فوراً۔ ۷۔ سہ دری جبوترے کے بغلی چھوٹے کمرے میں۔ ۸۔ غارت اور برباد کیا۔ ۹۔ پرورش کرتیں۔ عادت ڈالتیں۔ ۱۰۔ بڑھاوے دیتیں۔ ۱۱۔ بُری حالت۔ ۱۲۔ روتے روتے سانس بے قابو ہو گیا۔ ۱۳۔ کھینچ۔ ۱۴۔ اُس وقت کیسی بھلی گھڑی تھی۔ ۱۵۔ رسوائی کی۔ ۱۶۔ جو کچھ میں نے کیا تھا سب برباد گیا۔

گئی۔ میں تو اس کے برتے پر سمدھن سے لڑی داماد سے بُری بنی دو برس تک اپنا خون[1] پانی ایک کیا کہ کسی طرح اس کا دل میلا[2] نہ ہو مگر اللہ اکبر کیسی طوطا چشم[3] نکلی کہ ساس کو دیکھتے ہی ریجھ گئی[4] اور ساس بھی کم بخت کسی گت کی[5] نہیں۔ مجھ سے پوچھا تک بھی تو نہیں کہ میّا[6] کم بخت بھی کوئی ہے اور جھٹ ساس کے ساتھ ہولی اللہ رے فتنی[7] مجھے خبر ہوتی کہ یہ پیٹ[8] میں سے ایسے پاؤں نکالے گی تو حاشا للہ میں کبھی اس کے معاملے میں نہ پڑتی۔ لیکن اب[11] کھائی تو کھائی اب کھاؤں تو رام دہائی میں نے تو کان[12] اینٹھا اگر اصل[13] کی جنی ہوں گی تو اس کُتیا کے معاملے میں کبھی دخل نہ دوں گی۔

بددعا تو اس نامراد چھتیوں[14] پیٹی کو کیا دوں میری ماتا ہے مگر ہاں میں بھی اپنے قول کی پکی[15] ہوں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس مردار کی صورت جیتے جی تو دیکھنے کی نہیں اور نہ اسے دودھ[16] بخشوں گی اور واقعی کیا بھی ایسا ہی۔

فرخندہ جمال نے جب سُنا کہ گئی گوائی بلا پھر گلے[17] پڑی تو بہت چہ کنم[18] میں

۱۔ کھروسے۔ ۲۔ بے انتہا مشقت کی۔ رحمت اُٹھائی۔ ۳۔ آزردہ نہ ہو۔ ۴۔ بے مروت۔ ۵۔ پھیل گئی ۶۔ کسی کام کی نہیں۔ ۷۔ ماں کو حقارت سے میّا کہا ہے۔ ۸۔ فوراً۔ ۹۔ فسادن۔ ۱۰۔ ایسے چالاکی کے کام کرے گی۔ ۱۱۔ غلطی یا دھوکے سے کوئی کام ایک دفعہ ہو جاتا ہے دوسری مرتبہ آدمی ہوشیار ہو جاتا ہے اور پھر ایسی حرکت نہیں کرتا۔ ۱۲۔ گرہ باندھ لی۔ آئندہ یاد رہے گا۔ ۱۳۔ شریف النسل۔ ۱۴۔ کوسنا ہے کہ ایسی کم بخت جس کے چاہنے والے یعنی عزیز و قریب اس کے لیے روئیں۔ ۱۵۔ بے لکھی پڑھی عورتیں اسی طرح بولتی ہیں۔ ۱۶۔ دودھ پلانے کا بڑا حق ماں کا ہے وہ بھی نہیں معاف کرنے کی۔ ۱۷۔ خرچا بھی گئی تھی پھر سر پر آگئی۔ ۱۸۔ حیران و پریشان۔

ہوا۔ دو برس تک گھر میں امن چین تھا اب سواری آگئی ہے یہی مکان میدانِ کارزار[1] ہو جائے گا مگر یاں کے سامنے کہہ کیا سکتا تھا یہ تو سمجھا تھا کہ اماں بہو کو دیکھنے گئی ہیں تھوڑی دیر میں چلی آئیں گی اسے کیا خبر تھی کہ وہ پھسل[2] پڑیں گی اور پھر بہو کو سمیٹ لائیں گی۔ ماں نے بیٹے کو بلا کر خوب کان[3] کھول دیئے کہ کچھ تیری عقل گئی ہے عقل[4] کے ناخن لے ہوش میں آ۔ میاں بیوی میں ایسا ہوی جاتا ہے۔ دو برتن ایک جگہ ہوتے ہیں تو آپس میں کھٹک[5] ہی جاتے ہیں یہ کون سی انوکھی بات[6] تھی جو اس قدر طومار[7] باندھ دیا۔ نوج[8] اشرافوں میں کہیں چھٹم چھٹا[9] ہو پھر ہم میں اور بجوڑوں[10] میں فرق ہی کیا رہا۔ فرخندہ نے ماں کے ارشاد کو گوشِ دل[11] سے سُنا اور دل میں کہا کہ خیر یہ بھی سہی ایک سوقع اور دو دیکھو تو ہوتا کیا ہے۔ ع

ایں[12] ہم اندر عاشقی بالائے غم ہائے دگر

بیوی کو دیکھا تو حیران رہ گیا۔ دو برس میں تو وہ دس برس زیادہ عمر کی معلوم دینے لگی۔ نہ وہ شکل وصورت نہ وہ ڈیل ڈول۔ دُبلی ایسی کہ ناک پکڑے سے دم نکلتا تھا۔ عین[13] مین جیسے قبر کا مردہ متحیر[14] ہو گیا کہ یا الٰہ[15] العالمین

۱۔ لڑائی ۔ ۲۔ نرم پڑ جائیں گی۔ ۳۔ ڈانٹ کر کہہ دیا ۔ ۴۔ ہوش سنبھال ۔ ۵۔ ٹکرا ۔
۶۔ غیر معمولی ۔ ۷۔ عجیب ۔ ۸۔ چھوٹی سی بات کو بڑا کر دینا ۔ ۹۔ ٹھیٹ عورتوں کی بولی ہے یعنی خدا نہ کرے ۔ ۱۰۔ مفارقت ۔ ۱۱۔ پاجیوں ۔ کمینوں ۔ ۱۲۔ توجہ سے ۔ ۱۳۔ محبت میں جہاں اور غم ہیں یہ بھی ایک اور غم سہی ۔ ۱۴۔ بالکل ۔ ۱۵۔ حیران ۔ ۱۶۔ اے دُنیا جہان کے معبود۔

اس کی تو قلبِ[1] ماہیت ہوگئی۔ ایسا ترس[2] آیا کہ اُس کی حالتِ زار[3] دیکھ کر
بے اختیار آنسو نکل پڑے سمجھا کہ خوب ٹھوکر[4] لگی ہو۔ ع
آدمی سیکھتا ہو کچھ کھو کر
اِس کو اپنی بربادی کا بہت بڑا قلق رہا ہو۔ ماں نے جو سبز[5] باغ دکھلایا
تھا وہ ہوا[5] ہو گیا اب ضرور سنبھل جائے گی۔ فی الواقع انسان پر جب
مصیبت پڑتی ہو تو وہ پکار اُٹھتا ہو۔ تب اُسے نعمت کی قدر معلوم دیتی ہو۔

قدر عافیت[6] کسی داند کہ بہ مصیبتے گرفتار آید

مصیبت کے بعد انسان کی طبیعت میں ہمیشہ صلاحیت[7] کا مادہ پیدا ہو جاتا
ہو اور پہلے سے زیادہ سمجھدار اور تجربہ کار ہو جاتا ہو۔ قدر نعمت[8] بعد زوال
اسی لاڈلی کو دیکھو کیسی شوخ[9] پشت تھی کہ ناک[10] پر مکھی بیٹھنے کی روادار نہ تھی
یا آج دیکھو تو منکسر[11] المزاج مطیع و منقاد ہے

آں کہ شیراں را کند روبہ مزاج[12]
احتیاج ست احتیاج ست احتیاج

لاڈلی نے ساس کے علاوہ شوہر کی شان میں بھی کچھ کم بے ادبی نہ کی تھی
شوہر کو دیکھتے ہی قدموں میں لوٹ گئی۔ فرخندہ ہیں ہیں یہ کیا کرتی ہو

۱۔ کایا پلٹ ہوگئی۔ ۲۔ رحم۔ ۳۔ بُری اور خراب حالت۔ ۴۔ دھوکا دیا۔ لالچ دی۔ ۵۔ جاتا رہا۔
۶۔ امن چین کی قدر وہی خوب جانتا ہو جو خود کسی مصیبت میں پھنس گیا ہو۔ ۷۔ سیدھے
رستے پر چلنا۔ ۸۔ نعمت کی قدر تو نعمت چلی جانے کے بعد ہی ہوتی ہو۔ ۹۔ تیز مزاج ۱۰۔ ذرا سی
بات کی برداشت نہ تھی۔ ۱۱۔ مزاج میں عاجزی اور اطاعت گزاری اور فرماں برداری
۱۲۔ ضرورت تو ایسی بُری بلا ہو کہ شیر جیسے تند خو جانور کو بھی لومڑی کی طرح غریب بنا دیتی ہو۔

ہوا۔ زرہے مگر اُس نے ایک نہ مانی اور کہا کہ تمھاری تقصیروار رہوں۔
گنہگار۔ شرمسار۔ میرا منھ نہیں کہ اپنی خطا کی معافی کی خواستگار رہوں لیکن
تمھارے رحم و کرم سے متوقع ہوں کہ میری خطا تم معاف کروگے ورنہ میری
دین دُنیا دونوں غارت ہوں گی۔ اب اِن شاء اللہ تمھاری
خلافِ مرضی مجھ سے کوئی بات نہ ہوگی۔ فرخندہ نے بیوی کے آنسو پونچھے
اور بہت کچھ دل جوئی کی اور دونوں کا دل بالکل صاف ہوگیا یہی لاڈلی
جس سے ساس کی دم بھر نہ بنتی تھی اب لونڈی کو عذر تھا اس کو نہ تھا۔
یہی لاڈلی جو شوہر کو غلام سے زیادہ بدتر سمجھتی تھی اب اُسے اپنا مالک
اور مختار جانتی تھی غرض میاں بیوی اور ساس ہو مِل جُل کر رہنے سہنے
لگے۔ وہ دن[1] اور آج کا دن پھر ہم نے کوئی ایسی ویسی بات نہیں سُنی۔
دلوں میں جب میل آجاتا ہے تو اُس کا نکلنا بہت مشکل ہوتا ہے لاڈلی
بیگم نے اپنی پہلی حالت بالکل بدل دی تھی اور وہ واقعی جہاں تک
اُس کے امکان[2] میں تھا میاں کے خوش رکھنے کی ہر طرح کوشش
کرتی تھی مگر پھر بھی چور[3] چوری سے گیا تو کیا ہیرا پھیری سے بھی گیا کبھی کبھی
رگ[4] چڑھ جاتی تھی اور اِس وجہ سے وہ صفائی جو حقیقی اُلفت پیدا
کرنے کے لیئے ضرور تھی مدت العمر پیدا نہ ہوئی۔ گو وہ اگلی سی بے لطفی

۱۔ جب سے اب تک۔ ۲۔ ہوسکتا تھا۔ ۳۔ چور اگر ڈر سے چوری چھوڑ دے تو چھوڑ دے مگر پھر بھی
چکر تو ضرور لگائے ہی گا یعنی جسے کوئی لت پڑجاتی ہے پوری طرح اُس کا جاتا ناممکن ہے کچھ نہ کچھ
کسر رہ ہی جاتی ہے۔ ۴۔ غصہ آجاتی تھی۔ ۵۔ یعنی محبت۔

اور بدمزگی نہ تھی نہ کھلے خزانے مخالفت تھی مگر ہم واقعات نفس الامر کہنے پر مجبور ہیں کہ پوری راحت کامل آرام اور آسایش اور بے ریا یک دلی جو ایک خوش گزران گھرانے اور پُرامن زندگی کے لیئے ضرور تھی کبھی میسّر نہ ہوئی اور نہ ایسی لڑکی سے ہو سکتا تھا جو تعلیم سے بالکل کوری ہو اور جس کی تربیت ایسی ناشائستہ صحبت میں ہوئی ہو۔ ایک مصیبت لاڈلی کے لیئے یہ بھی تھی کہ وہ بے چاری بے اولادی تھی۔ اگر کوئی بال بچہ ہو جاتا تو اُس کا پلّہ بھاری رہو جاتا اور لاڈلی کی یہی ادائیں بھلی لگنے لگتیں اور شوہر کی کشش دلی بھی اور قوی ہو جاتی اور وہ خود بھی پرورش اولاد کے بہترین مشغلے میں لگ جاتی۔

۱۶۔ نواب سلیمان قدر کی وفات

تماشے جہان کے کبھی کم نہ ہوں گے
زمانہ رہے گا مگر ہم نہ ہوں گے

آتے آتے جاڑے دلّی میں پلیگ اس بلا کا پھیلا کہ خدا پھر نہ دکھائے بس جدھر دیکھو چل چلاؤ کا بازار گرم تھا۔ روز سو سو آدمی پھینکنے لگے۔ سارا شہر خالی ہو گیا۔ ہُو کا میدان تھا۔ جدھر دیکھو ویرانہ جس طرف نگاہ کرو

۱۔ ظاہرا بگاڑ۔ ۲۔ سچی اور اصلی بات۔ ۳۔ دکھاوے کی نہیں۔ ۴۔ جاہل۔ ۵۔ مٹی کے ظروف مستعملہ کو کورا کہتے ہیں کوئی چیز جو استعمال میں نہ آئی ہو یعنی بالکل پڑھی لکھی نہ تھی۔ ۶۔ نالایق بری۔ ۷۔ اعتبار بڑھ جانا۔ جم جانا۔ مستقل ہو جانا۔ ۸۔ توجہ میلان خاطر۔ ۹۔ طاعون۔ ۱۰۔ مرنے۔

تباہی جس مکان کو دیکھو بند۔ جس بازار کو دیکھو سناٹا[1]۔ سردار بیگم نے بیٹے سے باپ کو لکھوایا کہ خدا کے واسطے میرٹھ چلے آؤ۔ ایسی خطرناک حالت میں وہاں کیوں پڑے ہو۔ ہماری جان سہموں[2] میں گھلی جاتی ہو نواب صاحب اِس قماش[3] کے آدمی نہ تھے اُنھوں نے کہا لو اور سنو بھلا موت سے بھاگ کر کوئی کہاں جا سکتا ہو

موت سے کس کو رستگاری ہو آج وہ کل ہماری باری ہو

ارے میاں جس کی آئے گی وہ جائے گا۔ آئے پیچھے ایک گھڑی بھی ٹلنے والی نہیں۔ غرض لاکھ منت[5] سماجت کی مگر ایک نہ سُنی اور یہ بات اُن کی مستقل مزاجی کے خلاف بھی تھی۔ قطب[6] از جا نمی جنبد۔ جو کہا تھا وہی کیا دلی میں جمے رہے دلی میں یہ دوسرا دورہ پلیگ کا تھا اس سے پیشتر بھی گو سارے محلے کے لوگ اِدھر اُدھر چلے گئے تھے مگر نواب صاحب نے جنبش[7] نہ کی۔ اب کے بھی اپنی بانی[8] پر اڑے رہے۔ بیگم صاحبہ نے ایسی حالت میں اُن کو اکیلا چھوڑنا مناسب نہ سمجھا وہ دلی چلی گئیں۔ خدا کا شکر ہو کہ نواب صاحب اس ہلکم[9] سے بچ گئے اور دلی میں گرمی کا موسم شروع ہوتے ہی پلیگ کی سرد بازاری[10] شروع ہو گئی۔ بیگم صاحبہ کو میرٹھ آئے دو ہفتے ہوئے تھے کہ نو بجے دن کے دلی سے تار آیا کہ شب

۱۔ سُن سان۔ ۲۔ ویرانہ ۳۔ خطروں۔ ڈر۔ ۴۔ طرز وضع۔ ۵۔ چھٹکارا۔ ۶۔ عاجزی خوشامد ۷۔ قطب تارہ کہیں اپنی جگہ سے ہلتا ہو آسمان پر جہاں جڑ دیا گیا ہو بس وہیں رہتا ہو یعنی اپنی جگہ سے نہ ہلے۔ ۷۔ حرکت۔ ۸۔ بات۔ قول۔ ۹۔ اودھم پریشانی۔ ۱۰۔ کمی۔

گزشتہ نواب صاحب کو خفیف سا فالج کا شکوہ ہوا ہے لیکن کچھ فوری خطرہ نہیں
تار جب آیا گھر میں کوئی پڑھنے والا نہ تھا لڑکا دورے پر گیا ہوا تھا ڈاک خانہ
بھیج کر پڑھوایا۔ بہو کو گھر میں چھوڑ بیگم صاحب اُسی وقت چلی گئیں اور
جاتے جاتے ایک آدمی بیٹے کے پاس دوڑا دیا۔ بیگم صاحب نے جا کر دیکھا
تو داہنی جانب فالج کا اثر تھا۔ ایک ٹانگ رہ گئی تھی[1] اور زبان بھی موٹی[2]
پڑ گئی تھی پہلے حکیم اور پھر ڈاکٹر کا علاج شروع ہوا مگر مرض بڑھتا گیا جوں
جوں دوا کی پہلے ہی نواب صاحب عمر رسیدہ تھے اُن میں کچھ دم یوں بھی
نہ تھا مرغی[3] کو تکلے کا گھاؤ بس ہے۔ ایک دم زبان بند ہو گئی۔ زندگی سے
مایوسی[4] ہو گئی۔ بیٹے کا لخلخہ[5] تھا بار بار یاد کرتے تھے مگر اُن کے آنے جانے
کی کچھ خبر نہ تھی۔ پانچویں دن ادھر آفتاب غروب ہوا اُدھر دلّی کا آفتاب
چھپ گیا۔ فرخندہ کو ایسے مقام پر تار ملا جو ریل سے دور تھا۔ کلکٹر صاحب بھی
دورے پر تھے۔ اجازت آنے میں دیر ہوئی لیکن جس وقت اجازت آئی
فوراً ہی دلّی روانہ ہوا اپنی روانگی سے پہلے تار بھی بھیج دیا۔ گیارہ بجے رات
کو دلّی پہنچے اسٹیشن پر سواری اور لوگ موجود تھے۔ اُترتے ہی باپ کی
خیریت پوچھی دبی زبان[6] سے لوگوں نے کہا کہ وہی حالت ہے مگر لوگوں
کے چہرے[7] اُترے ہوئے تھے جس سے فرخندہ تاڑ[8] گیا کہ خیر نہیں۔ دل کو پہلے
ہی خبر ہو گئی تھی چنانچہ جب ہی معلوم ہو گیا کہ اُن کا کام کل ہی تمام ہو چکا

۱- بے کار ہو گئی تھی۔ ۲- مرتے وقت زبان سخت اور موٹی ہو جاتی ہے بات صاف نہیں نکلتی۔ ۳- کم زور آدمی کو ذرا سی بیماری کافی ہے۔ ۴- نا اُمیدی ۵- رٹ۔ ۶- آہستہ سے۔ ۷- صورتیں مرجھائی ہوئیں۔ ۸- بجھ گیا۔

اور اُسی وقت آپ کو ارجنٹ[1] تار دیا گیا۔ (جو فرخندہ کو نہیں ملا) مجبوراً آج ہی دو بجے تک انتظار کر کے اُن کی تجہیز و تکفین[2] کی گئی اور اپنی قدیم ہڑواڑ[3] میں رکھے گئے۔ فرخندہ سمجھے ہوئے تھا کہ باپ اس مہلک[4] مرض سے جاں بر نہ ہوں گے بری ہم موت کے دہاکے سے بیٹھ گیا۔ لوگوں نے سمجھایا کہ دُنیا میں سدا[6] کسی کے ماں باپ نہ جئے ہیں نہ جئیں گے وہ تو پکے[8] پان تھے جوانوں کا بھروسہ نہیں۔ صبر کیجئے۔ ساری دلی میں اتنے بڑے نامور شخص کے اُٹھ جانے کا کہرام[9] مچ گیا سیکڑوں تار تعزیت[10] کے آئے خطوں کی تو کچھ گنتی ہی نہیں۔ تمام اخباروں کے کالم[11] کے کالم سیاہ تھے۔ گورنمنٹ اور حکام کی طرف سے تعزیتی چٹھیاں آئیں چند روز رونا پیٹنا رہا آخر کب تک۔ سدا رہے نام اللہ کا۔ وقت ایک ایسا مصلح[12] ہے کہ سارے غموں اور جملہ مصیبتوں کی سختیوں کو مٹا دیتا ہے۔ دُنیا کی نہ خوشی کو ثبات[13] ہے۔ نہ غم کو قیام۔ مرنے والا مر جاتا ہے مگر دُنیا کا کارخانہ اسی طرح چلتا رہتا ہے

ہجر میں سب چل بسے کس کس کا یاں غم کیجئے
اب جگر کو روئیے یا دل کا ماتم کیجئے

فرخندہ جمال دو ہفتے کے بعد اپنی نوکری پر چلے گئے۔ اتنا بڑا گھر اور اتنا

۱۔ ضروری۔ ۲۔ آخری منزل کی طیاری اور کفن دینا۔ ۳۔ جہاں مردے گاڑے جاتے ہیں ۴۔ خطرناک جس میں جان نہ بچے۔ ۵۔ بچ نہیں سکتے۔ ۶۔ صدمے۔ ۷۔ ہمیشہ۔ ۸۔ یعنی بڈھے تھے۔ پکا پان جلد گل جاتا ہے۔ یعنی عمر طبعی کو پہونچ چکے تھے۔ ۹۔ سخت ماتم۔ ۱۰۔ غمخواری۔ ۱۱۔ ورق کا ایک حصہ ۱۲۔ اصلاح کرنے والا ٹھیک کرنے والا۔ ۱۳۔ یعنی نہ خوشی مستقل ہے نہ غم۔ جس طرح خوشی چند روزہ ہے ویسے ہی غم بھی۔

بڑا کارخانہ صرف نوکر چاکروں کے ہاتھ میں رہا کہ دیکھ ریکھ[1] کرنے والا کون تھا۔

۱۷۔ لاڈلی بیگم کا ہیضے سے دفعتہً[2] انتقال

دو دن بھی ایک رنگ پہ باغِ جہاں نہیں
وہ کون سا چمن ہے کہ جس میں خزاں نہیں

مصیبت[3] جب آتی ہے تو تنہا نہیں آتی۔ ابھی چھ مہینے اِس سانحے[4] کو نہ گزرے تھے کہ میرٹھ میں ہیضے کی تڑبڑ[5] شروع ہوئی۔ لاڈلی بیگم بے چاری بھی اِس جھپیٹے[6] میں آگئی۔ اچھی[7] بھلی تھیں کہ مغرب کو صرف دو قے اور ایک دست آیا کہ دم سنت[8] گیا نڈھال[9] ہوگئیں۔ گردن ڈال دی آنکھیں پتھرا گئیں[10] میاں نے بہت کچھ دوا دوش[11] کی پاؤں چھلنی[12] کر دیئے۔ حکیم ڈاکٹر سب ہی آئے مگر موت کے سامنے کسی کی نہ چلی۔ کسی کو خبر ہوئی کسی کو نہیں صبح نہ ہونے پائی تھی کہ وہ جنت کو سدھاریں اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ[13] فرخندہ جمال کا بنا بنایا گھر آناً فاناً[14] میں اُجڑ[15] گیا دُھرے دُھرے صدمے اُس پر پڑے اب خدا ہی اُسے صبر دے فرخندہ جمال بھی اپنی بیوی سے

۱۔ خبرگیری۔ ۲۔ یکایک۔ ۳۔ آدمی کو جب فکر ہوتا ہے تو چاروں طرف سے ہوتا ہے یعنی ایک مصیبت کے ساتھ دوسری بھی آتی ہے۔ ۴۔ صدمے۔ واقعہ دردناک۔ ۵۔ گڑبڑ۔ ۶۔ زد۔ ۷۔ تندرست۔ ۸۔ کھنچ۔ ۹۔ کمزور بے دم۔ ۱۰۔ پُتلیاں ٹھہر جانا۔ مرتے وقت پتلیوں کی حرکت بند ہو جاتی ہے۔ ۱۱۔ دوڑ دھوپ ۱۲۔ پھرتے پھرتے پاؤں زخمی ہوگئے۔ ۱۳۔ ہم تو اللہ ہی کے ہیں اور بے شک اُسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ ۱۴۔ یکایک ایک دم میں۔ ۱۵۔ برباد ہوگیا۔

اب ناراض نہ تھا اور ساس تو فرشتہ سیرت تھیں! بہو سے بھی اب بہت خوش تھیں ایسی حالت میں یوں بھی اُس کا مرنا ایک مصیبت تھا چہ جائیکہ[1] جوان مرگی[2] اور یکایک راتوں رات میں بلا شان گمان[3] ختم ہو جانا۔ اپنوں کو جتنا غم نہ ہو تھوڑا تھا غیر بھی کفِ حسرت و افسوس[4] ملتے تھے۔ ماں کو بیٹے کے گھر کی تباہی کا سخت ملال تھا۔ لیکن امیر بیگم ایسی کٹّر[5] تھی کہ گو اُن کو رات کو ہی خبر دی گئی تھی کہ ایسی خطرناک حالت ہے مگر وہ نہ آئیں پر نہ آئیں۔ بھلا وہ کیسے آئیں بیٹی نے خطا ہی ایسی بھاری کی تھی کہ ساس اور میاں سے معذرت کرکے نہ صرف اپنا اُجڑا ہوا گھر آباد کیا بلکہ اپنی عاقبت بھی درست کی لیکن وہ یہی کہتی رہیں کہ میں کبھی اُس کی صورت نہ دیکھوں گی صبح کو جب خبر ہوئی کہ لاڈلی بیگم ایسی نیند سو رہی ہیں جس سے کوئی جاگتا نہیں تب البتہ خون کا جوش[6] آیا روتی پیٹتی آئیں۔ پھر آخر ماں تھیں۔ خود بیٹھی رہیں اور جوان لہلہاتی[7] بیٹی چلی گئی۔ باپ کو اکلوتی[8] جوان بیٹی کی موت نے ایسا بٹھا دیا کہ وہ پھر اُٹھے ہی نہیں گھل گھل کر تین مہینے میں ختم ہو گئے۔ اب میکے میں سوائے ایک ماں کے دم کے اور کوئی نہیں رہا جس ماں نے بیٹی کی زندگی میں داماد کا منہ نہ دیکھا اب تو بھلا واسطہ[9] ہی کیا رہا تھا وہ یہی کہا کیں کہ ساس اور میاں نے میری بچی کو جلا جلا کر

۱۔ خصوصاً ایسے موقع پر۔ ۲۔ جوان موت۔ ۳۔ جس کا خیال بھی نہ ہو۔ خلاف امید۔ ۴۔ ناامیدی اور رنج سے ہاتھ ملنا۔ کف کے معنی ہتھیلی۔ ۵۔ سخت۔ سنگ دل۔ ۶۔ محبت کا اُبال۔ ۷۔ جس کی جوانی کی بہار تھی۔ ۸۔ اکیلی۔ ۹۔ تعلق۔

مارا۔ حشر میں میرا ہاتھ ہوگا اور اِن دونوں کا گریبان۔

۱۸۔ دوسری شادی کے لیئے ماں کا اصرار اور بیٹے کا انکار

بروای[1] ناصح وبردردکشاں خردہ مگیر
کارفرمائے قدر می کند ایں من چہ کنم

نواب صاحب کے انتقال کے بعد سے بیگم صاحب زیادہ تر دلی میں رہنے لگی تھیں۔ اگر نہ رہتیں تو وہ گھر اوندھ[2] جاتا۔ فرخندہ جمال کی گزر اب کیسے ہو۔ گھر میں رہا کون۔ بیوی کو اللہ میاں نے بلالیا۔ ماں یوں چلی گئیں گھر بھائیں[3] بھائیں کرنے لگا۔ دن بھر تو خیر دنیا کے دھندوں[4]۔ بکھیڑوں کچہری کے معاملے مقدموں میں کٹ جاتا تھا مگر رات کاٹے نہ کٹتی تھی۔ خالی گھر کاٹنے[5] کو دوڑتا تھا۔ تنکر ہی کہ جلدی سے شاہجہاں پور کی بدلی ہو گئی وہ گھر تو چھٹا جہاں ہر وقت ہر لحظہ بیوی کا خیال ستاتا تھا آخر دس برس کی ساتھی اور رفیق آن واحد[6] میں چھوٹ گئی کیسے ایک دم سے اُسے بھلا سکتا تھا اور قاعدہ ہی کہ عموماً مرے بعد سب برائیاں بھول جاتی ہیں اور نیکیاں یاد رہ جاتی ہیں۔ قدر[7] مردم بعد مردم۔ بدلی کے ساتھ ترقی بھی ہوئی چار سو سے چھ سو ہوئے مگر فرخندہ کے دل[8] کی کلی نہ کھلی

۱۔ اے ناصح چلتا پھرتا نظر آ۔ غم زدوں پر کیا نکتہ چینی کرتا ہی۔ اصل کرنے والا تو خدا ہی ہم ہیں ہی کیا جو ہم سے کچھ ہو سکے۔ ۲۔ ابتر ہو جاتا ہی۔ ۳۔ وحشت کدہ ہو گیا۔ ۴۔ کام جھمیلوں۔ ۵۔ سخت ہیبت ناک معلوم دیتا تھا۔ ۶۔ دفعتہً۔ ۷۔ آدمی کی قدر اُس کے بعد ہوتی ہی۔ ۸۔ یعنی خوش نصیب نہ ہوئی وہی بے چینی تھی۔

وہی بے کلی تھی۔ باپ اور بیوی دونوں کے غم کی گھٹا ایسی گہری چھائی ہوئی تھی کہ اُس میں خوشی خوشی معلوم ہی نہ دی۔ یار دوستوں اور لوگوں نے جب ڈپٹی صاحب کی یہ حالت دیکھی کہ اِس غم میں گُھلے جاتے ہیں ایسا نہ ہو کہ دل[1] اُلٹ جائے اور کوئی سامانِ دلبستگی[2] تھا نہیں جو گھڑی دو گھڑی غم غلط[3] ہو تو دبی[4] زبان سے اُن کی مرضی لینے اور دل ٹٹولنے[5] کے لیئے برسبیل تذکرہ[6] دوسری شادی کا ذکر چھیڑ دیا کہ آخر آپ جوان آدمی ہیں آل اولاد بھی نہیں زندگی کے دن کیسے تیر[7] ہوں گے ضرور آپ کو شادی کرنی چاہیئے۔ ماں بھی کئی دفعہ بہ اصرار[8] کہہ چکی تھیں مگر غم تازہ ہوتا ہے اور دل ٹھکانے نہیں ہوتا تو ساری باتیں بُری لگتی ہیں جی چاہتا ہے کہ آدمی کا مُنھ نوچ[9] لیں۔ فرخندہ نے صاف کہہ دیا کہ شادی تو انسان کی مدۃ العمر میں ایک دفعہ ہوتی ہے سو ہو چکی اب تو باسی[10] کڑھی کا اُبال ہے بیگم صاحب بہت تلملاتی[11] تھیں اور بیٹے کی خانہ ویرانی[12] سے ہمیشہ ملول[13] رہتی تھیں۔ اُن کا دل چاہتا تھا کہ میں اپنے سامنے اِس کا گھر آباد دیکھ لوں مگر اُن کے بس کی بات نہ تھی۔ فرخندہ اب کچھ لڑکا نہ تھا کہ پکڑ[14] پکڑا کر کر دیتیں جب دیکھا کہ زیادہ اصرار اُسے ناگوار ہوتا ہے طرح[15] دے گئیں۔

۱۔ دیوانے ہو جائیں۔ ۲۔ دل لگنے کی چیز۔ ۳۔ غم بھولے۔ دل بہلے۔ ۴۔ آہستہ سے۔ ۵۔ مرضی معلوم کرنے کے لیئے۔ ۶۔ تذکرے کے طور پر۔ ۷۔ گزریں گے۔ کٹیں گے۔ ۸۔ زور دے کے۔ ۹۔ مُنھ کھسوٹ لیں۔ ۱۰۔ ایسی گئی گزری بات کو پھر از سرِ نو تازہ کرنا۔ ۱۱۔ بے قرار تھیں ۱۲۔ گھر اُجڑ جانے سے ۱۳۔ رنجیدہ۔ ۱۴۔ زبردستی۔ ۱۵۔ ٹال گئیں۔

۱۹۔ سردار بیگم صاحب کی بیماری اور انتقال

زندگی موت کے آنے کی خبر دیتی ہے یہ اقامت ہمیں پیغام سفر دیتی ہے

بیگم صاحب کا بڑھاپا تھا۔ قبر[1] میں پاؤں لٹکائے بیٹھی تھیں۔ رنڈاپے اور جوان ہو کے مرنے نے اُن کو مُرنڈا[2] کر دیا۔ آئے دن کچھ نہ کچھ شکایت چلی ہی جاتی تھی۔ میرٹھ تک تو بیٹے کے پاس آتی جاتی رہیں لیکن اب ہمت نے جواب دے دیا۔ کہاں شاہجہاں پور اور کہاں دلی۔ دلی چھوڑیں تو گھر پر کون رہے۔ غرض عجب کشمکش میں تھیں۔ نہ پائے[3] رفتن و نہ روئے ماندن بیٹے کی جدائی نے اور پتلا[4] حال کر دیا تھا۔ ماں کی علالت کا سلسلہ سُن کر فرخندہ جمال تین مہینے کی رخصت لے کر دلی آگئے تھے ماں کی حالت کچھ اچھی نہ تھی۔ پیری[5] و صد عیب۔ سوکھ کر ہڈی سے چمڑا لگ گیا۔ امچور[6] کی پھانک ہو گئیں۔ کھانسی الگ چچڑ[7] ہو گئی تھی گھٹنوں پیٹ میں سانس نہ سماتا تھا۔ ڈاکٹر کی رائے تھی کہ شش[8] خراب ہو گئے ہیں دن بھر منہ لپیٹے غوطے[9] میں پڑی رہا کرتی تھیں۔ فرخندہ جمال ماں کا یہ حال دیکھ کر سہما[10] جاتا تھا

۱۔ پکی عمر ہو چکی تھی۔ مرنے کو طیار تھیں۔ ۲۔ توڑ مروڑ دیا تھا۔ ۳۔ نہ جا ہی سکتی تھیں۔ نہ رہ ہی سکتی تھیں۔ ۴۔ زار۔ ۵۔ خود بڑھاپا سو عیبوں کا ایک عیب ہے۔ ۶۔ کیریوں کو کھٹائی کے لیے سکھا دیتے ہیں وہ امچور کہلاتا ہے یعنی جس طرح کیری کی پھانکیں سوکھ کر سکڑ جاتی ہیں ویسی ہو گئی تھیں۔ ۷۔ لیچڑ جو ایسی جم جائے کہ جانے کا نام نہ لے۔ ۸۔ پھیپھڑے۔ ۹۔ بے خبری کی حالت میں۔ ۱۰۔ ڈرا۔

کہ یہ بھی اب چراغ[۱] سحری ہیں ؎
جوانی سے زیادہ وقتِ پیری جوش ہوتا ہے بھڑکتا ہے چراغ صبح جب خاموش ہوتا ہے
علاج معالجہ دوا[۲] دوش میں کوئی کمی نہ تھی پیسے[۳] کو ٹھیکری کر دیا مگر بیماری
بڑھتی ہی گئی۔ دلّی کی سردی اور دسمبر کا مہینا چلّے[۴] کا جاڑا اور قیامت کی
سردی پچھلی رات رفع ضرورت کو اُٹھیں ہوا لگی اور ساتھ ہی نیومونیا[۵]
ہوگیا۔ بیمار تو مدتوں سے تھیں ہی بس موت کا بہانہ ہوگیا۔ دو وقتہ ڈاکٹر
آتا تھا نسخوں کی بھی ردّ و بدل کرتا تھا۔ سردی سے بچاؤ کا بھی کافی سامان
تھا مگر جیسا کہ پہلے سے سمجھے ہوئے تھے عین[۶] عشرۂ شریف کے دن نور کے
تڑکے[۷] کسی کو خبر بھی نہ ہوئی کہ سوئی کی سوئی رہ گئیں۔ صبح کو جب جگایا تو
معلوم ہوا کہ ہو چکیں[۸] وہاں کچھ بھی نہ تھا۔ رونا پیٹنا پڑ گیا۔ فرخندہ جمال
رونے کی آواز سُن کر مردانے سے ننگے پاؤں دوڑا ہوا آیا دیکھا تو
اُس کی سچی چاہنے والی جنت کو سدھار چکی تھیں۔ باپ پہلے ہی مر چکے
تھے۔ بیوی بھی جوانی میں جدائی کا داغ دے چکی تھیں۔ ایک ماں کا
دم رہ گیا تھا سو آج وہ بھی ختم ہوا۔ فرخندہ جمال کی آنکھوں میں دُنیا[۹]
اندھیر ہوگئی۔ پچھلے سانحے[۱۰] تازہ ہوگئے۔ دو سال کے اندر ہی اندر

۱۔ رات بھر جو چراغ جلتا ہے وہ صبح ہونے سے خود ٹمٹمانے لگتا ہے یعنی چند روز کی مہمان تھیں۔ ۲۔ دوڑ دھوپ
۳۔ علاج کے سامنے پیسے کی پروا نہ کی۔ ۴۔ موسم سرما کا بیچوں بیچ جب جاڑا خوب زوروں پر ہوتا ہے
۵۔ ذات الجنب۔ ۶۔ دسویں محرم۔ ۷۔ علی الصباح بہت سویرے۔ ۸۔ انتقال کر گئیں۔ ۹۔ یعنی
ہر طرف پریشانی ہی پریشانی دکھلائی دینے لگی۔ ۱۰۔ مصیبتیں۔

تین بڑی بھاری موتیں ہوگئیں۔ غم و الم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ پیاپی[1] صدمات سے دُنیا کی بے ثباتی[2] کا گہرا نقش آنکھوں کے سامنے پھر گیا۔ اب ان کو معلوم ہوا کہ ہمارا بہی خواہ[3] دُنیا میں کوئی نہ رہا۔ ماں کا غم ایسا نہ تھا کہ فرخندہ جیسا سعادت مند لڑکا جو ماں پر حد سے زیادہ فریفتہ تھا۔ مُدۃ العمر[4] بھلا سکتا۔ رخصت بھی ختم ہوگئی اور آخر کار یہ اپنی نوکری پر چلے گئے۔ اب پہلے سے بھی زیادہ غمگین اور پریشان رہنے لگے دن ہوا کی طرح گزرتے ہیں ؎

صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے
عمر یوں ہی تمام ہوتی ہے

بیگم صاحب کو مرے ہوئے پورا برس ہوگیا۔ اب فرخندہ جمال کو چاروں طرف سے مشکلات کا سامنا تھا اور کوئی صورت بہبودی[5] کی نظر نہ آتی تھی۔

۱۔ لگاتار۔ ۲۔ غیر مستقل۔ ۳۔ بہتری چاہنے والا۔ ۴۔ ساری عمر۔
۵۔ فلاح۔ بہتری۔

حصۂ دوم

۲۰۔ عالمِ تجرد[1] کی زندگی کی تکالیف اور ازدواج[2] مکرر کی ضرورت کا احساس[3]

خانہ برباد ہوں صحرا میں بگولوں کی طرح
سقف[4] و بام و درو دیوار سے کچھ کام نہیں

ماں جب تک زندہ تھیں بڑا سہارا تھا اب جس طرف نظر دوڑاؤ کوئی بھی شریک ہم درد و غم گسار نظر نہیں آتا۔ چالیس بیالیس کی تو فرخندہ حال کی عمر تھی جو پوری جوانی شمار کی جاتی ہے تو اب بتلائیے یہ پہاڑ[5] سی زندگی کٹے کیوں کر؟ دوست احباب نے ان کو سخت پکڑا اور خوب اونچ نیچ سمجھائی کہ جناب دنیا میں کسی کے ماں باپ سدا زندہ نہیں رہے اور خدا کا شکر ہے کہ آپ کے والدین عمر طبعی کو پہنچ کر شاد[6] کام و بامراد دُنیا سے گئے کہ آپ جیسا سعادت مند لایق اور نامور بیٹا جسے بہ[7] از پدر کہیں تو بجا ہے چھوڑا اب رہا بیوی کا مرنا سو کُہنی[8] کی چوٹ ہے اس بات کو بھی

۱۔ تنہائی کی زندگی۔ ۲۔ دوسری شادی۔ ۳۔ معلوم کرنا۔ ۴۔ چھت اور کوٹھا۔ ۵۔ بہت لمبی۔ ۶۔ خوش حال ۷۔ باپ سے بہتر۔ ۸۔ کُہنی میں جب چوٹ لگتی ہے تو اُس وقت تو آدمی بلبلا اُٹھتا ہے مگر تھوڑی ہی دیر میں درد دُکھ کچھ بھی نہیں رہتا اسی طرح بیوی کا مرنا ہے کہ مرتے وقت تو بہت ہی شاق ہوتا ہے مگر چند ہی دنوں بعد کچھ بھی خیال نہیں رہتا۔

دس برس ہوگئے۔ آپ نے تو ایسا سوگ[1] کیا کہ کوئی بھی نہ کرے گا لیکن مشکل یہ آن پڑی کہ آگے کو آپ کا نام کیسے چلے گا۔ اگر کوئی اولاد ہوتی تو خیر مضایقہ نہ تھا مگر اب ایسی حالت میں تو آپ کا نکاح ضرور نہیں بلکہ فرض ہے آپ نہ کریں گے تو ہم زبردستی کرائیں گے یہ کوئی بات نہیں کہ آپ اس طرح گھل گھل کر اپنی جان دیں۔ دنیا میں غم اور فکر سے کون خالی ہے مگر مرد وہ ہے جو ہمت اور استقلال سے مصائب کی برداشت کرے کیوں کہ خدا کی مرضی میں کچھ چارہ نہیں ع۔

گر تو نمی پسندی تغیر کن قضا را[2]

اس طرح کے روزانہ تقاضے جب ہونے لگے اور دل میں صدمات کا وہ اشتداد[3] بھی کم ہوا اور زخم مندمل ہونے لگے جیسا کہ زمانے کا دستور ہے تو فرخندہ جمال بھی کچھ نرم[4] پڑ گیا اور بمصداق الخموشی[5] نیم رضا اب زیادہ انکار بھی باقی نہ رہا۔ فرخندہ نے بھی ٹھنڈے[6] دل سے غور کیا کہ آخر اس طرح اٹھاؤ[7] چولھا بنا کب تک بیٹھا رہوں گا۔ زندگی کے دن تو آخر کسی طرح کاٹنے ہی چاہئیں۔ گو وہ دوسری بی بی کرنے سے بہت گھبراتا تھا کہ دودھ[8] کا جلا چھاچھ پھونک پھونک کر پیتا ہے لیکن مرتا[9] کیا نہ کرتا۔ آخر سب عورتیں یکساں نہیں ہوتیں اگر خانہ داری کا

۱- ماتم رنج- ۲- اگر تمھیں پسند نہیں ہے تو خدا کے حکم کو بدل ڈالو- ۳- سختی- ۴- بھلے چنگے- ۵ چپ رہنا بھی آدھی رضامندی کے برابر ہے- ۶- اطمینان خاطر سے- ۷- جس کا ٹھور ٹھکانا نہ ہو- ۸- جو دودھ سے جل جاتا ہے وہ ایسا ڈر جاتا ہے کہ چھاچھ کو بھی ٹھنڈا کر کے پیتا ہے یعنی جو ایک دفعہ مصیبت بھگت چکتا ہے اُسے ذرا ذرا سی بات کا ڈر ہو جاتا ہے- ۹- جب کسی کو سخت مجبوری ہو جاتی ہے تو جس بات کو دل نہ چاہے وہ بھی کرنی پڑتی ہے-

انجام بالعموم[1] ایسا ہی ہوا کرتا تو پھر دنیا کیسے بستی۔ جہاں تک ہم کو معلوم ہے ہر فرخندہ جمال اس چھٹکارے کے بعد اپنی بھلی چنگی جان کو پھنسانا پسند نہ کرتا تھا اگر اُس کی ماں زندہ رہتیں تو بھی ایک بات تھی مگر اب تو بالکل میدان خالی تھا۔ سارا گھر نوکروں کے ہاتھ میں تھا وہی سیاہ و سفید[2] کے مالک تھے۔ خرچ بھی اندھا دھند[3] اٹھتا تھا اور پھر جو منا[4] ہلا نہ زندگی میں آرام ہوتا ہے وہ کہاں نصیب تھا۔ سارا گھر اوندھا پڑا تھا۔ آں کہ زن ندارد آسایش[5] تن ندارد۔ ایسی مجبوری کی حالت میں جو کوئی بھی ہوتا پھر ایک دفعہ قسمت آزمائی کرنا پر کرتا۔

۲۱۔ دوسری بیوی ہو تو کیسی ہو

بسر نے خاک پایا لعل پایا یا گھر پایا
مزاج اچھا اگر پایا تو سب کچھ اُس نے بھر پایا

مشکل مسئلہ[6] یہ تھا کہ کیا تدبیر کی جائے جو پہلی سی غلطی انتخاب میں نہ ہو ہندوستان میں اس مشکل[7] کا حل کرنا آسان کام نہ تھا جہاں شادی بیاہ بالکل تقدیری معاملہ ہے۔ لگا تو تیر[8] نہیں تو تکا۔ صورت تو دیکھی جا سکتی ہے مگر سیرت کی پرکھ[9] کیسے ہو۔ کسی کے چہرہ کو دیکھ کر کون کہہ سکتا ہے کہ اس کے پیٹ میں کیسے

۱۔ عام طور پر۔ اکثر۔ ۲۔ جز دو کل ہر چیز۔ ۳۔ بے ٹھکانے۔ ۴۔ بیاہی ہوئی زندگی۔ ۵۔ جس کے جورو نہیں تو یہ کہئے کہ اُسے دنیا کا مزہ ہی نہیں۔ ۶۔ معاملہ۔ ۷۔ مشکل کو سہل کرنا۔ ۸۔ اگر ٹھیک کام بن گیا تو سبحان اللہ اور جو نہ بنا تو خیر۔ ۹۔ پہچان۔

گُن[1] بھرے ہیں۔ یہ بات تو بدون یک جائی اور میل جول کے ممکن نہیں اور ہماری سوسائٹی[2] کے لحاظ سے یہ نہ ہوا ہے نہ ہوگا۔ اسی ناواقفیت اور اسی اندھیری کوٹھری کا نتیجہ ہے کہ بہت سی شادیاں ناکامیاب ثابت ہوتی ہیں۔ بہرحال جب ایک بات ہمارے اختیار سے بالکل خارج[3] اور لاعلاج[4] ہے تو جو اور جیسا کچھ ہوتا چلا آیا ہے ہونے دو۔ ڈپٹی صاحب کو شروع ہی سے صورت کی زیادہ پرچول[5] نہ تھی بس آنکھ ناک درست ہونا کافی تھا۔ اگر خواہش تھی تو بس یہی کہ کوئی تعلیم یافتہ عورت ملے مگر یہ بھی قریب قریب ناممکن کے تھا۔ عورتوں کی تعلیم کا دائرہ[6] فی زمانناً[7] اس قدر تنگ ہے کہ اگر کوئی قرآن شریف پڑھی ہو اور معمولی اُردو لکھ پڑھ لے تو بس معراج[8] ہو گئی۔ آج کل شادی بیاہ کے لئے لوگ نہ شرافت ڈھونڈیں نہ عمر کا جوڑ دیکھیں نہ صورت شکل اب تو صرف پیسہ دیکھا جاتا ہے۔ ڈپٹی صاحب میں تو خدا کے فضل سے سب اوصاف موجود تھے اِن کے لئے بیویوں کی کیا کمی تھی زبان[9] ہلانے کی دیر تھی۔ چھان بین کی اگر ضرورت تھی تو صرف لڑکی کے واسطے نہ کہ اِن کے واسطے کہ ساری دلّی اِن کے باپ کو اور خود اِن کو جانتی تھی۔ امیر گھرانے میں یہ تعلق کرنا نہ چاہتے تھے کہ پہلے ہی خوب مزہ چکھ چکے تھے۔ بیوی کی امارت سے غیرت مند میاں کو کیا فائدہ پونہچ سکتا ہے اور جو چیز خود اپنے پاس موجود ہو اُس کی خواہش بے کار[10]۔

۱۔ ہنر۔ ۲۔ مجلس۔ ۳۔ باہر۔ ۴۔ جس کا علاج نہ ہو سکے۔ ۵۔ ٹٹول، تلاش۔ ۶۔ حلقہ۔ ۷۔ اس زمانے میں
۸۔ کمال۔ ۹۔ کہنے۔ ۱۰۔ بے فائدہ۔

۲۲۔ نکاح پر آمادگی اور تلاش

کفر توڑا خدا خدا کر کے
لائے اُس بت کو التجا کر کے

یوں تو ہمیشہ ہی شادی کے لیے کہنے والوں کا تقاضا تھا مگر یہ حیلہ حوالہ کر کے ٹال دیا کرتے تھے پچھلی دفعہ یہ کھڑے کھڑے کسی تعطیل میں دہلی گئے تھے تو اپنی دونوں خالاؤں کے بے حد اصرار پر ہامی بھرلی تھی کہ اچھا آپ کی مرضی۔ خالاؤں نے مرضی پاکر باتیں کئی جگہ لگائیں مگر خود اُنھیں کی چھاتی نہ ٹھکی کچھ نہ کچھ نقص نکل آئی۔ دونوں خالائیں آپس میں اس طرح سے مشورہ کرنے لگیں۔

بڑی۔ فرخندہ بڑے دن کی چھٹیوں پر آرہے ہیں اب کے تو دل چاہتا ہے کہ کسی نہ کسی طرح نکاح ہو ہی جائے۔ میں نے تو کئی جگہ بات لگائی ملنے کو بہت مگر جیسی میں چاہتی ہوں ایک جگہ بھی نگاہ میں نہ جمی۔

چھوٹی۔ اے بی آپا۔ میں نے بھی سارا شہر چھان مارا مگر میری سمجھ میں بھی کوئی ٹھکانے کی بات نہ آئی۔ ایک لڑکی تو مولوی فضل اللہ کی پوتی ہے صورت شکل کی اچھی مگر لکھی پڑھی کچھ بھی نہیں ہاں صرف ناظرہ قرآن (ناظرہ) قرآن شریف مجھ سے ہی اس نے پڑھا ہے۔ دوسری شمس الدین کشمیری کی لڑکی ہے۔ مگر لمبے قد کے علاوہ سیتلا منھ داغ بھی ہے

۱۔ طیار ہو جانا۔ ۲۔ ٹال مٹول۔ بہانہ۔ ۳۔ اطمینان نہ ہوا۔ ۴۔ کچھ نہ کچھ بات۔ ۵۔ دیکھ کر یعنی حافظ نہیں۔

رنگ تو بے شک بہت گورا ہے مگر کچھ ایسی ٹھنڈی ہے کہ جیسے پھیکا شلغم۔ ذرا گرمی نہیں۔ ایک وہ پنجابی کی لڑکی ہے جسے تم بھی جانتے ہو۔ بھلا سا نام ہے۔ اِس وقت میرے خیال سے اُتر گیا جن کی بڑی حویلی جش خاں کے پھاٹک میں ہے اول تو وہ لوگ برادری کے سوا کسی غیر جگہ دیتے نہیں مگر میری اور اُن کی بیوی کی بہت ملت[1] ہے شاید راضی ہو جائیں۔ مگر لڑکی بڑی دماغ دار ہے کسی کو خاطر تلے نہیں لاتی۔ جان[2] بوجھ کر کون جلتی مکھی نگلے (سوچ سوچ کر) اے بی آپا میرے خیال میں اِس وقت ایک بات آئی کہو تو کہہ ڈالوں۔ اے[3] لو میری یاد کم بخت پر پتھر پڑیں۔ لڑکی[4] بغل میں ڈھنڈورا شہر میں۔ پرسوں جمعے کے وعظ میں جو لڑکی آئی تھی وہ کیسی ہے؟ میری خانم (جانب) میں تو اس میں کوئی برائی نہیں

بڑی۔ لڑکیاں تو کئی تھیں، تم آخر کسی کا نام تو لو۔

چھوٹی۔ اے وہی ہمارے نندوئی کی نواسی۔

بڑی۔ توبہ! تم تو خواہ مخواہ چکر دے رہی ہو۔ پہیلیاں بجھوا رہی ہو تمھارے نندوئی بھی کم سے کم چار ہیں اور لڑکیاں بھی کئی۔ سیدھے سبھاؤ نام بتا دینا۔

چھوٹی۔ اے وہی دہی اسرار علی کی منجھلی بیٹی معصومہ۔

۱۔ میل ملاپ۔ ۲۔ قصداً بری بات کون کرے۔ ۳۔ کوسنا ہے۔ ۴۔ یار در خانہ و ما گرد جہاں می گردیم۔ چیز تو اپنے پاس ہی ہے اور دور دور ڈھونڈ رہے ہیں ۵۔ نزدیک۔

بڑی ۔ نام سُنتے ہی اُچھل پڑیں[1] ۔ ہاں بھئی بات تو اچھی ہے ۔ تم نے بھی خوب کوڑے میں سے ہیرا ٹٹولا[2] ۔ صورت کی جو کہو تو بھئی مجھے تو اُس کی بھولی بھالی صورت ۔ ادب سلیقہ ۔ بہت ہی بھلا معلوم دیا ۔ وعظ میں لڑکیوں نے بڑی اودھم مچا رکھی تھی چلبلیاں[3] وہ وعظ سننے آئی تھیں یا تماشہ دیکھنے ایک دم کھسر پھسر[4] چلی ہی جاتی تھی ۔ توبہ ہے ۔ ہاں یہ بےچاری جو چچی کے گھٹنے سے لگ کر نگاہ نیچی کرکے بیٹھی تو اُس نے گردن تک نہ اٹھائی ذرا سی دیر میں اُس کا رنگ ڈھنگ[5] معلوم ہو گیا ۔ اور یوں بھی میری جانی بوجھی لڑکی ہے ۔ رنگ ذرا سانولا ہے مگر جیسے سونا دمک رہا ہے ۔ منھ کی ٹکیہ کیسی پیاری ہے ۔ کتابی[6] چہرہ بڑی بڑی اور غلافی کٹورا سی آنکھیں لمبی ستواں[7] کتارا سی ناک ۔ قد موزوں[8] بال تو ایسے گھنے[9] اور لمبے ہیں کہ چوٹی کمر پر پڑی تھی ۔ غرض آن ہوئے[10] کو پیار آئے اور پھر مزاج میں صلاحیت[11] اور غربت کا تو کچھ کہنا ہی نہیں سلیقہ تو اُس کا کون نہیں جانتا ۔ اُس کا سا سچل[12] ٹانکا بھلا کوئی بھر تو لے پھر اُس کا کاڑھنا سُبحان اللہ دیکھت[13] بھولی میں تو وہ اپنا جواب نہیں رکھتی عمل[14] پتی کی

---

۱ ۔ بہت خوش ہو گئیں ۔ ۲ ۔ ڈھونڈھ نکالا ۔ ۳ ۔ خفیف الحرکات ۔ چھچھوری ۔ جو ذرا بھاری بھرکم نہ ہوں ۔ ۴ ۔ کانا پھوسی ۔ آہستہ باتیں کرنا سرگوشی ۔ ۵ ۔ خو بو ۔ عادت ۔ مزاج ۔ طرز ۔ ۶ ۔ پتلی ۔ املی کے کتارے کی طرح ۔ ۷ ۔ مناسب نہ لمبا نہ پست ۔ ۸ ۔ کثرت سے گنجان ۔ ۹ ۔ اجنبی ۔ ۱۰ ۔ مسکینی غریبی ۔ ۱۱ ۔ درست ۔ ۱۲ ۔ ایک قسم کا کاڑھنا ہے جو باریک پر کچے دھاگے (تاروں) سے کاڑھا جاتا ہے جو بہت مشکل ہے آدمی دیکھتا جاتا ہے اور بھولتا جاتا ہے ایک قسم کی بھول بھلیاں ہے ۔ ۱۳ ۔ نین سکھ کی پتیاں کاٹ کر کپڑے پر جما کر سیتے ہیں جو بہت مشکل کام ہے

سلائی میں دیکھ کر حیران رہ گئی۔ گوہر نسا کا سارا جہیز اسی نے درست کیا۔ میں تو دیکھ کر عش عش[1] کر گئی۔ کسی زمانے میں ہم بھی سیتے اور کاڑھتے تھے مگر ہمارے وقتوں میں نہ یہ نئی نئی سلائیاں تھیں نہ ایسے پیچ در پیچ کاڑھنے۔ اب تو موزے اور گلوبند بننا اور انگریزی سلائیاں میموں نے گلی گلی سکھلا دی ہیں۔ اس لڑکی نے بھی مدتوں مشن[2] کی میم سے سیکھا ہے جب تو ایسا ہاتھ جم گیا ہے۔ پڑھی لکھی بھی اچھی خاصی ہے۔ بوا! امیری غریبی پر کچھ موقوف نہیں دل کا شوق چاہیئے۔ کرتے کی بدیا[3] ہے۔ سنتی ہوں انگریزی بھی تھوڑی بہت جانتی ہے۔ تار پڑھ لیتی ہے۔ تم نے ناحق مجھے ڈولیوں[4] میں پھروایا۔ کوؤں[5] میں بانس ڈلوائے۔ آپ بھی حیران ہوئیں پہلے تم کہاں کھوگئی[6] تھیں۔ آخر یہ لڑکی تو تمھاری گودیوں کی کھلائی ہوئی ہے میں نے بھی بارہا دیکھا ہے اور تمھاری اور اُن کی چچی کی تو دانت[7] کاٹی روٹی تھی برسوں ایک ہی گھر میں رہی ہو۔ میرا تو حافظہ کم بخت پہلے ہی سے خراب ہے وقت پر کوئی بات یاد نہیں آتی مگر تم تو ماشاء اللہ جوان ہو تمھاری بھول پر تعجب ہے۔

چھوٹی۔ نہیں میں بھولی ڈوُلی[8] نہیں۔ میری زبان[9] اِس وجہ

۱۔ تعجب میں رہ گئی۔ حیران ہوگئی۔ ۲۔ پادری۔ ۳۔ علم اُسی کو حاصل ہوتا ہے جو کہ محنت کرتا ہے۔ ۴۔ دلّی میں عورتیں عموماً ڈولیوں میں آیا جایا کرتی ہیں۔ ۵۔ ہر جگہ تلاش کرائی۔ ۶۔ کیوں بھول گئی تھیں۔ ۷۔ گاڑھی دوستی بڑا میل جول۔ گہری محبت۔ ۸۔ بدل بھل۔ ۹۔ کہنے کی ہمت نہ پڑی۔

سے نہ اُلٹی کہ لڑکی تو لاکلام ہزاروں میں ایک ہے مگر ہاں دینے لینے کو اُن کے پاس کچھ نہیں ہے میرا خیال تھا کہ کچھ تو ہو۔

بڑی بی۔ بس بی صدقے کیا تھا ایسا لینا دینا۔ پھٹ پڑے وہ سونا جس سے ٹوٹیں کان۔ پہلے امیر سمدھیانے میں خوب مزہ چکھ چکے ہیں ایسے دان دہیز (جہیز) سے تو ہم کو یہ منظور ہے کہ کچھ نہ ہو مگر لڑکی اچھی ہو۔ لڑکی بھی ماشاء اللہ سیانی ہے سولھواں برس تو ہوگا ایسی کٹڑا نہیں کہ لاؤ ور سیتّو اکر وہ تو خدا نے چاہا آتے ہی گھر سنبھال لے گی۔

۲۴۔ لڑکی کے حالات

اُس کے اخلاق ستودہ ہمہ خوبی و صلاح

اُس کے اطوار پسندیدہ و اوصاف حمیدہ

اب ذرا لڑکی کا ذکر ہم سے سنئے۔ وہ کچھ امیر کی بیٹی نہ تھی جو ماؤں کے بھروسے پر عہدیوں کی طرح زندگی بسر کرتی ہو۔ وہ تو ہر کام کاج کی عادی تھی۔ ماں باپ دونوں صغر سنی میں مر چکے تھے اب صرف ایک چچا باقی تھے۔ جنھوں نے اپنی اولاد سے بڑھ کر پالا پرورش کیا۔ ایسی لڑکی کا بھلا لاڈ پیار اور چاؤ چونچلے کرنے والا کون تھا۔ چچا بھی کچھ ایسے خوش حال نہ تھے کہ اُن کی دولت دیکھ کر بھتیجی کی آنکھیں پھٹ جائیں

۱۔ بے شک ضرور۔ ۲۔ بھاڑ میں جائے وہ سونا جس کے بوجھ سے کانوں کو تکلیف پہنچے۔ ۳۔ بڑی ہوشیار۔ سمجھدار۔ ۴۔ چھوٹی سی۔ ۵۔ خدمت۔ انتظار۔ ۶۔ قابلِ تعریف۔ ۷۔ ناز نخرے۔ ۸۔ غرور آجانا۔

وہ خود کثیر العیال تھے گو اُن کے بچے سب چھوٹے تھے بیاہنے کے قابل صرف ایک بھتیجی ہی تھی۔ مگر آخر کار اتنے بڑے کنبے کا خرچ تو تھا ہی۔ ساری خرمستیاں دولت سے سوجھتی ہیں وہ مرے سے یہاں تھی ہی نہیں ۔ ع

چیل کے گھونسلے میں ماس کہاں ؟

جتنی چادر تھی اُتنے ہی پاؤں پھیلاتے تھے۔ چار پیسے کما کر لائے تنگی ترشی سے گزر ہوگئی۔ نہ باسی بچے نہ کتا کھائے۔ اِن کے گھر میں لینے دینے کو کیا دھرا تھا۔ تو بتلائیے ایسے گھر کی لڑکی کس برتے پر بگڑ سکتی تھی اُس کو گھر کے کام کاج میں کچھ عار نہ تھا۔ ضرورت پڑی تو جھاڑو بھی خود دے لیتی تھی۔ مسالہ بھی پیستی تھی اور بعض وقت پکا بھی لیتی تھی۔ کسی کام میں عذر نہ تھا سارے گھر میں ایک ماما تھی اگر گھر والے ہاتھ نہ بٹاتے تو کام کیسے چلتا سنگر کی مشین کا اُنھوں نے دیکھنا تو کجا نام بھی نہ سنا تھا۔ خود نہ سیتیں تو درزیوں کو مٹھی بھر سلائی کون دیتا۔ اِن غریبوں کا تو بخیہ اُدھڑ جاتا۔ غریب بے چاروں کو کون پوچھتا ہے جو ٹٹولتا ہے مال دار۔ اول تو کہیں سے بات نہ آتی تھی اور جو آتی تھی تو سوال یہ ہوتا تھا کہ دوگے کیا؟ بھلا اِن کے پاس دینے کو

۱۔ میاں کیاں۔ ۲۔ جس طرح چیل کے گھونسلے میں گوشت نہیں رہ سکتا اسی طرح غریب آدمی کے ہاں کیا بچ سکتا ہے ۳۔ جتنی سکت اور گنجایش تھی اُتنا ہی خرچ کرتے تھے۔ ۴۔ تکلیف سے۔ یہ مشکل۔ ۵۔ زیادہ ہو گا نہ اکارت جائے گا۔ گنی بوٹی پاشوربا۔ نہ زیادہ نہ کم۔ ۶ بھروسے۔ ۷۔ عیب۔ شرم۔ ۸۔ سنگر سازے والے کا نام ہے یعنی سنگر کی بنائی ہوئی کپڑا سینے کی کل۔ ۹۔ بہت ساری۔ ۱۰۔ دیوالہ نکل جاتا۔

کیا دھرا تھا۔ جو کمایا وہی کھایا۔ یا ایسی باتیں آتی تھیں جو اِن سے بھی بدتر تھے۔ یہاں پیٹ بھر روٹی تو کھانے کو تھی وہاں یہ بھی نہ تھی۔ اس وجہ سے آج تک لڑکی کا نصیبہ[1] نہ کھلا۔ حافظ جی کسی مدرسے میں دس پندرہ کے نوکر تھے۔ دِلّی کی گرانی۔ مہنگا سما[2] اور اِتنا بڑا کنبہ اور پھر گھر کا سر[3] توڑ کرایہ خدا جانے اُن کی بسر[4] کس طرح ہوتی تھی۔ بھلا ایسوں کی لڑکی کون لیتا۔ جب ہی تو سولھواں برس لگ گیا اور لڑکی کی بات برات (بارات) کا کہیں ٹھکانہ نہیں۔ جوان لڑکی کا گھر میں بٹھارہنا کچھ کم فکر کی بات نہ تھی مگر یہ کچھ اپنے بس کی بات نہ تھی۔ ابھی کوئی امیر کی بیٹی ہوتی خواہ کیسی ہی پھوہڑ[5] ہوتی بارھویں ہی برس بیاہی جاتی۔ دیکھیے خدا کی قدرت! صبر کا اجر یا تو کوئی اُلٹ کر نہ پوچھتا تھا یا تو ان نہ گمان گھر بیٹھے اتنی بڑی جگہ کی بات آئی۔ صدقے تیری خدائی کے ؎

کہنے کو حاجتیں بھی ہیں حاجت روا بھی ہے
در پیش مشکلیں ہیں تو مشکل کشا بھی ہے

۴۲۔ بات کا ٹھہرنا اور نکاح

بہار آئے جو تم جلوہ گر ہو گلشن میں چراغِ حسن عیاں ہو گلوں کے جوبن میں

بڑے دن پرڈپٹی صاحب بھی آن پہونچے چھوٹتے ہی خالاؤں نے اُن سے ذکر کیا۔ اُن کو بھی بات پسند آئی۔ چھوٹی خالہ سلطانہ بیگم کو بھلا اب صبر

۱۔ یعنی شادی بیاہ نہ ہوا۔ ۲۔ مہنگا پن۔ ۳۔ مہنگا۔ گراں۔ ۴۔ گزر۔ ۵۔ بدسلیقہ۔

کہاں تھا۔ چلچلاتی دھوپ میں کسی سے کہا نہ سُنا دو روپئے کی مصری کے کوزے منگا ڈولی میں بیٹھ پنڈت کے کوچے اپنی سسرال جا اُتریں۔ اُن کے بے وقت اور بے اطلاع آنے سے اچنبھا ہو گیا۔ ایک دم سے جو اُتر پڑیں تو لڑکی وہیں دالان میں بیٹھی کچھ سی رہی تھی۔ اُٹھی۔ سلام کیا اُنھوں نے گلے لگا یا دعا دی۔

امراؤ۔ اے بوا سلطانہ! خیر تو ہے آج کدھر رستہ بھول کر آن نکلیں؟ اب تو مہینوں تمھاری صورت کو ترس جاتے ہیں۔ خدا جانے آج کدھر عید کا چاند نکلا۔

سلطانہ۔ آج مکتب میں میرے بھانجے کے آنے کی چھٹی تھی۔ میرا جی گھبرایا بہت دن ہو گئے تھے میں نے کہا لاؤ گھڑی بھر کو تم سے ہی مل آؤں سُلطانہ کے دل میں کھدبدی پک رہی تھی لیکن لڑکی سامنے بیٹھی ہوئی تھی کہتیں تو کیسے۔ لڑکی سمجھدار تھی بڑوں کی باتوں میں دخل دینا وہ خود ناپسند کرتی تھی اور یہ بھی نامناسب تھا کہ اُن کے آتے ہی کھڑی ہو جاتی کیوں کہ ممکن تھا کہ یہ بُرا مان جائیں کہ ہمارے آتے ہی ٹل گئی تھوڑی سی دیر تو بیٹھی رہی جب دونوں اِدھر اُدھر کی باتوں میں لگ گئیں تو چپکے سے اُٹھ کوٹھے پر چلی گئی۔ اب اُنھوں نے مطلب کی باتیں شروع کیں۔

۱۔ بحث۔ ۲۔ ایک محلہ ہے۔ ۳۔ تعجب۔ ۴۔ یکایک۔ ۵۔ آج خلاف توقع کدھر آنکلیں۔ عید کا چاند برس بھر میں ایک ہی دفعہ نظر آتا ہے۔ اسی طرح مدتوں بعد ان کے آنے پر تعجب ہوا۔ ۶۔ دھکڑ پکڑ ہو رہا تھا بے چینی سی تھی۔ ۷۔ ہٹ۔

کچھ غیریت تو تھی ہی نہیں جو کسی لمبی چوڑی تمہید[1] کی ضرورت ہوتی مختصراً انھوں نے فرخندہ جمال کی حقیقت دُہرائی اور کہا کہ میرے بھانجے کو تو تم خود جانتی ہو وہ بچپنے میں میرے ساتھ آیا کرتا تھا۔ اور کئی کئی دن میرے پاس رہ جاتا تھا اور گھنٹوں تمھارے ہاں بچوں میں کھیلا کرتا تھا اُس کی پہلی بیوی کو مرے دس برس ہو گئے یہ بھی تم جانتی ہو کہ بال بچہ کوئی ہوا نہیں۔ خدا جانے اِن کی تقدیر میں نہ تھا یا اُن کی۔ غیب کی باتیں خدا ہی جانے۔ ایک ماں کا دم تھا وہ بھی نہ رہا۔ گھر کی سنبھال اب کون کرے اور اِس طرح کیوں کر گزرے یہ بھی جانتی ہوں کہ اُن کو آج کل ایک سے ایک امیر گھرانے کی لڑکی مل سکتی ہے جہاں میں پیغام دوں کی کوئی نانہ کرے گا[2] مگر بہتر ہے تو امیری درکار نہیں۔ لڑکے نے جب اپنا ارادہ ظاہر کیا تو شروع ہی سے مجھے تمھارا خیال آیا۔ گھر کے گھر میں جب دیکھی بھالی لڑکی موجود ہے تو باہر کیوں جاؤں۔ ایسا داماد تو چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی نہیں مل سکتا۔ یہ نہ سمجھنا میرا بھانجا ہے۔ اس واسطے میں کہتی ہوں بلکہ سچ کہتی ہوں کہ آج کو میری کوئی لڑکی ہوتی تو آنکھ بند کر کے دے دیتی۔ مگر تمھاری لڑکی بھی تو میری ہی ہے۔ ذات ذمات (جماعت) کی پوچھ گچھ[3] کی کچھ ضرورت نہیں۔ جو ہم سو تم۔ ہم کو صرف لڑکی اچھی چاہیئے سو اس کی طرف سے مجھے پورا اطمینان ہے۔ بغیر جگہ بن جانے بوجھے میں کیسے ہامی بھر سکتی تھی۔ رہی تمھاری لڑکی وہ میری گودوں کی کھیلی ہوئی ہے اُس کی کون سی بات مجھ سے چھپی ڈھکی[4] ہے۔

۱۔ پٹیں بندی ۲۔ انکار نہ کرے گا ۳۔ دریافت ۴۔ مخفی۔ پوشیدہ۔

بس تو ہو ایک کام میں دیر ہی کیا ہے۔

کچھ پس و پیش نہ کرو۔ ہنسی خوشی بسم اللہ کرو۔ ایسے موقعے بار بار ہاتھ نہیں آتے۔ میں اِس وقت بات پکی کرکے جاؤں گی۔

اھراؤ۔ تمھارے کہنے سے میں ناہر۲ نہیں۔ مجھے اور کسی بات کا خیال نہیں صرف اتنی بات البتہ کھٹکتی ہے کہ ہمارا اُن کا کیا جوڑ۔ وہ ٹھیرے پوتڑوں کے امیر اور ہم بے چارے فقیر کہاں۳ راجہ بھوج اور کہاں ننوا تیلی۔ کم خواب کے تھان میں گاڑھے کا پیوند کیسے کھپے گا۔ ہمارے پاس لینے دینے کو خاک نہیں اُن کے بڑے مُنھ اور جو کچھ ٹوٹا پھوٹا ہے وہ بھی اِس وقت طیار نہیں۔ لڑکی کی اُنگلی لپیٹنے کو ایک دھجی۴ نہیں۔ اپنے کپڑے لاؤ پہناؤ اور لے جاؤ۔ بن ماں باپ کی بچی ہے اِس کا تمھیں خیال رہے (یہ کہہ کر رونے لگیں)

سلطانہ۔ تم ناحق دل بھاری کرتی ہو۔ امیری غریبی ڈھلتی پھرتی۵ چھاؤں ہے۔ تم کسی بات کی فکر نہ کرو۔ تمھاری جگہ میں موجود ہوں۔

یہ کہہ خوان جو ساتھ لے گئیں تھیں منگا مصری کی ڈلی سے لڑکی کا مُنھ میٹھا کر دیا لڑکا صرف بڑے دن کی چھٹیوں پر آیا ہے۔ اُس میں چار پانچ دن گزر چکے اب صرف ایک ہفتہ باقی ہے۔ اِس وجہ سے مجھے جلدی ہے۔ آج پیر ہے (انگلیوں پر گن کے) پیر ایک منگل دو بُدھ تین جمعرات

۱۔ تامل۔ سوچ۔ ۲۔ انکاری نہیں۔ ۳۔ امیر اور غریب کا کیا مقابلہ۔ ۴۔ چیتھڑا۔ کترن۔ ۵۔ جس طرح سایہ کو قرار نہیں اُترتا چڑھتا رہتا ہے اسی طرح امیری غریبی کو قیام نہیں۔

چار جمعہ پانچ پس جمعے کو عصر و مغرب کے درمیان بدا[1] (وداع) ہو جائے۔ دن بھی مبارک ہی تمھیں خدا کی قسم جو تم نے ذرا بھی طیاری کی یا قرض دام[2] (ادھار) کیا یا مہمان جمع کیئے۔ ہاں یہی گھر کی چار پانچ بیویاں بس کافی ہیں۔ ہمارے ہاں سے بھی دو چار ہی آدمی آئیں گے۔ نہ دھوم دھڑکا نہ لینا نہ دینا

امراؤ۔ اے بوا سلطانہ! ایسا بھی کیا غضب ہی ہتھیلی پر سرسوں[3] جماتی ہو۔ ہمیں بھی تو دو چار دن اپنی گڑیا کو سنوارنے کو چاہئیں ہیں۔ میرٹھ میں ہمارے قریب کے کچھ کنبے والے ہیں اور کوئی نہ سہی مگر کم سے کم اُن کو تو خبر ہو جائے نہیں تو عمر بھر کا گلہ شکوہ رہے گا۔

سلطانہ۔ چار دن تو ہیں نا اور کسی مہلت وہلت کی ضرورت نہیں۔ شادی کی طرح کوئی شادی نہیں ہو رہی۔ یہ تو خدا کا فرض ادا کرنا ہی۔ میرٹھ کون سی دور رہی آج خط لکھو کل نہیں تو پرسوں وہ لوگ آجائیں گے۔ باقی وان وہیز (جہیز) کا بکھیڑا کھانا وانا۔ تم کو میرے سر کی قسم جو تم نے کچھ بھی کیا ہوگا ورنہ مجھ سے بُرا کوئی نہیں۔ یہ بھی کوئی بات ہی کہ خواہ مخواہ زیر بار[4] ہو۔ گہنا پاتا۔ کپڑا لتا۔ اللہ نے ہمیں بہت کچھ دیا ہی ہم خود ٹھیک ٹھاک کر لیں گے کوئی غیر جگہ نہیں جو تم کو کوئی نام دھرے گا ساس نہیں نند نہیں جو طعنے دینے دیں گے۔

امراؤ۔ اچھا تو یہ کہو کہ ایسی چھپا چھپی شادی سے لوگ کیا خیال کریں گے؟

ا۔ رخصت۔ ۲۔ اُدھار۔ ۳۔ کسی کام کو بہت جلد کرنا ہتھیلی پر کہیں سرسوں اُگ سکتی ہی۔ ۴۔ بوجھ میں دینا یعنی قرض دار ہو جانا یا پیسہ ضائع کرنا۔

سلطانہ چھپُاتی کیوں ہونے لگی دس پانچ آدمی تو ہوں ہی گے یہ ضرور نہیں کہ نوبت نقارے ہوں براتیوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ ہوں اور ہم کو کسی کے کہنے سننے کی کیا پروا۔ خلق کا حلق کس نے پکڑا ہو پڑا کوئی کہا کرے ہم کو اپنے کام سے کام۔

سلطانہ یہ کہہ کر رخصت ہوئیں اور جاتے ہی اُنھوں نے پانسو روپئے اپنی ماما اما می کے ہاتھ جوڑے اور بری کے بھیج دیئے۔ لڑکی والوں نے جھپا جھپ اُسی میں ضروری سامان کر لیا اور جو کچھ تھوڑا بہت جہیز طیار تھا وہ سنبھال لیا چھپر کھٹ کے پایوں اور برتنوں پر قلعی کرالی جس گھر میں لڑکی ہوتی ہو سلیقہ مند بیویاں تھوڑا تھوڑا کر کے بہت کچھ جمع کر لیتی ہیں جو وقت پر کام آتا ہو اور بہت غنیمت ہو جاتا ہو۔ بجاز (بزاز) بولا کوئی ایک آدھ تھان کپڑے کا لے کر ڈال دیا۔ کبھی کوئی ٹکڑا اچھا نظر آیا لے لیا کبھیرے سے کچھ برتن لے لیئے۔ اُس وقت خرچ میں خرچ نکل جاتا ہو معلوم نہیں دیتا۔ قطرہ قطرہ کرکے دریا ہو جاتا ہو۔ غرض اس چھوٹی سی پسار پر اُنھوں نے اچھا خاصہ ایسا دیا کہ کسی نے نام نہ دھرا۔ گو جوڑے بھاری گوٹے کناری سے پٹے ہوئے نہ تھے مگر دیدہ ریزی کا کام تو اُس میں بہت تھا۔ سلائی کے اعتبار سے ایک سے ایک اعلیٰ تھا۔ جمعے کے دن عصر مغرب کے درمیان برات آئی محلّے کی مسجد

۱۔ مجمع کا مجمع۔ بہت لوگ۔ ۲۔ جلد جلد۔ ۳۔ اوقات۔ ۴۔ آنکھ کی محنت۔ ۵۔ عورتیں برات بولتی ہیں مگر صحیح لفظ بارات ہو۔

نکاح ہو گیا نہ مہر پر تکرار ہوئی نہ کوئی لکھا پڑھی ہوئی۔ خدا پر بھروسہ کر کے یہ کام کیا سو خدا ہی کے ہاتھ شرم تھی۔ چھوارے لٹائے گئے اور مٹھائی بٹ گئی۔ دلھن مع الخیر وداع ہو کر سسرال میں آ گئی۔

۲۵۔ زندگی کا نیا دور دورہ

فصلِ گل تم کو مبارک ہو جوانانِ چمن ہیں شگفتہ لالہ[1] و نسریں[2] و ریحانِ[3] چمن

ڈپٹی صاحب کے جانے میں اب چند دن رہ گئے تھے۔ تیسرے دن دلھن کو لے شاہجہاں پور چلے گئے۔ معصومہ ننھی بچی نہ تھی سیانی[4] انف نہ تھی جیسی کہ امیروں کی لڑکیاں ہوتی ہیں۔ ہفتے[4] عشرے کے بعد خود بخود اس نے گھر سنبھالا کیا بلکہ سنبھالنا پڑا۔ کیوں کہ برسوں سے گھر نوکروں کے ہاتھ میں تھا۔ ہر چیز الٹ پلٹ بے ڈھنگی[5]۔ بے قرینے وقت پر دیکھو تو روزمرہ کی ضرورت کی چیزیں بھی ندارد۔ ذرا ذرا سی چیز کو آدمی بازار کو دوڑے۔ جب کہیں کام چلے۔ دلی میں ماماؤں کا قحط ہو[6]۔ کس لگانے کو ماما پیدا نہیں۔ خدا سلامت رکھے بھیک کو نوکری ان کی بلا کرے[7]۔ خدا دے کھانے کو تو بلا جائے کمانے کو۔ جو بھیک نہیں مانگتیں وہ سلائی سے پیٹ پالتی ہیں جب دلی رہی ہیں ماماؤں کا یہ توڑا[8] ہے تو بھلا دلی کی گلیاں چھوڑ کر باہر جانے کی ہامی کون بھرے۔ مگر نکلے میں

۱-۲-۳- یہ سب پھولوں کے نام ہیں۔ ۴- ہفتہ سات دن کا ہوتا ہے اور عشرہ دس دن کا۔
۵- بدسلیقہ ۶- ماما بالکل نایاب ہے۔ ۷- یعنی وہ نوکری کیوں کرنے لگیں۔ ۸- کمی۔ قلت۔

ایک غریب بیوہ رہتی تھیں جن کا نام رحمانی تھا۔ گو وہ اِن کے گھر نوکر چاکر نہ تھیں مگر ہمیشہ کام کاج میں لگ جایا کرتی تھیں۔ دلھنوں کے ساتھ ہمیشہ کوئی نہ کوئی بھروسے کا آدمی آیا کرتا ہے اِس وقت بھی وہی کام آگئیں اور اپنی خوشی سے دُلھن کے ساتھ آئیں۔ آدمی ایمان دار اور سلیقہ[1] شعار تھیں۔ خود بھی کسی زمانے میں کھاتی پیتی خوش حال تھیں۔ اُن کے میاں کا زردوزی کا کارخانہ تھا۔ کام اچھا چلتا تھا مشینوں[2] کے چل پڑنے سے کام کا مندا[3] ہوگیا۔ خیر خدا پیٹ کو روٹی دیتا تھا کہ گھر والا بے چارہ مر گیا۔ اب کوئی سہارا نہ رہا۔ ٹوپیاں کاڑھ کاڑھ کر سلائی کا سی کر پیٹ پالتی تھیں۔ بال بچہ کوئی تھا نہیں۔ آگے ناتھ[4] نہ پیچھے پگھا۔ چھڑا[5] دم تھا۔ جہاں بیٹھ گئیں بیٹھ گئیں۔ امراؤ کو جو انھوں نے پریشان دیکھا کہ یا الٰہی کسے ساتھ کروں تو رحمانی نے کہا کہ میں جاتی ہوں تم اتنی فکر کیوں کرتی ہو۔ یہاں نہ رہی وہاں رہی۔ یہاں میرا کون والی وارث بیٹھا ہے امراؤ اور خود دُلھن کو ان سے محبت تھی وہ نوکروں کی طرح نہ تھیں بلکہ عزت کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھیں۔ ایسے بھروسے کا آدمی ملتا کہاں تھا۔ اِن کے علاوہ گھر کے کام کاج کے لیے ایک ماما اور ایک چھوکرا یہاں پہنچ کر اور رکھ لیا۔ کھانا پہلے ہی سے ایک باورچی باہر پکاتا تھا اور اچھا پکاتا تھا اب بھی وہی طریقہ رہا۔ پہلے تو دُلھن نے گھر کے سامان موجودہ کی ایک مکمل[6] فہرست طیار کی پھر اُس میں سے ناکارہ[7] پرانا سڑا گلا چھانٹ کر الگ کیا اور

۱۔ سلیقہ مند۔ ۲۔ کلوں۔ ۳۔ بکاسی کم تھی۔ ۴۔ یعنی نہ آگے کچھ روک تھی نہ پیچھے۔ ۵۔ اکیلا

۶۔ پوری۔ ۷۔ بے کار۔ خراب۔

نیا ۱ دور زاسباب جمع کرنا شروع کیا۔ میاں کے کپڑوں کی اُلٹ پلٹ کی پھٹے پُرانے الگ کیئے اُدھڑے اُدھڑائے درست کیئے صحیح سلامت جوڑے توکم ہی نکلے مگر پھٹے ۲ ذلیل ۳ بہت تھے ایک تھان ململ کا اور ایک ۴ رفل اور ایک تن زیب کا منگا کر کُرتے بنائے اور خود کاڑھے اور ایک تھان پانچ ۵ پی کے لٹھے کے پاجامے کترے اور خود سینے شروع کیئے دالان اور صحنچیوں میں دو، دو چاندنیاں پُرانے روئی ۶ کے گاؤ تکیئے مع غلاف دو سوزنیاں لے کر فرش فروش درست کرلیا دریاں تو موجود ہی تھیں پلنگ کی چادریں تکیوں کے غلاف۔ دسترخوان۔ تولیئے۔ چادرے بنائے۔ لوٹوں کی یہ حالت تھی کہ کوئی ٹپک رہا ہے تو کسی کا گلا ٹوٹا ہوا ہے کسی میں گو ۷ ٹے پڑے ہوئے ہیں بدلوا کر اچھے بڑے بڑے لکھنؤ کے چرخی لوٹے منگوا اسے چوکی پر دو لوٹے وضو کے لیئے ہر وقت بھرے ہوئے، اور ان پر ڈھکنے ڈھکے ہوئے رکھے رہتے تھے اور نیچے بڑی سیلابچی پاخانے کا لوٹا الگ۔ غسل خانے کا جدا گرم پانی کنڈ ۸ میں ہوتا تھا اب گنگال منگوایا نہانے کی دو تھڑیاں ۹ ایک بڑی ایک چھوٹی۔ برتن جو بے قلعی تھے تانبا نکل آیا تھا اُن کو قلعی کروایا۔ پیتل کا اُگالدان زنگ سے سبز ہو گیا تھا کھٹائی لگا کر کئی دفعہ اُسے صاف کرایا پھر سوکھی راکھ سے منجھوایا تو جھلکنے لگا کچھ دیگچیاں۔ بھگونے رکابیاں طشتریاں کٹورے۔ کفگیر کفگیری۔ بڑا چمچہ سالن نکالنے کا

۱۔ کورا۔ ۲۔ خراب خستہ۔ ذلیل۔ ۳۔ یہ بھی ایک عمدہ قسم کا باریک کپڑا ململ اور تن زیب کی طرح کا ہوتا ہے ۴۔ لٹھے کی ایک بہت عمدہ قسم ہے۔ ۵۔ گودڑ۔ ۶۔ گڑھے۔ ۷۔ مٹی (گیاس) کے تیل کا پیپا ۸۔ نہانے کا تھڑا۔ ۹۔ تانبے کی تھالیاں۔

سر پوش بادیئے۔ لگن۔ دو سینیاں۔ ایک بڑی ایک چھوٹی دو دیگچے ایک بڑا
ایک منجھولا لیئے۔ گھر میں سل بٹّا ندارد باہر کسی پتھر پر مسالا پس جاتا تھا۔
ترازو تھی مگر ڈوریاں ٹوٹی ہوئی بٹے تتّر بتّر۔ ترازو میں زنجیریں ڈلوا ایک
سٹ بٹوں کا بازار سے منگوا لیا۔ اناج کی کوٹھری سرے سے کوئی تھی ہی
نہیں روز بازار سے جنس آتی اور پکتی۔ ایک کوٹھری خالی کر اُس میں
سلیقے سے مٹی کے برتن کچھ کنستر منہ کٹوا ڈھکنے لگا کر
جمائے سفید اور لال گیہوں منگا کر آٹا پسوا لیا۔
موٹے باریک چانولوں کی ایک ایک بوری۔
ہر قسم کی دالیں۔ نمک مرچ۔ لہسن۔ پیاز۔ ادرک۔ گرم مسالہ۔
بمبئی کی شکر۔ کچّی کھانڈ۔ زعفران۔ بادام۔ پستے۔ چاندی کے ورق
ایک بڑے بویام میں گھی۔ ترکاری بنانے کی چھُری۔ سارا سامان ایک
دم مہینے بھر کے انداز سے منگا کر سلیقے سے سنگوا دیا روز بازار سے سودا
لانے کا کھٹراگ مٹا۔ ایک کوٹھری میں لکڑیاں اور اُپلے اکھٹے منگا کر رکھے کہ
تھوڑی تھوڑی چیز منگوانے سے خیر و برکت اُڑ جاتی ہے۔ ساری جنس
کی مقدار ایک کاپی میں ٹانک لی۔ اور جس قدر خرچ ہوتا تھا بلا ناغہ

۱۔ مستر۔ ۲۔ جس میں آدھی چھٹانک سے پن سیری تک کے سب چھوٹے بڑے وزن کے بٹے ہوتے
ہیں۔ ۳۔ سنیت کر ٹھکانے سے رکھ دیا۔ ۴۔ جھگڑا۔ ۵۔ چھوٹی کوٹھری۔ ۶۔ یا پاک دیسی۔ کنڈے
۷۔ جاتی رہتی ہے۔ ۸۔ غلّہ۔ ۹۔ یادداشت کی چھوٹی سی کتاب۔

نوٹ[1] کر لیتی تھیں۔ کنجی اپنے پاس رکھی دو وقتہ کوٹھری کھولی سامنے مونڈھا[2]
بچھا کر بیٹھ گئیں ماما سے اپنے سامنے جنس تلوائی اور باہر بھیج دی۔ پانی کا
یہ حال تھا کہ دیکھے سے گھن[3] آتی تھی مٹکے تو تھے مگر انگل انگل بھر کائی[4]
جمی ہوئی۔ جو آیا غڑپ[5] ہاتھ ڈال دیا۔ آدھا پانی پیا آدھا اسی میں انڈیل[6]
دیا۔ سقہ آیا باسی[7] تازہ پانی ملا گیا۔ گھڑونچی[8] ندارد۔ ویسے ہی ٹھیکروں کا ٹیکا
لگا دیا تھا کوئی لڑھک[10] گیا تو ساری انگنائی میں کیچڑ[11] فوراً ایک مضبوط اونچی
سی گھڑونچی بنوا کورے مٹکے رکھ چپنیاں[12] ڈھک دیں اور تین ڈونگے بھی رکھ
دیئے۔ ان مٹکوں پر جمعے کے جمعے گیرو پھیرا جاتا تھا ہمیشہ کورے معلوم
دیتے تھے۔ یہ تو برتنے[13] کا پانی ہوا پینے کے پانی کے لیے فلٹر[14] تو گھر میں تھا نہیں
تین گھڑوں کا فلٹر بنا لیا اوپر ریتی بیچ ان کوئلا اور نیچے والے گھڑے میں مقطر[15]
پانی۔ ان گھڑوں پر برف سی شفاف صافیاں ڈھکی ہوئیں پہلے تو پانی
گرم کیا جاتا تھا پھر فلٹر کیا جاتا۔ صحنچی میں ایک کونے میں لٹکنوں پر دو چھوٹی
چھوٹی خوب صورت ٹھلیاں اور تانبے کی دو ڈونگیاں[16]۔ ٹھلیاں لکڑی کی
جھنجھریوں سے ڈھکی ہوئیں۔ اس کے پاس کی چوکی پر ایک بُجھیرا[17] اور دو

۱۔ لکھ لیا۔ ٹانک لیا۔ ۲۔ سرکنڈوں کا بنا ہوا اوپر بان منڈھی ہوئی گول ڈھول کی وضع کا
ہوتا ہے ۳۔ نفرت۔ ۴۔ سبزی۔ ۵۔ اسمار الصوت۔ پانی میں چھپاکے سے ہاتھ ڈالنے کی آواز۔ ۶۔ ڈال۔
۷۔ روز گزشتہ کا پانی باسی کہلاتا ہے۔ ۸۔ لکڑی کی بنائی جاتی ہے جس پر گھڑے رکھے جاتے ہیں۔ ۹۔
سہارا۔ ۱۰۔ اوندھا۔ ۱۱۔ صحن۔ ۱۲۔ ڈھکن۔ ۱۳۔ استعمال کا۔ ۱۴۔ جس میں پانی صاف کیا جاتا ہے۔ ۱۵۔ ٹپکا ہوا
نتھرا ہوا ۱۶۔ چھوٹا ڈونگا جس سے پانی لیتے ہیں۔ ۱۷۔ صراحی کی طرح کا ہوتا ہے ذرا بڑا جیسے جھجر۔

صراحیاں اوپر سے سفید صافیاں لپٹی ہوئیں وہیں دو گلاس ایلومینیم[1] کے جوشن لائٹ صابن[2] سے روزانہ دھوئے جاتے تھے چاندی کی طرح جگمگاتے[3] ہوئے رکھے تھے کیا مجال کہ کوئی پانی گدلا[4] کرے یا گچلا پن[5] کرے یا جھوٹا[6] پانی پی کر ڈال دے یا ہاتھ غنگول[7] دے۔ صفائی اور ستھرائی[8] دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ دالانوں میں فرش تو ٹوٹا پھوٹا تھا مگر بوریئے ندارد دریوں میں بغارے[9] پڑے ہوئے تھے کچھ تو چوہوں نے کتر ڈالیں کچھ دیمک کی نظر ہوئیں۔ بوریئے نہ ہونے سے یہ خرابی ہوئی۔ بوریئے بچھوا دیئے پلنگوں کی نواڑوں کے ٹکڑے ہو گئے تھے اور میلی چکٹ[10] اُن کو دھلوایا پلنگ کسوائے۔ چارپائیاں جو جھلنگا[11] تھیں وہ از سر نو بانگر[12] کے بان سے بنوائیں دو پلنگ ستلی سے بنوا ادوائیں[13] کس کسا قرینے[14] سے بچھوا دیئے فالتو[15] چارپائیاں سہ دری میں کھڑی کرا دیں سونے کے کمرے میں ایک مسہری لگائی جس پر اگرئی[16] رنگا ہوا جالی کا پردہ تھا اور دو جھالر دار

۱- سفید دھات جس کے برتن ہلکے اور چاندی سے ملتے جلتے ہوتے ہیں۔ ۲- ایک قسم کا صابن جس سے برتن اور کپڑے خوب صاف ہوتے ہیں۔ ۳- چمکتے ہوئے۔ ۴- میلا۔ ۵- گندہ پن ۶- پینے کے بعد جو باقی بچ رہے وہ ڈال دینا ۷- ڈال کر ہلا دینا۔ ۸- پاکی۔ ۹- بڑے بڑے سوراخ۔ ۱۰- ڈیوٹ (لکڑی کے تمام سامان) پر جو کالی گاد جم جاتی ہے یعنی بہت میلی۔ ۱۱- بان ٹوٹ کر جو چارپائی جھولا ہو جاتی ہے۔ ۱۲- ایک مقام کا نام ہے جہاں کا بان مشہور ہے۔ ۱۳- پائنتی کی طرف کی رسی جس کے کھینچنے سے چارپائی تن جاتی ہے۔ ۱۴- ٹھکانے۔ ۱۵- بے کار۔ فضول زاید از ضرورت۔ ۱۶- خوشبو کا رنگا ہوا کتھے کے رنگ کا۔

چوڑے چوڑے تکیئے مع تکیہ پوش۔ بغلی تکیئے۔ گل تکیئے[1]۔ اوڑھنے کو دُلائی اور چادرہ چمپئی[2] رنگا ہوا۔ آگرے[3] کی دری پر سفید زین[4] کی ایک پٹی[5] چادر اوپر سے فرخ[6] آبادی بوٹے دار پلنگ پوش پڑا ہوا۔ دوسری طرف اپنا پلنگ تھا۔ دالانوں میں پردے ندارد صرف ایک ٹاٹ کا میلا چکٹ پھٹا ہوا پردہ لٹک رہا تھا۔ ناپ کھینچ کر پٹا پٹی[7] کے پردے لال کھاروے[8] کے دلّی سے بنوا کر منگوائے۔ چلمنیں وہیں بنوالیں۔ سامنے کے دالان کے ٹاٹ کے پردے بنوائے۔ باورچی خانے کی کچھ نہ پوچھو خدا جانے کتنے دنوں سے جھاڑا[9] بُہارا نہیں گیا تھا۔ زمین کے گڑھے بھروا لال مٹی سے لپوا چھوٹے چکنی مٹی سے لیپ دیواروں پر کھریا[10] مٹی پھروا کر جھجاک[11] کر دیا۔ گو کھانا باہر پکتا تھا لیکن پھر بھی گھر میں ایک آدھ[12] چیز اپنے ہاتھ سے اکثر پکا لیا کرتی تھیں۔ ایک لوہے کا سفری چولھا بھی رکھ لیا تھا کبھی چھوٹی موٹی چیز اُس پر تل تلا لیتی تھیں۔ پائخانے کی صفائی اچھی طرح کروائی روزانہ فنیل[13] اور کاربالک[14] پوڈر چھڑکا جاتا تھا۔ غسل خانے میں چوکی کے علاوہ الگنی پر

۱۔ وہ گول گردہ سا تکیئے جو گالوں کے تلے دھرے جاتے ہیں۔ ۲۔ چمپا کے پھول کے رنگ کا یعنی ہلکا زرد۔ ۳۔ آگرے کی دریاں مشہور ہیں۔ ۴۔ ایک قسم کا سفید سوتی کپڑا۔ ۵۔ پلنگ کی چوڑان کے برابر عرض جس میں جوڑ نہ ہو اور جس میں بیچ میں سیون ہو وہ دو پٹی ہوئی۔ ۶۔ پلنگ پوش لکھنؤ کے بھی عمدہ ہوتے ہیں مگر زیادہ تر فرخ آباد کے مشہور ہیں۔ ۷۔ لال سفید رنگ کے ملے ہوئے ۸۔ گاڑھے کی قسم کا لال رنگ کا موٹا دبیز کپڑا۔ ۹۔ صاف کیا۔ ۱۰۔ چاک مٹی۔ ۱۱۔ اُجلا۔ ۱۲۔ کوئی نہ کوئی۔ ۱۳۔ ایک قسم کا عرق جو بودار مقامات پر رفع عفونت کو ڈالا جاتا ہے۔ ۱۴۔ یہ بھی سُرخ رنگ کا سفوف دافع عفونت ہے۔

ایک بڑا کھیس۔ تولیہ۔ کھڑاویں۔ اور سامنے کے طاق میں ایک ڈبیہ
بجن کی۔ ایک باریک ایک موٹا جھانواں[1]۔ کیسہ۔ صابن۔ سر
دھونے کی خوش بودار کھلی[2] کٹی ہوئی۔ ایک بیسن دانی۔ سب سامان مہیا[3]
تھا کپڑے رکھنے کو صندوق ندارد ٹرنک[4] ہے تو ٹوٹا ہوا کنڈا قفل غائب
چیڑ[5] کے دو صندوق تھے اُن کے تختے ٹوٹے ہوئے۔ چوہوں نے کپڑے
کتر ڈالے۔ چار ٹرنک منگوا کر جاڑے کے کپڑے الگ اور گرمی کے الگ
رکھ نمبر ڈال اُن کی فہرست لکھ لی اور جاڑوں کے کپڑوں میں نفتھلین[6]
ڈال دی کہ کہیں کیڑا نہ لگ جائے جو کپڑا مانگو اُسی وقت کتاب دیکھ کر
بتلا دیا کہ فلاں صندوق میں ہے یہ نہیں کہ ایک کپڑے کے واسطے
سارے صندوق اُلٹ پلٹ کر دیں جب کہیں ملے۔ لحاف تو تھے
مگر دقیانوسی برسات کی بو۔ روئی کے بوشٹے الگ بدرنگ۔ اُن کی
روئی کے توگا و تکیے بنائے اور لکھنؤ کے دو ابرے[8] منگا کے لال قند کا
استر سیاہ اٹیلین[9] کی گوٹ چار چار سیر روئی بھروا نگندے[10] ڈال
درست کر دیئے۔ بھلا بلینکٹ[11] سے کہیں سردی جاتی ہے وہ تو صرف

۱۔ ہاتھ پاؤں رگڑنے کا کھردرا مٹی کا ہوتا ہے۔ ۲۔ سرسوں اور تل کا تیل نکال کر جو فضلہ بچ جاتا ہے۔ ۳۔ موجود تیار۔ ۴۔ ٹین یا لوہے کے پتر کے صندوق۔ ۵۔ دیودار کی لکڑی۔ ۶۔ کافور کی طرح کی سفید بدبودار گولیاں ہوتی ہیں جن کے ڈالنے سے کپڑے میں کیڑا نہیں لگتا۔ ۷۔ ٹکڑے۔ ۸۔ لحاف کا بالائی حصہ ابرا کہلاتا ہے۔ ۹۔ ایک قسم کا سیاہ چمک دار کپڑا ہوتا ہے جو گوٹ کے کام آتا ہے۔ ۱۰۔ لحاف میں روئی ڈلوا کر روئی دبنے کے لئے جو ٹانکے دیئے جاتے ہیں۔ ۱۱۔ ولایتی کمل۔

نمائش کے ہوتے ہیں۔ ایک رضائی عمدہ لکھنؤ کے ابرے کی استر گپے[۱] قند کا۔ سبز گرنٹ کی سنجاف[۲] میاں کے لیئے بنائی۔ گھر میں سوائے ٹوٹی[۳] کھٹیوں کے مونڈھا نہ کرسی جب ضرورت ہو مردانے سے آدمی لانے کو دوڑے دو آرام کرسیاں اُن پر گدے دو دستی اور دو بے دستی عمدہ وارنش[۴] کی کرسیاں جن میں مُنھ دکھائی دے۔ دو تپائیاں ایک گنجینہ یہ فرنیچر[۵] منگوایا۔ گھر میں آئینہ کا پتہ نہیں۔ ایک میز پر بڑا آئینہ۔ کنگھی برش۔ ناخن کاٹنے کی قینچی۔ صابن سب رکھ دیا چائے کا سٹ[۶] نہیں۔ پیالی ایک طرح کی تو طشتری دوسری وضع کی تچھے ہیں کہ راکھ اور جھونے[۷] سے مانجھ مانجھ کر پتیل نکل کر بدروپ ہو گئے تھے چائے دیگچی میں گرم ہوتی تھی اور خدا کے فضل سے اُسی میں دم بھی دی جاتی تھی۔ چائے کیا ہوتی تھی گویا املتاس کا جلاب۔ چائے کا سٹ منگوایا چھ پرچ[۸] پیالیاں کیتلی۔ دودھ دان۔ شکردان۔ کشتی جاپانی[۹]۔ پانی گرم کرنے کی اینمل[۱۰] کی کیتلی الگ دم دینے کی چینی کی کیتلی کے لیئے ایک روئی دار غلاف اطلس کا سیا اور اُس پر چوکڑی کا بخیہ۔ چائے کے واسطے تازہ پانی اپنے سامنے چڑھواتیں یہ نہیں کہ گھنٹوں سے اُبل رہا ہے جوش پر جوش آ رہا ہے۔ جہاں جوش آیا اور بھاپ اُٹھی جھٹ چائے

۱۔ گورنٹ یا اطلس۔ ۲۔ چوڑی گوٹ۔ ۳۔ کھاٹ بان کی چارپائی کھٹیا۔ چھوٹی چارپائی۔ ۴۔ چپڑا لاکھ اور سپرٹ کا روغن جس سے لکڑی کی چیزوں کو جلا دی جاتی ہے۔ ۵۔ چوبی سامان جیسے میز کرسی وغیرہ۔ ۶۔ پورا لوازمہ۔ ۷۔ پرال یا گھانس یا پتوں کو توڑ مروڑ کر گولا سا بنا لیتے ہیں۔ ۸۔ پرچ یعنی طشتری۔ ۹۔ سیاہ روغنی۔ ۱۰۔ تام چینی۔

چھچے سے ناپ کر ڈالی اور صرف دس منٹ دم دی۔ وہ چائے ہوتی تھی
زعفرانی رنگ کی کہ خود بخود رغبت ہو نہ کہ جوشاندہ یا کاڑھا[1] کہ دیکھتے ہی جی
اُلٹ پلٹ[2] ہو جائے۔ حقے تو گھر میں ایک چھوڑ دو دو تھے مگر بد مزاج عورت
کی طرح بولتے نہ تھے نہ اُنھیں کوئی منھ لگائے نہ وہ کسی کو منھ لگائیں۔ لکھنؤ ایک
صاحب جا رہے تھے اُن سے ایک فرشی[3] پھول کی منگوائی ریوا[4]ڑی کی کلی
دی ہے۔ خاصدان گھر میں تھا ہی نہیں۔ مراد آباد کا خاصدان منگا ننھی
سی گردشی[5] سی۔ باہر جب پان جاتے تھے پہلے تو خدمتگار نے بنایا اور ہاتھ میں
پکڑا دیا اب گلوریاں سجل[6] صاف سُتھری صافی میں لپٹی ہوئی۔ تھالی میں
زیرِ گردی بچھی ہوئی چاندی کے لڑیوں کے گچھے کی کیلیں لگی ہوئیں
کتھا چونا ملا ہوا۔ برا ہو کیا مجال کہ منھ پھٹ جائے۔ الاچیاں پڑی ہوئی
ایک چھوٹی سی ڈبیہ میں رامپور[7] کا زردہ پان کھانے والا بھی نہ ہو تو جی
للچائے۔ ڈھلا ڈھلایا ستھرا اُگالدان ساتھ۔ مثل مشہور ہے کہ مرد کے قلمدان
اور عورت کے پاندان سے اُس کا سلیقہ معلوم دیتا ہے۔ وہ دیکھئے قرینے
سے سجی ہیں گا، تو کہنے لگے ہوا ہے پاندان کہ اتنی سجی ہوئی ہو۔ دھبہ تو کجا
سلوٹ[8] کا بھی نام نہیں۔ ڈھیر میں پا انداز بچھا ہوا ہے۔ کیا مجال کوئی

۱۔ جوش دیا ہوا مرکب۔ ۲۔ بے چین ہو جائے۔ ۳۔ وہ حقہ جو فرش پر نہ اُلٹے۔ ۴۔ شکل
۵۔ کیرے کی گول گتی کتر کر تھالی سے اور بچھا دی جاتی ہے۔ ۶۔ سلیقہ کی۔ ۷۔ رامپور کا
زردہ مشہور ہے۔ ۸۔ شکن۔ ۹۔ چوکھٹ۔ ۱۰۔ کوا ایر یٹ جس پر پاؤں یا جوتی
پونچھ لیتے ہیں جو موٹے ٹاٹ کی وضع کا گدا ہوتا ہے۔

نوکر ننگے پاؤں رکھے۔ سوزنی کے کنارے ایک بڑا سا اُگالدان دھرا ہو مگر صاف ستھرا جو اس وضع کا بنا ہوا ہو کہ اُلٹ نہیں سکتا۔ زہ[1] پر چھوٹی سی سیلابچی رکھی ہو اُسی کے پاس ایک لوٹا بھی ہو ایک کونے میں نماز کی چوکی بچھی ہو اُس پر قالین کی جانماز ہو سامنے کھونٹی پر حمائل شریف ایک عمدہ جزدان میں گردانی[2] ہوئی لٹک رہی ہو۔ وہیں تسبیح بھی ہو لٹکن[3] پر ایک چھوٹی سی صراحی اور اُس پر کانچ کا گلاس ہو۔ پٹاری گاؤ تکیے کے سیدھی طرف رکھی ہو اوپر لال قند[4] کی گرزی[5] ہو جس پر چپن[6] لگا ہوا ہو اندر دیکھو تو کیتھا بُجھا ہو۔ کتھے چونے کی کلھیاں ٹکنوں پر دھری ہیں نہ کنارے لتھڑے[6] ہوئے ہیں نہ اِس کی گچی اُس میں ہو۔ کتھا پکا پکا یا خوش بو دار۔ چونا قلعی کا ایسا شفاف جیسے ملائی جس کو بجھانے[7] کے بعد تھوڑے سے بتاسے بھی ڈال دیئے ہیں کہ تیزی مرجائے۔ دونوں بڑی ڈبیوں میں باریک کتری ہوئی چھالیہ۔ بیچ کی چھوٹی ڈبیہ میں چوگھڑا الایچیاں[8] اور لونگیں۔ ایک ڈبیہ میں زردہ۔ رام پور کی سروتی ہاتھی دانت کے دستے کی۔ لگیّ[9] میں پکے ناگر پان[10] صافی لپٹی۔ ایک چھوٹی سی قینچی پان کترنے کی۔ پٹاری کو ننھا منا سا خوب صورت قفل لگا ہوا یہ نہیں کہ جو

۱۔ دالان کا آخری حصہ۔ ۲۔ لپٹی ہوئی۔ ۳۔ لوہے یا لکڑی کا ہوتا ہو جس پر صراحی یا ٹھلیا رکھی جاتی ہو تین پائے کا ہوتا ہو۔ ۴۔ سفید بیل۔ ۵۔ گدی۔ ۶۔ سَنے یا بھرے ہوئے۔ ۷۔ چونے کی ٹکیوں میں پانی ڈالنے کو بُجھانا کہتے ہیں۔ ۸۔ الائچیوں کی ایک عمدہ قسم ہو۔ ۹۔ لگن کی تصغیر یعنی چھوٹا سا لگن۔ طشت۔ ۱۰۔ پان کی ایک عمدہ قسم ہو۔

آیا گھسیٹ پان کھانا شروع کر دیا اور سب اُلٹ پلٹ کر کے چلتا ہوا۔ وہ سامنے دیکھیئے درے ہیں ایک پٹاری ماماؤں کے لیئے الگ اور رکھی ہوئی ہے شوق سے کھاؤ منع کس نے کیا ہے۔ پانی کے مٹکوں میں پان نہیں تیر رہے ہیں بلکہ ایک بڑی لگنی ہیں پانوں کی ڈھولی[1] رکھی ہے وہ بھی کوٹھری میں بند جب ضرورت پڑی نکال لیئے یہ نہیں کہ باہر آدمی دہاڑ[2] رہا ہے پان لاؤ اور گھر میں پان کا ٹکڑا ندارد۔ ماما سر پر برقعہ ڈال پان لانے بازار کو دوڑی اور یہاں نوکر ہے کہ تقاضے پر تقاضے کر رہا ہے اے بی پان جلدی لاؤ۔ چھالیہ کی بوری[3] موجود یہ نہیں کہ مانک[4] چندی لاؤ یا جہازی یا نئی کیوں لائے پرانی لاؤ۔ نوکر ہیں کہ کوڑ[5] ی پھیرا بازار کا کر رہے ہیں لاتے ہیں اور پھیرتے ہیں مگر بیگم صاحب کو کسی طرح پسند ہی نہیں آتی۔ صحنچی میں دو الماریاں ہیں دیکھیں تو اس میں کیا ہے مگر قفل لگا ہوا ہے لیکن آئینوں میں سے سب دکھلائی دے رہا ہے ایک میں بوتلیں برابر قطار سے لگی ہوئی ہیں جٹنی عرق نعناع[6] کا اچار سرکے کا اچار۔ مربہ سرکے کے اچار میں سُرخ سُرخ لمبی لمبی مرچیں اور پیاز کے ٹکڑے ثابت لہسن پڑا ہوا کیسا بھلا معلوم دے رہا ہے۔ اچاریوں میں لیموں کا اچار۔ مرتبان میں آم کا اچار۔ بوتلوں میں گلاب کیوڑہ۔ دو چار شیشے شربت کے غرض ساری الماری اسی

۱۔ ڈھائی یا پانسو پان کی گٹھی۔ ۲۔ چیخ رہا ہے۔ ۳۔ ٹاٹ کا تھیلا ۴۔ چھالیہ کی اقسام ہیں۔ ۵۔ بات بات پر چکر ۶۔ پودینہ کا عرق۔

قسم کی بوتلوں سے بھری پڑی ہے اور سب پر چھٹیاں لگی ہوئی ہیں۔ اِس کے برابر کی دوسری طرف کی الماری میں چھوٹی چھوٹی شیشیاں ہیں۔ ادہو یہ دواخانہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیگم صاحب معمولی علاج معالجہ بھی کرلیتی ہیں جب ہی محلے کی عورتیں جمٹی رہتی ہیں کبھی خود آتی ہیں کبھی بچوں کو لاتی ہیں۔ دواؤں کی چھٹیاں ہم نے بھی پڑھیں امبرکیشن چوٹ پھینٹ کے لیے۔ فروٹ سالٹ تلی تو قبض بدہضمی کے لیے۔ کلوروڈین پیچش کے لیے ویسلین ہاتھ منھ پھٹنے کے لیے۔ ارنڈی کا تیل کونین کی گولیاں بخار کے لیے آیوڈین سوجن اور غدود پھولنے کے لیے۔ گریمالٹ کا لال شربت کھانسی زکام کے لیے سملنگ سالٹ دردِ سر کے لیے۔ سلفونل بدخوابی کے لیے۔ سنٹونین کیچوؤں کے لیے۔ سوڈا ہاضمہ کے لیے۔ یونانی دوائیاں بھی تھوڑی سی ہیں۔ عناب منقی۔ گاؤزبان۔ بہی دانہ۔ ملٹھی۔ نمک سلیمانی۔ غرض سب ضروری دوائیاں ہیں۔ تولنے کا چھوٹا سا کانٹا۔ اونس[۱] گلاس۔ منم[۲] قطرے ناپنے کا۔ ہندوستانی کانٹا مع تولہ ماشہ کے بٹوں کے۔ کارک سکرو۔[۳] ٹن کٹر۔[۴] اونس[۵]۔ نیچے کے خانہ میں سر کے تیل کی دو بوتلیں بھی تھیں ایک میں چنبلی کا ایک میں موتیا کا عطر کی صندوقچی جس میں طرح طرح کا عطر تھا۔ کنگھی سرمدانی

۱۔ آٹھ ڈرام کا ایک اونس ہوتا ہے اور ساٹھ منم (بوند) کا ایک ڈرام۔ ۲۔ ایک ڈرام کی ناپ جس میں ساٹھ خط ہوتے ہیں اور چھوٹی مقدار میں سیال دوا ناپی جاتی ہے۔ ۳۔ ڈاٹ نکالنے کا پیچ۔ ۴۔ ٹین کاٹنے کا آلہ ۵۔ سوا کی تول کھولنے کا۔

بیسن دانی - یہ تو سرسری نگاہ سے ہم نے دیکھا - دونوں الماریاں لبالب بھری ہوئی تھیں ہم تو سمجھتے ہیں کہ ضرورت کی سب ہی چیزیں تھیں ایک شاید کباڑی[1] کی چوں چوں نہ ہو - ایک دوسری الماری میں چلئے کے ڈبے - کافی[2] - کوکو[3] - بسکٹ جام[4] - مہینا بھر کی ضروریات سب موجود تھیں - مکان میں چھت گیری ایک نہ تھی چھت میں سے کہیں بچھو گرا کہیں کھنکھجورا نکلا کہیں اللہ میاں کی بھینس گری - صدر دالان پیش دالان اور صحنچیوں میں چھت گیریاں لگا دیں وہ بھی سادی نہیں سفید چھت گیری - لال جھالر بیچ میں فراشی پنکھا اور ایک بڑا سا لمپ جس کی روشنی سارے گھر میں کافی تھی - احتیاطاً دو دیوار گیریاں بھی تیل بھری بھرائی بتی کتری کترائی لگی ہوئی تھیں - شاید رات بے رات کام پڑ جائے - مٹی کے تیل کا کنستر وہ الگ تھلگ سامنے والے دالان کے پاس چھوٹی سی کوٹھی میں دھرا ہے وہیں چمنیاں پوچھنے کی صافیاں بھی ہیں - گل کترنے کی قینچی - ایک تیل کی بوتل - قیف[5] تیل بھرنے کی - پچکاری تیل نکالنے کی - چار لالٹینیں بھی طیار ہیں ایک لکڑی کا صندوق دھرا ہے خدا جانے اس میں کیا ہے اُس میں چمنیاں گلوپ[6] - بتیاں - دیا سلائی کے بکس ہیں - رات کو اگر کسی وقت لمپ بھڑک گیا اور چمنی چٹخ گئی تو کیا ہوگا بس رات بھر

۱- نایاب چیز - ۲- قہوہ - ۳- یہ بھی کافی کی طرح کا سفوف ہے - ۴- مربا - ۵- بوتل میں تیل ڈالنے کی قیف جسے انگریزی میں فنل کہتے ہیں - ۶- حباب -

اندھیرے گھپ میں بیٹھے رہو جب خدا خدا کر کے صبح ہو دکانیں کھلیں تب کہیں جمنی ملے۔ دیکھو ذرا سی احتیاط سے کتنا بڑا آرام ہے ہیں تو یہ بے حقیقت سستی چیزیں مگر وقت پر موجود نہ ہوں تو تکلیف بڑی ہوتی ہے۔ دھوبن کے کپڑے رُلے رُلے پھرتے تھے اب سب ایک صندوق میں بھر دیئے جاتے ہیں۔ دھوبن آئی کتاب میں کپڑے لکھے اور اُسے دے دیئے جو کپڑے وہ لائی کتاب سے ملا لیئے میاں کے کپڑے جہاں اُنھوں نے اُتارے وہیں پڑے رہتے تھے اب سونے کے کمرے میں دو الگنیاں تھیں اُن پر شیروانیاں۔ کوٹ پتلون جو روزمرہ استعمال میں تھے لٹکے رہتے تھے کھونٹیوں پر ٹوپیاں تھیں۔ کپڑوں کا برش بھی وہیں تھا الگنیوں کے نیچے بوٹ سلیپریں۔ گرگابیاں۔ ہندوستانی جوتیاں رکھی ہوئی تھیں وہیں جوتیاں صاف کرنے کے برش روغن سیاہی۔ شوہارن[1] تھا ایک کونے میں خلالوں کی گٹھی لٹک رہی تھی۔ چرٹ کے بکس۔ سگریٹ بھی آئے گئے کے واسطے لگا رکھے تھے وہ بھی ایک طاق میں قرینے سے رکھے ہوئے تھے۔ یہ تو میں لکھنا ہی بھول گیا۔ ذرا چلیئے وہ بڑے دالان میں چھوٹی سی آئینہ دار الماری اور اُس کے سامنے میز اور دونوں طرف دو تپائیاں کیسی دھری ہیں۔ الماری میں تو کتابیں ہی کتابیں ہیں سب جلد بندھی ہوئی۔ کیسے سلیقے سے چُنی ہیں۔ سُنہری حرفوں میں نام لکھے ہوئے ہیں بعض پر چِٹھیاں

۱۔ جوتی پہننے کا چمچہ۔

بھی لگی ہوئی ہیں۔ جلدیں کیسی خوش نما اور ایک وضع کی بنی ہوئی ہیں لاؤ دیکھو تو کیا کیا کتابیں ہیں۔ کہیں طوطا کہانی۔ بدرِ منیر۔ قصۂ حاتم طائی۔ قصۂ سپاہی زادہ۔ گل بکاؤلی یا وہ ناول تو نہیں ہیں جو ٹکے[۱] دھڑی پڑے بک رہے ہیں۔ کتب خانہ کیا تھا انتخاب لاجواب تھا جس سے بیگم صاحب کے مذاق کا صحیح اندازہ ہوسکتا۔ مولوی نذیر احمد صاحب کی مرآۃ العروس۔ بنات النعش۔ توبۃ النصوح۔ محصنات۔ ایامیٰ۔ رویائے صادقہ۔ مولوی الطاف حسین صاحب حالی کی حیات جاوید۔ مجموعۂ نظم۔ مناجات بیوہ۔ مسدس۔ پوراسٹ مولانا شبلی صاحب کا سفرنامہ روم وشام مجموعۂ نظم اور کئی کتابیں۔ مولوی سید احمد صاحب دہلوی کی رسوم دہلی۔ راحت زمانی وغیرہ۔ محمدی بیگم صاحبہ کی رفیق عروس انمول موتی۔ ہماری اقبال دُلھن۔ اصلاحِ معیشت۔ مولوی عبدالراشد صاحب الخیری کی صالحات۔ صبح زندگی وشام زندگی خواجہ حسن نظامی صاحب کی بیوی کی تعلیم وغیرہ۔ مولوی عبدالرزاق صاحب کانپوری کی البرامکہ سرسید محسن الملک مولوی نذیر احمد کے لکچروں کے مجموعے۔ اور اسی قسم کی عمدہ عمدہ منتخب کتابیں تھیں۔ ایک تپائی پر تہذیب نسواں شریف۔ بی بی۔ خاتون۔ پردہ نشین۔ عصمت۔ تمدن۔ ادیب۔ انتخاب لاجواب۔ اور کئی رسالے تھے دوسری تپائی پر پیسہ اخبار۔ علی گڑھ گزٹ۔

۱۔ بہت سستے۔

وطن اور کئی اخبار تھے۔ مگر سب تاریخ وار لگے ہوئے تھے۔ گاجر مولی کی طرح پڑے ہوئے نہ تھے۔ میز پر ایک طرف صندوقچہ مگر بند اُس پر سفید حرفوں میں "معصومہ" لکھا ہوا تھا۔ سامنے وار کو ایک کیبنیٹ[۲] تھا جس میں طرح طرح کے کاغذ لفافے کارڈ تھے اُس کے سامنے بلاٹنگ پیڈ تھا جس پر دو خوش نما ویٹ[۳] رکھے ہوئے تھے۔ داہنی طرف کشتی میں دو بلور کے ڈھکنے وار دوات میں ایک میں انگریزی سیاہی ایک میں سرخی بیچ میں پن رنگ[۴] اِس پر طرح طرح کی قلمیں نہایت عمدہ اور نازک ہولڈر کی لال اودی دو رُخی اور سیاہ پنسلیں۔ راجس کا چاقو۔ قینچی۔ قلم پونچھنے کا گردہ ایک دوات ہندوستانی روشنائی کی بھی ہے جس میں الف خانی روشنائی پڑی ہوئی ہے اور دو اسٹیل قلمیں۔ ربر۔ لاکھ کی بتی۔ ایک چھوٹے سے گلاس میں پانی اُس میں چھرّے پڑے ہوئے قلم دھونے کے لیئے۔ بلوری گوند دانی ایک بلوری لیبل[۵] ڈیپر ٹکٹ چپکانے کو۔ تھوک سے ٹکٹ لگانا یا لفافہ بند کرنا داخل بدتمیزی ہے۔ چھوٹا سا لٹر بکس[۶] خط لکھا اور اُس میں ڈال دیا آدمی ڈاک کے وقت آیا اور

۱۔ بے ترتیب۔ بے قرینے۔ ۲۔ وہ صندوقچہ جس میں جدا جدا خانے خط کے کاغذ اور لفافے چھوٹے بڑے رکھنے کے ہوتے ہیں۔ ۳۔ وزن جس سے کاغذ دبا دبا جاتا ہے تاکہ ہوا سے نہ اُڑے۔ ۴۔ جس پر قلم آڑے ایک کے اوپر ایک رکھ دیئے جاتے ہیں۔ ۵۔ ایک چھوٹا سا بلور کا ہوتا ہے جس میں ننھا سا بیلن ہوتا ہے اُسے پھرایا تو پانی لگ جاتا ہے اُس سے ٹکٹ کو گیلا کر کے لگا دیتے ہیں۔ ۶۔ خط ڈالنے کا صندوق۔

نکال کرلے گیا۔ ایک طرف خط تولنے کا کانٹا۔ میز کے نیچے ایک بید کی ٹوکری
ردی ڈالنے کی میز کے پائے سے خالی پرچے بندھے ہوئے۔ سامنے دیوار پر
نگاہ اُٹھاکر تو دیکھو ایک گھڑی لگی ہو ایک کیلنڈر دن تاریخ بتلا رہا ہو۔ اور
تھرمامیٹر بھی ہو جس سے گرمی سردی معلوم ہوتی ہو۔ بھلا اِن سب کے
اوپر وہ کس مرد کی بڑی سی تصویر سنہری چوکھٹے میں لگی ہو ہو نہ ہو ڈپٹی صاحب
کی ہو کسی نے بڑی عمدگی سے اِنلارج کی ہو اور کیسی صنّاعی سے رنگا ہو کہ یہ معلوم
ہوتا ہو کہ اب بولی! میں اِس میز کو دیکھ کر دنگ رہ گیا کہ اللہ اکبر یہ سلیقہ ایک
غریب گھرانے کی لڑکی میں کہاں سے آگیا یہ تو امیروں کو بھی نصیب نہیں
پھر سمجھا کہ خدا کی دین ہو جس کو چاہے سگھڑ بنا دے اور جسے چاہے پھوہڑ۔
اب یہ گھر ایسا سج گیا تھا جیسے انگوٹھی میں نگینہ۔ کیا مجال کہ تنکا تو پڑا نظر
آجائے یہ کام ایک دن دو دن ایک ہفتے دو ہفتے کا نہ تھا۔ معصومہ کو
گھر سنبھالے خیر سے برس دن ہونے آیا تھا جب کہیں گھر کی کل بیٹھی۔
ڈپٹی صاحب جب گھر میں آتے تھے باغ باغ ہو جاتے تھے۔ پہلے تو اُن کا
بہت وقت باہر گزرتا تھا لیکن اب کچہری کے سوائے وہ اکثر اوقات
گھر میں ہی رہتے تھے۔ ملنے جلنے والے اوازے توازے کستے تھے لیکن
ڈپٹی صاحب ہنس کر ٹال جاتے تھے۔ بگڑے ہوئے گھر کا بنانا کچھ آسان
کام نہ تھا۔ بڑی دردسری اور پتّہ ماری کا کام تھا۔ اس میں شک
نہیں کہ گھر کو ازسرِنو سنوارنے میں ڈپٹی صاحب کا کچھ روپیہ تو صرف

جنتری ۲ چھوٹی تصویر سے بڑی تصویر بنانا ۳۔ اتفاقاً درست ہوا تھا ۴۔ تمسخر سے۔

ہو گیا لیکن سختی[۱] سوم سال بھر میں سب برابر ہو جاتے ہیں۔ نوکروں کے ہاتھ سے گھر لٹتا تھا دس کی جگہ بیس خرچ ہوتے اب کوڑی کوڑی جاتر[۲] اٹھتی تھی۔ پہلے روپیہ خرچ کرکے آرام نہ ملتا تھا اب خرچ کم آرام زیادہ۔ بیوی مہینے کے ختم پر میاں کو حساب دکھلاتی تھیں وہ کہتے تھے کہ میں حساب دیکھ کر کیا کروں گا۔ میں تو تنخواہ لاکر تمھارے ہاتھ میں دے دیتا ہوں تم جانو تمھارا کام جانے۔ دوسری کوئی بیوی ہوتی تو اسی دن سے حساب کتاب ترک کر دیتی کہ کس کے لئے لکھوں وہ تو دیکھتے ہی نہیں اور مجھے کیا ضرورت جب میں خود ہی اٹھاتی ہوں۔ لیکن معصومہ ایک غریب گھرانے کی لڑکی تھی ایسا نہ ہو کہ لوگ کہیں میکے کو بھر دیا دوسرے یہ بھی خیال تھا کہ مردوں کا کیا اعتبار ممکن ہے کبھی پوچھ بیٹھیں تو اس وقت کیسی شرمندگی ہوگی۔ کوئلوں[۳] کی دلالی میں ہاتھ کالے۔ اس لئے وہ اپنی جگہ مستعد اور پابند قاعدہ تھی گھر کے چلانے کا عمدہ ترین طریقہ ہر کام کو وقت پر اور پابندی سے کرنا ہے اس سے نوکر بھی سدھ جاتے ہیں۔ بے کہے کام ہو جاتا ہے۔ نوکروں پر سختی کرنا ان کو سخت سست کہنا ہر وقت جھڑکنا برا ہے۔ وہ بھی ہمارے جیسے آدمی ہیں۔ اگر ان کے اچھے برے کی خبر رکھو گی تو وہ تم پر جان نثار کریں گے۔ ان کی چھوٹی موٹی غلطی سے چشم پوشی بھی کرنی چاہیئے۔ رسان سے سمجھا دینا ڈانٹ ڈپٹ کر حکم دینے سے زیادہ اثر رکھتا ہے۔ جو بیویاں ماماؤں پر

۱۔ فیاض اور کنجوس۔ ۲۔ اسی جگہ سے ۳۔ کوئی کام نیک نیتی سے کرنا اور خواہ مخواہ اس میں بدنامی آئے تو یہ مثل کہی جاتی ہے جیسے نیکی برباد گناہ لازم۔

گھر چھوڑ کر آپ آرام طلبی کی عادی ہو جاتی ہیں اُن کے گھر چوپٹ ہو جاتے ہیں مامائیں خوب لوٹتی موستی ہیں جو بیویاں ہر کام اپنی نگاہ میں رکھتی ہیں اُن کی ماماؤں کو ڈر رہتا ہے۔ بڑی بدنظمی ہم اپنے گھروں میں یہ پاتے ہیں کہ وقت پر کوئی چیز نہیں ملتی یہاں تک کہ گھنٹوں کنجیاں ڈھونڈی جاتی ہیں اور نہیں ملتیں۔ اس لیئے ہر چیز کے رکھنے کا ٹھکانا مقرر ہو۔ آدمیوں کو بھی معلوم رہے کہ فلاں چیز اُس جگہ رکھی جاتی ہے تو زحمتِ تلاش سے بچنے کے علاوہ بہت سا وقت جو رائگاں ہوتا ہے بچ رہے گا۔ روپیئے پیسے کو بہت دردسے اُٹھاؤ۔ کوئی چیز بے ضرورت فضول محض نمایش کے لیئے نہ لو۔ ضرورتِ حقیقی اور فرضی کا یہی امتیاز ہے کہ کسی چیز کے لینے سے پہلے سوچو کہ اِس کے بغیر کوئی حرج تو نہیں۔ اگر حرج ہے تو ضرور لو اور اگر نہیں ہے تو نہ لو۔ بعض بیویاں دو چار آنے یا روپیئے دو روپیئے کی حقیقت نہیں سمجھتیں کہ روپیہ کیا ہے ہاتھ کا میل ہے۔ یہ خیال بالکل غلط ہے جو پیسے کی حفاظت نہیں کرتا وہ روپیئے کی حفاظت کبھی نہیں کرسکتا پیسوں ہی کے مجموعے کا نام روپیہ ہے۔ معصومہ کو کسی بات کے سمجھانے کی ضرورت نہ تھی وہ سب کچھ جانتی تھی۔ ڈپٹی صاحب کا مکان جو پہلے بدنظمی کی کان تھا اب حسنِ انتظام کا معدن اور خوش سلیقگی کا مخزن تھا۔

۱ اودھم۔ بے ترتیب برباد۔ ۲۔ موڈتی۔ ۳۔ بے انتظامی۔ ۴۔ تکلیف۔ ۵۔ بے کار ضائع۔ ۶۔ یعنی کچھ قدر کی چیز نہیں ہے۔ ۷۔ ۸۔ ۹۔ سب کے معنی ایک ہی ہیں کان فارسی معدن اور مخزن دونوں عربی ہیں سب کے معنے ذخیرہ اور ڈھور کے ہیں۔

یہ کس کی بدولت صرف معصومہ کی بدولت ۔

۲۶ ۔ میاں بیوی کا برتاؤ

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

جو بیوی ایسی سلیقہ مند اور ہمہ صفت موصوف ہو پھر میاں سے اُس کے برتاؤ کا کیا پوچھنا ۔ یوں تو ایسی کون بیوی ہوگی جو اپنے شوہر سے محبت نہ رکھتی ہو لیکن وہ محبت کیا جب دوسرے کی تکلیف گوارا کی یا اُسے رنج پونہچایا اُس کے خلاف مرضی چلنے میں اپنی مشیخت[۲] اور بڑائی سمجھی ۔ اصلی محبت وہی ہو کہ اپنے آرام و آسایش[۳] دوسرے کے لیئے قربان کردے یا یوں کہیئے کہ اپنے کو مٹا دے ۔ اپنی مرضی دوسرے کے تابع کردے اور کسی حالت میں دوسرے کو تکلیف نہ پونہچنے دے خواہ ہم پر کچھ ہی گزر جائے مُنھ سے اُف نہ نکلے ۔ چہ جائے[۳] کہ بات بات[۴] پر بگڑنا روٹھنا ضد کرنا ۔ جو باتیں درگزر کے قابل ہیں اُن کا تبنگڑ[۵] بنا دینا میاں کے دل کو پھاڑ[۵] دینا ۔ لینا[۶] ایک نہ دینا دو مفت کا بگاڑ کر لینا ۔ یہ کون سی عقل مندی کا کام ہو کہ رہیں دریا میں اور مگر مچھ سے بیر ۔

۱ ۔ میں تیرا ہوا تو میرا ہوا اور میں بدن ہوا تو جان ہوا صرف اس لیئے کہ آیندہ چل کر کوئی یہ نہ کہہ بیٹھے کہ ہم تم جدا جدا ہیں ۔ ۲ ۔ شیخی ۔ ۳ ۔ اس کا کیا موقع ۔ ۴ ۔ ذرا سی بات کا طومار کر دینا ۔ ۵ بددل کر دینا ۔ ۶ ۔ حاصل نہ حصول ۔

جس ہنڈیا میں کھائیں اُسی میں چھید کریں۔ جس کی بیوی کہلائیں اُسی کو ناراض کریں۔ اُسی سے بیر رکھیں۔ اکثر بیویاں سُنی سُنائی باتوں پر پانی کے آگے پاڑ باندھ دیتی ہیں اور مفت کی لڑائی مول لیتی ہیں۔ اگر پہلے ہی سے تحقیق کر لیں تو لڑائی کی نوبت ہی نہ آئے۔ دلوں میں رنجش کو جگہ دینا سخت معیوب بات ہے جب کے جب ہی کہہ سُن کر دل صاف کر لینا بہت عمدہ طریقہ ہے۔ ایک بُری عادت عورتوں میں احسان فراموشی اور ناشکری کی ہے شوہر کی ساری محبت اور ہزاروں مہربانیوں پر ایک ادنیٰ سی بات میں پانی پھیر دیتی ہیں۔ حالانکہ دودھاری گائے کی لات بھی بھلی ہوتی ہے۔ آدمی بشر ہے۔ اگر کبھی کوئی بات خلاف مرضی بھی ہو جائے تو طرح دے دینی چاہیے۔ حدیث شریف میں بھی آیا ہے کہ اکثر عورتیں شوہروں کی ناشکری میں پکڑی جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ بھی فرماتا ہے کہ تم شکر کرو گے تو ہم اور زیادہ نعمت دیں گے پس جو بات اللہ میاں کی پسند ہو وہ بندہ کو کیسے بالطبع مرغوب نہ ہو گی۔ غیبت بہت بُری بلا ہے کسی کے پیٹھ پیچھے اسے بُرا کہنا گویا اپنے بھائی کا کچا گوشت کھانا ہے لیکن عورتیں غور کریں کہ کتنی اور کس قدر اس گناہ میں گرفتار ہیں یوں تو عورتیں عموماً ایک دوسرے کی بدیاں کرتی رہتی

۱؎ یعنی محسن کشی نمک حرامی۔ ۲؎ عداوت۔ ۳؎ بات تو کچھ بھی نہیں مگر پہلے ہی سے انتظام کرنا پانی کا کہیں پتہ نہیں مگر پاڑ بندھ رہی ہے۔ ۴؎ بلاوجہ خواہ مخواہ کا جھگڑا مول لینا۔ ۵؎ جس سے فائدہ پہنچتا ہے اس کی ایک آدھ بری بات بھی سہہ لی جاتی ہے۔ ۶؎ ٹال دے۔ ۷؎ جاتا ہو جائے۔ ۸؎ دل سے پسند۔

ہیں اور اِس بات کو ذرا بھی بُرا نہیں سمجھتیں بلکہ وقت گزارنے کا عمدہ مشغلہ خیال کرتی ہیں اور اس میں خاص کر شوہر کی بُرائی اور گلہ اور دُکھڑا[1] رونا آئے گئے کے سامنے بے ضرورت شکوہ شکایت لے بیٹھنا علاوہ بے نتیجہ ہونے کے خود اپنے آپ کو دوسروں کی نظروں میں حقیر اور ذلیل اور خوار کرنا ہے اور میاں کا دل پھاڑنا الگ معصومہ میں کوئی بات نمایش یا دکھاوے کی نہ تھی وہ کم گو اور کم سخن تھی۔ کہتی کم تھی اور کرتی بہت تھی اور جو کچھ کرتی تھی اُس کو اپنا فریضہ سمجھ کر کرتی تھی کسی پر اُس کا احسان نہیں رکھتی تھی۔ دوسری نیک بیویاں شوہر کا ادب ولحاظ کرتی ہوں گی۔ اور شوہر کو اپنے سے ہر بات میں برتر[2] اور فایق بھی سمجھتی ہوں گی مگر معصومہ کی بات ہی اور تھی وہ زبان سے تو کچھ بھی نہ کہتی تھی مگر اپنے طرز عمل سے ثابت کرتی تھی کہ وہ شوہر کو سر دھرا[3] اور سرتاج اور اپنا مالک جانتی تھی اور اِس بات کا اُسے یقین کامل تھا کہ دُنیا اور دین دونوں جہان کی فلاح وبہبودی کی کُنجی اگر ہے تو صرف شوہر کی رضامندی ہے خواہ کتنی بھی تکلیف برداشت کر کے حاصل کی جائے۔ وہ شوہر کے آرام کی خاطر اپنے اوپر تکلیف بخوشی جھیل لیتی تھی۔ یہ کچھ دکھاوا[4] نہ تھا وہ خوب جانتی تھی کہ ایک اسی شخص کی خوشنودی میں بیڑا پار[5] ہے۔ اور اُس کی آرام وآسایش کا اہتمام بجنسہ ایسا ہے جیسے کسی ثمردار[6] درخت کی آبیاری جس کی محنت کا

۱۔ داستان مصیبت۔ ۲۔ بڑھا چڑھا۔ ۳۔ سردار۔ مالک۔ ۴۔ ظاہر داری۔ ۵۔ فتح۔ مطلب براری۔ ۶۔ پھل دار

پھل، ہم ہی کو ملتا ہے۔ اسی طرح جو بیویاں شوہروں کو خوش رکھتی ہیں وہ گویا خود اپنی خوشی آرام و آسایش کا بالواسطہ[1] پکا انتظام کرتی ہیں اُن کی مآل[2] اندیشی میں کس کو کلام ہے۔ معصومہ کا قاعدہ تھا کہ ذرا ذرا سی بات کا خیال رکھتی تھی۔ جاڑوں میں رات کو ہی پانی گرم کرا رکھتی تھی۔ کھانا وانا پک چکنے کے بعد چولھے میں کریباں[3] ڈال دی جاتی تھیں اور تھرتی[4] اُس پر[5] ھی رہتی تھی۔ صبح تک پانی گرم رہتا تھا۔ صبح اُٹھی میاں کے لیئے وضو کو پانی بھیجا۔ تولیہ رکھ جانماز بچھا دی جب اُن کو اُٹھایا۔ آپ نماز قرآن شریف کی تلاوت سے چھ بجے فارغ ہوئیں سات بجے میاں کو ناشتہ کرا دیا۔ اب کھانے کا یہ دستور تھا کہ نہ پورا انگریزی تھا نہ پورا ہندوستانی۔ ایک چھوٹی سی میز پر جو چوکی برابر اونچی تھی کھانا کھایا جاتا تھا۔ یہ طریقہ دونوں کے بَین بَین[6] ہے۔ چھری کانٹے سب کچھ گھر میں تھے مگر بالعموم ہاتھ سے کھاتے تھے۔ ہاں پلاؤ اور خشکہ چمچے اور کانٹے سے اُس میں ہاتھ زیادہ لتھڑ جاتے ہیں۔ میاں بیوی دونوں مل کر کھانا کھاتے تھے۔ ناشتہ کے بعد میاں مردانے میں چلے جاتے تھے اور بیوی جنس وغیرہ تُلوا دیتی تھیں۔ گوشت ترکاری کے پیسے رات سے ہی دے رکھتی تھیں جو سویرے ہی آجاتا تھا۔ کھانا پکنے کے

---

۱ یعنی شوہر کی خوشی خود اپنی خوشی ہے مگر بالواسطہ یعنی شوہر درمیان میں ہوتا ہے۔ اور بلاواسطہ وہ کہ کوئی شخص بیچ میں نہ ہو۔ ۲۔ انجام کار۔ ۳۔ اُپلوں کا چورا۔ ۴۔ ابنے کی ٹھلیا۔ ۵ بیچ بیچ ۶۔ بجز۔ سن۔

انتظام سے فارغ ہو کر معصومہ نوشت[1] و خواند میں لگ جاتی تھی کچھ کتابیں اخبار اور رسالے دیکھے خطوں کے جواب لکھے کہ نو بجے میم صاحب آگئیں اُن سے دس تک انگریزی پڑھی گیارہ بجے کے اندر ہی اندر میاں کو کھانا کھلایا وہ کچہری سدھارے[2] اور یہ اپنا سینا پرونا لے بیٹھیں گرمیوں میں دوپہر کو ذرا کی ذرا کمر سیدھی کر لیتی تھیں جاڑوں میں وہ بھی نہیں۔ چار بجے میاں کچہری سے آئے کہ چائے طیار ملی رات کو آٹھ نو کے درمیان کھانا کھا لیتے تھے۔ دس بجے تک سب سو سُلا رہتے تھے۔ یہ روز کا پروگرام[3] تھا جس میں ذرا فرق نہ آتا تھا۔ کھانا تو باہر پکتا ہی تھا مگر پھر بھی میاں کی خاطر اپنے ہاتھ سے بھی کچھ نہ کچھ پکا لیا کرتی تھیں۔ کپڑے بھی اکثر خود ہی سیا کرتی تھیں۔ ان کی کتر[4] بیونت ٹانکا کسی طرح درزی سے کم نہ تھا اور اب تو ایک سنگر کی مشین بھی لے لی تھی۔ کاڑھنا ان کا عورتوں میں مشہور تھا۔ بعض بعض کُرتے ایسے نفیس ہم نے اُن کے ہاتھ کے کاڑھے ہوئے دیکھے ہیں کہ لکھنؤ کی چکن اُس کے آگے ہیچ[5] تھی میاں کو زبان ہلانے کی ضرورت نہ تھی ہر کام اپنے معمول اور وقت پر ہو جاتا تھا نوکر ایسے سدھے ہوئے[6] تھے کہ اشاروں میں بات سمجھ لیتے تھے۔ اگر اتفاقاً[7] میاں نے کبھی کوئی فرمائش کر دی تو نہایت خوش دلی سے پہلے اُس کام کو کیا پھر دوسرا کام یہ نہیں کہ میاں کہہ رہے ہیں

۱۔ لکھنے پڑھنے ۲۔ روانہ ہوئے ۳۔ نظام الاوقات۔ روزانہ کام کی فہرست ۴۔ قطع و برید ۵۔ ہیچ ۶۔ کام سے واقف ۷۔ کبھی اتفاقاً۔

اور بیوی ٹال رہی ہیں یا یہ عذر کر رہی ہیں کہ ہیں بھول گئی بے شک سہو[1] و نسیان شیوۂ[2] انسانی ہی مگر ایک بھول نا دانستگی[3] کی ہوتی ہی اور ایک لاپروائی[4] کی کہ کان دھر کے بات کو سُنا ہی نہیں۔ دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہی۔ اگر واقعی بات ذہن سے اُتر جائے تو اپنی بھول پر افسوس کرنا چاہیئے اور شوہر سے اپنی غلطی کی معافی مانگنی چاہیئے اور اس کام کو جلد سے جلد کر دینا اُس کی تلافی[5] خیال کی جا سکتی ہی۔ خدانخواستہ اگر شوہر کی طبیعت ذرا بدمزہ ہوئی کہ بے چین اور بے قرار ہو گئیں۔ علاج معالجہ دوا اٹھنڈائی[6] کا سخت اہتمام کرتی تھیں یہ نہیں کہ کسی بات میں مساوات ہو۔ میاں کا بھی یہی حال تھا کہ بیوی کے دل دادہ[7] اور فریفتہ تھے۔ بعض ناقص[8] العقل عورتیں کہتی تھیں کہ اُلو کا گوشت کھلا دیا ہی جو اس طرح کوڑیا[9] غلام بنا لیا۔ ایسی عورتوں کو معلوم رہنا چاہیئے کہ اُلو کے گوشت کھلانے سے کچھ نہیں ہوتا ہاں اطاعت اور فرماں برداری کا اثر اُلو کے گوشت سے بھی زیادہ ہوتا ہی جس کا دل چاہے اسے آزما کر دیکھے جھکنے کے ساتھ کوئی جھکتا ہی۔ ایسا ممکن نہیں کہ تم کسی سے محبت کرو اور وہ تم سے نفرت۔ ع

دل را بہ دل رہیست دریں گنبد سپہر[10]

۱۔ بھول چوک۔ ۲۔ انساں کی خصلت۔ طریقہ۔ ۳۔ لاعلمی۔ ۴۔ غلط ترکیب ہی نا پروائی چاہیئے جیسے لاچار اور ناچار۔ مگر بہاں پر یوں ہی چڑھا ہوا ہی۔ ۵۔ بدلہ۔ ۶۔ سُستی۔ کاہلی۔ ڈھیل۔ ۷۔ دل سے فدا ۸۔ جس کی عقل میں نقص یعنی کمی ہو ۹۔ بن داموں کا غلام۔ ۱۰۔ اس دنیا میں دل کو دل سے راہ ہوتی ہی یعنی ایک دل کی دوسرے کو خبر ہو جاتی ہی۔

ایسا کون ہوگا جو ایسی اَن مول بیوی کا عاشقِ صادق نہ ہو۔ میاں نے کبھی آدھی بات اُلٹ کر بیوی کو نہیں کہی کیا معنی معصومہ نے کہنے کا موقع ہی نہیں دیا۔ جو بات دیکھی میاں کے خلاف مرضی ہو وہیں چھوڑ دی۔ وہ آدمی کیا جو اتنا بھی نہ سمجھے وہ تو جانوروں سے بھی بدتر ہے جو بار بار کہنے پر بھی باز نہ آئے ایسی عورتیں جو شوہروں کے خلاف مرضی کام کرتی ہیں ایک گھر میں دو حکومتیں قایم کرنا چاہتی ہیں لیکن دو بادشاہ در اقلیمے نہ گنجد۔ ضرور ہے کہ دونوں میں کج بحثی ہو جس کا انجام نا اتفاقی ہے۔ حقیقت میں شوہر گھر کا بادشاہ ہے اور بیوی وزیر۔ اگر بادشاہ اور وزیر کی مرضی مل جائے تو پھر ملک کیوں نہ پنپے اسی طرح اگر میاں بیوی کی مت ایک ہو تو وہ گھر جنت کا نمونہ کیوں نہ ہو۔ پس گھر کا دوزخ یا جنت بنانا بالکل عورتوں کے ہاتھ میں ہے۔ میاں کا یہ حال تھا کہ بن کے کیڑا لتا۔ اَنا پاتا۔ ہمیشہ لاتے اور خواستے رہتے تھے کہ کسی طرح بیوی کا دل میلا نہ ہو۔ جو میاں کی مرضی تھی وہی بیوی کی مرضی تھی دونوں ایک دوسرے کے نعم البدل تھے۔ ان کی زندگی دوسروں کے لیے بہترین نمونہ تھی۔ یہی میاں تھے جن کی لاڈلی سے ایک منٹ بھی نہ بنی یا یہی میاں تھے معصومہ کا کلمہ پڑھتے تھے اور جان ودل سے فدا تھے اور معصومہ کے

۱جس کی کچھ قیمت نہ ہو سکے یعنی بہت بیش قیمت ۲ ایک ملک میں دو بادشاہ نہیں سما سکتے ۳۔ ٹیڑھی بات تکرار۔ ۴۔ دل نہال ہے جیسے کیڑا لتا۔ ۵۔ آزردہ۔ ۶۔ ایک سے ایک بہتر۔ ۷۔ یعنی ہر وقت معصومہ ہی کا نام زبان پر تھا۔

قدموں پر ان کی نگاہ تھی۔ میاں کو ایسا مٹھی میں لے لینا صرف معصومہ کی اطاعت شعاری کا ثمرہ تھا اس میں جادو ٹونے کا دخل تھا نہ کسی گنڈے تعویذ کا عمل ؎

تواں بہ لطف و مدارا اسیر کردن دل   بہ دام و دانہ بگیرند مرغ دانا را

۲۷۔ پھلا پھولا چمن

عیش و عشرت میں بسر ہوتی تھی میری زندگی
پہلوئے گل میں تھا حاصل ساز و سامان چمن

معصومہ کو بیاہے پانچواں برس تھا۔ اس گھر میں خدا کا دیا سب کچھ تھا۔ میاں بیوی پر نثار تھے تو بیوی میاں پر فریفتہ اگر کسر تھی تو صرف ایک بات کی کہ اللہ نے اب تک کوئی بال بچہ نہیں دیا تھا جس کی وجہ سے گھر میں اصلی چہل پہل اور رونق نہ تھی۔ اولاد کی تمنا کس کو نہیں ہوتی۔ غریب سے غریب بھی آرزو مند ہوتے ہیں اور یہ تو بڑا گھر تھا۔ گو فرخندہ جمال بھی اس خواہش سے مستغنی نہ تھا لیکن اس نے کبھی بیوی کے منہ پر نہ رکھا اور کہتا تو کیا کہتا بھلا یہ کسی کے بس کی بات ہے۔ یہ تو خدا کی دین ہے۔ جسے چاہے دولت اولاد سے مالا مال کر دے اور جسے چاہے چوہے کا بچہ بھی نہ دے۔ مثل مشہور ہے رزق بوڑھی عورت کی قسمت سے آلی اولاد مرد کی تقدیر سے۔ اولاد کی تمنا ایک فطرتی بات ہے ایسا کون ہوگا جو

۱۔قابو میں کر لینا۔ ۲۔مہربانی اور محبت سے کسی کے دل پر قابو کر سکتے ہیں کیوں کہ دانے کے لالچ میں سیانا جانور بھی آن پھنستا ہے۔ ۳۔رونق ۴۔بے پروا۔ ۵۔دو مرد نہ کہتا تھا۔ ۶۔ٹکڑے ۷۔قدرتی جبلی۔

اپنے گھر کی رونق اور آبادی نہ چاہتا ہو۔ شادی بیاہ کی اصل غرض یہی ہے کہ سلسلۂ نسل جاری ہو اور اگر یہ نہیں تو ایسا ہے کہ باغ تو لگایا مگر پھل نہ آیا۔ عورتوں کو مردوں سے زیادہ اولاد کا خیال ہوتا ہے معصومہ بھی اپنی لاولدی[1] سے دل ہی دل میں کڑھتی[2] تھی لیکن کیا کرسکتی۔ جب کبھی کسی سے ذکر آیا بس یہی صلاح دی کہ گنڈہ تعویذ کرو۔ اللہ کے کلام میں بے شک بڑی برکت ہے معصومہ سچی مسلمان تھی وہ جانتی تھی کہ کلام ربانی میں بڑی تاثیر[3] ہے لیکن گنڈہ تعویذ تو نرا[4] ڈھکوسلا[5] ہے اور نہ منت مرادوں سے مقصد برآری[6] ہوتی ہے ہاں ایمان میں خلل[7] ضرور آجاتا ہے اور اُلفتے[8] مفت میں روپیہ گھسیٹتے ہیں۔ ان وجوہ سے اُس نے اِس طرف مطلق توجہ نہیں کی۔ اب رہا علاج معالجہ کرانے تو کون گھر میں بڑا بوڑھا کوئی تھا ہی نہیں جس کو تگ[9] ودو ہو۔ مِس[10] راس جو پڑھانے آتی تھیں اُن سے معصومہ سے بہت بے تکلفی ہوگئی تھی گھنٹوں وہ آکر بیٹھا کرتی تھیں مس صاحب معصومہ کو انگریزی پڑھاتی تھیں اور خود معصومہ سے **مراۃ العروس** اور **توبۃ النصوح** پڑھتی تھیں۔ خدا نے اُن کے دل میں یہ بات ڈالی اُنھوں نے معصومہ سے ذکر کیا۔ معصومہ نے نہ نادان

۱۔ بے اولادی۔ ۲۔ آزردہ۔ ۳۔ اثر۔ ۴۔ خالی۔ ۵۔ ڈھونگ۔ ۶۔ مطلب نکلنا۔ ۷۔ نقصان۔ ۸۔ اُٹھائی گیرے۔ مفت خورے۔ غیرمستحق۔ ۹۔ اصل معنی دوڑ دھوپ کے ہیں یعنی ایسا کون تھا جس کے دل کو لگی ہو۔ ۱۰۔ کنواری عورت مس اور بیاہی مسز کہلاتی ہے۔

عورتوں کی طرح ٹھنڈا سانس بھرا نہ آنکھوں میں آنسو بھر لائی نہ بے تابی
اور نا اُمیدی ظاہر کی۔ کہا تو یہ کہا کہ یہ تو اللہ کی دین ہے۔ اپنی اپنی تقدیر کا
لہنا ہے۔ مس صاحب نے اُس وقت تو کچھ نہ کہا مگر دوسرے پھیرے میں
آئیں تو ان کے ساتھ اور ایک میم بھی تھی۔ یہ سمجھیں کوئی مشن کی نئی میم
آئی ہوگی۔ ملانے لائی ہیں جیسا کہ بارہا ہو چکا تھا۔ مس راس نے مس
سٹیلی کو انٹروڈیوس (تعارف) کرایا کہ یہ زنانہ ہاسپٹل کا لیڈی ڈاکٹر
ہے۔ مس سٹیلی مسکرائیں اور شیک ہینڈ کیا۔

مس راس۔ ہم آپ کا ذکر مس صاحب سے کیا۔ مس صاحب
بھوت اچھا ہے۔ ہمارے سنگ آپ کو دیکھنے چلا آیا اور مس صاحب
بہوت کھش ہوگا اگر آپ علاج کرنا مانگتا ہے۔ ہم امید کرتا ہے مس صاحب
کا دوا آپ کو ضرور فائدہ دے گا۔ معصومہ نے مس راس اور مس سٹیلی
دونوں کا شکریہ ادا کیا اور لیڈی ڈاکٹر جو پوچھتی گئیں سب حال کہہ سنایا

مس سٹیلی۔ ہم بہت افسوس کرتا ہے۔ پانچ برس ابچہ نہیں۔
آپ بلکول تن درست معلوم دیتا ہے کوئی سبب نہیں۔ ضرور کچھ
کھرابی ہے۔ آپ کسی دکت ہاسپٹل آنا سکتا ہے تو ہم اگزمین (امتحان)

۱۔ سانس کو دلی میں مذکر اور لکھنؤ میں مونث بولتے ہیں رنج و غم میں ٹھنڈا سانس
بے اختیار نکلتا ہے۔ آہ سرد ۲۔ بے قراری۔ ۳۔ مقدر کا لکھا۔ ۴۔ کئی دفعہ۔ ۵۔ پہنچوایا
ملاقات کرائی۔ ۶۔ ایستال۔ شفاخانہ۔ ۷۔ مصافحہ۔ ہاتھ ملانا۔ ۸۔ بہت۔ ۹۔ ساتھ۔
۱۰۔ خوش۔ ۱۱۔ چاہتا۔ ۱۲۔ عورت ڈاکٹر۔ ۱۳۔ بالکل۔ ۱۴۔ خرابی۔

کرے گا اور دیکھے گا کیا نوکسان[1] ہے۔

اِس گفتگو کی سوائے اِن تینوں شخصوں کے کسی کو خبر نہ تھی۔ معصومہ کے نوکروں کی یہ مجال[2] نہ تھی کہ جہاں کوئی آیا اور سب سمٹ[3] آئیں۔ ہُس مُس[4] ہے میرے کان میں گھُس کُن سُوئیاں[5] لینی شروع کیں۔ دو چار دن کے بعد خود مِس راس آکر معصومہ کو اپنے ساتھ دواخانے لے گئیں۔ مِس سٹیلی بڑی خلیق اور ملنسار اور رہم درد تھیں بہت خاطر تواضع سے پیش آئیں۔ چائے پلائی اور معصومہ کو دیکھ بھال کر کہا کہ کچھ بہوٹ ڈی فکٹ (خرابی) نائیں ہے۔ اسٹریلٹی (بانجھ پنا) بلکول نئیں۔ البٹ[7] کچھ نوکسان ہے۔ علاج کرنے سکے گا تو ہم اُمید کرتا ہے کہ ٹم کو بہٹ بچہ ہوگا (ہنس کر) اِتنا بہوٹ ٹم گھبرا جائے گا۔ معصومہ نے لگ[8] کر کئی مہینے علاج کیا۔ مِس صاحب بھی بہت توجہ اور اہتمام سے علاج کرتی تھیں لیکن کوئی فوری[9] اثر مترتب نہیں ہوا۔ مِس صاحب نے کہا۔ وِل[10] ہم کو کچھ اِن کم پے ٹبلیٹی (ناموافقت امزجہ وحالات) شوبا[11] ہوٹا ہے۔ ہم سول سرجن[12] کو چھٹی دیٹا ہے ٹم اپنے صاحب کو بولو کہ سول سرجن صاحب سے ہولاکاٹ[13] کرے۔ ٹم کو اب کوئی کھرابی[14] نہیں۔ بہوٹ ممکن ہے کہ ٹمارا[15] صاحب کا نوکسان ہو۔ فرخندہ جمال سول سرجن کے پاس گئے

۱۔نقصان ۲۔طاقت۔ حوصلہ ۳۔جمع ہوجائیں ۴۔اکٹھی ہوجاتی ہیں۔ ۵۔بچے ایک کہانی کہا کرتے ہیں یعنی کہ جو چیز راستہ میں ملی اُٹھا سب کو کان میں گھسا لیا یہ بیوقوفی کا مقولہ ہے۔ کہ ہُس مُس مرے کان میں گھُس یعنی ہم سب کو اپنے پاس ٹھونس لینا۔ ۶۔خفیہ طور پر باتیں سننا ۷۔البتہ ۸۔مسلسل ہو رہی ہے۔ ۹۔جلد نتیجہ ظاہر نہیں ہوا۔ ۱۰۔اچھا۔ ۱۱۔شبہ ۱۲۔ضلع کا صیغۂ مال کا ڈاکٹر ۱۳۔ملاقات ۱۴۔خرابی ۱۵۔تمہارا

اُس نے اِن کو دیکھ کر کہا وِل ڈِپٹی صاحب ہم آپ کا یا ہٹ مس سٹیلی کو بولے گا۔ پھر خدا جانے اُس نے مس سٹیلی سے کیا کہا لیکن خدا کے حکم کی دیر تھی۔ چھ مہینے نہیں گزرے تھے کہ تیری شان! جس بات کا وہم وگمان بھی نہ تھا وہ ظہور میں آئی ہے

اُسے فضل کرتے نہیں لگتی بار نہ ہو اُس سے مایوس امیدوار

مس سٹیلی خوشی سے اُچھل پڑیں اور مبارک باد دی۔ مس سٹیلی کو جس قدر خوشی نہ ہوتی کم تھی کہ اُن ہی کی محنت کا یہ ثمرہ تھا۔ لیکن چھ مہینے تک کسی کو کانوں کان بھی خبر نہ ہوئی جب پوری طرح علامات ظاہر ہو گئیں اور یقین کامل ہو گیا تو پھر سب کو خود بخود معلوم ہو گیا۔ فرخندہ کی خوشی کا کیا پوچھنا تھا۔ ابھی اِن کو اولاد کی کیا قدر تھی۔ یہ کیا جانتے تھے کہ اولاد کیسی نعمت ہے نو مہینے میں مس سٹیلی کے ہاتھ سے خدا نے چاند سا بیٹا دیا۔ بھلا مجال تھی کہ ہمارے ہاں کے زچہ خانوں کی طرح طوفان بے تمیزی برپا ہوتا۔ نہ یہاں بھیڑ بھاڑ تھی نہ مہمانوں کی اودھم نہ غُل نہ شور۔ البتہ دلی سے معصومہ کی چچی امراؤ اور اُن کی بھاوج اختر آ گئی تھیں۔ سو اُن کو بھی مس صاحب نے ہٹا دیا تھا۔ بچہ کو نہلا دُھلا زچہ کو فوراً سو جانے اور آرام کرنے کی تاکید کیوں کہ زچہ ہلکان ہو جاتی ہے اُسے فوراً سکون اور آرام کی ضرورت ہے بچہ ہوتے ہی گرم گرم دودھ پلایا۔ اسٹنس آف چکن (چوزے کی یخنی) کے دو چمچے پلائے مس صاحب اپنے بنگلے گئیں اور ادھر معصومہ کی جو

۱۔ دیر۔ ۲۔ نا امید۔ ۳۔ مطلق۔ بالکل۔ ۴۔ نشان نہاں ۵۔ آپ ہی آپ۔ ۶۔ حیران۔ ۷۔ چین۔

آنکھ لگی تو برابر تین گھنٹے آرام کیا۔ تیسرے پہر کو پھر مس صاحب آگئیں اور بچے کو دودھ لگا دیا۔ عورتوں نے دبی زبان سے کہا بھی کہ ہمارے ہاں تو تیسرے دن دودھ لگاتے ہیں ابھی دودھ اُترا ہی کہاں ہوگا۔ مس صاحب نے کہا تم کو کیا معلوم جس قدر جلد ممکن ہو دودھ لگانا چاہیئے۔ اس سے ایک تو بچہ دودھ نہیں بھولتا دوسرے ماں کا دودھ خود بڑا مسہل ہے گھٹّی وٹّی کھِرت دو تیسرے زچہ کو بھی اس میں فائدہ ہے۔ صرف بڑی احتیاط اس بات کی ہے کہ زچہ ہل چل نہ کرے نہ اُٹھ کر بیٹھے۔ معصومہ کو دودھ کا بخار تو ضرور آیا مگر میم کی دوا سے چند گھنٹوں میں اُتر گیا۔ رات کو کچھ ایسی خواب آور دوا دی کہ مزے سے بے خبر سو گئیں۔ لڑکے کا نام خجستہ خصال رکھا اصل خیر سے چھٹی چلّہ سب بخیر و خوبی ختم ہوا۔ مس سٹیلی کو پانسو روپئے کا چک دیا گیا جس کو اُنھوں نے بہت خوشی سے قبول کیا اور اپنی طرف سے اور یہاں سے ملاکر معصومہ زنانہ وارڈ کے نام سے ایک کمرہ ہسپتال میں بنوا دیا ادھر لڑکا پیدا ہوا اُدھر ڈپٹی صاحب کو خان بہادری کے خطاب کے ساتھ ترقی بھی ملی۔ لڑکا کیا بھاگوان تھا۔ اب گھر کی رونق کچھ اور ہی تھی۔ نو برس میں اللہ نے سات بچّے دیئے پانچ لڑکے اور دو لڑکیاں۔ سب میں ڈیڑھ ڈیڑھ برس کا چھوٹا بڑا پا تھا۔ سارا گھر گلزار ارم بن گیا۔ اُن کی پیاری پیاری اور بھولی بھولی صورتیں اُن کی مزے مزے کی باتیں طرح طرح کے تماشے ماں باپ تو ماں باپ آئے گئے کو بھی پسند آتے تھے بچّے سب نادان اور

۱۔ مید لانے والی۔ ۲۔ باغ بہشت۔ ۳۔ اجنبی شخص۔

چھوٹے تھے لیکن معصومہ کی تربیت ایسی تھی کہ ابھی سے ادب قاعدہ ایسا سکھایا تھا کہ ماں کے اشاروں پر چلتے تھے کیا مجال کہ ایک دوسرے سے لڑیں یا مارکٹائی کریں یا اودھم مچائیں یا کسی بات پر مچلیں[۱] اور ضد کریں ننھے صاف ستھرے۔ ہاتھ منھ دُھلے ہوئے نہ ناک بہ رہی ہے نہ آنکھوں میں چیپڑ ہے نہ سر میں جوئیں۔ سرکے بال بنے ہوئے پاؤں میں موزے اور بوٹ ایں قدر[۲] واں قدر ایں قدر واں قدر ایسے بھلے معلوم دیتے تھے کہ راستہ چلنے والوں کو پیار آتا تھا۔ ناشتہ کھانے۔ نہانے۔ کپڑے بدلنے پڑھنے لکھنے۔ ہوا خوری۔ سونے۔ اُٹھنے بیٹھنے سب باتوں کے اوقات مقرر تھے۔ ابھی سے بچوں کو پابندی اوقات کا خیال تھا۔ بڑے تین لڑکے تو مدرسے میں جاتے تھے باقی لڑکی بشریٰ کو خود پڑھاتی تھیں۔ تم کو حیرت ہوگی کہ پانچ برس کی ننھی سی جان کیا پڑھتی ہوگی پڑھنے کے یہ معنی نہیں کہ بغدادی قاعدہ رٹوایا جارہا ہے۔ مار بھی پٹ رہی ہے اور کان بھی مروڑے جارہے ہیں۔ لاحول ولاقوۃ یہ بھی کوئی پڑھنا ہے پڑھنا کیا ہوا عذاب جان ہوا۔ یہاں تو پڑھنے کا پڑھنا اور کھیل کا کھیل۔ بہت سی باتیں زبانی بتاتی تھیں۔ سو تک گنتی یاد تھی۔ دس تک پہاڑے۔ قصہ کہانیوں میں سیکڑوں باتیں ذہن[۳] نشین کردیں۔ جب طبیعت حاضر دیکھی تھوڑی دیر کے لئے حرف بھی پہچنوا دیئے۔ پڑھنا وہی ہے جو خوشدلی اور شوق سے ہو بچوں پر نہ جبر ہو نہ سختی۔ مار دھاڑ کا اس میں کیا کام۔ دُنیا عجب مقام ہے۔ جسے دیکھو کسی نہ کسی فکر میں سرگرداں ہے۔ خوشی کے ساتھ غم لگا ہوا ہے

۱۔ اڑ جائیں۔ لوٹ جائیں۔ ۲۔ اتنے اور اتنے اور اتنے۔ ۳۔ دل میں بٹھا دیں۔

رنج و راحت جہاں میں توام ہے[1]
کہیں شادی ہے اور کہیں غم ہے

معصومہ کا ایک بچہ پلا پلایا پڑے کا پڑا پیچش سے دلی میں گود خالی کر گیا جس کا بے انتہا قلق تھا معصومہ تو پہلے ہی سے ڈھان پان[2] تھی اب ہر سال بچہ ہونے سے اور بھی کم طاقت ہو گئی۔ دودھ پہلے ہی سے کم تھا مشکل سے چار پانچ مہینے دودھ کفاف[3] کرتا تھا۔ انّا رکھ کر آئے دن کی مصیبت کون لے۔ اِس لیے شروع ہی سے گائے کا دودھ لگا دیتے تھے ملنز فوڈ[4] اور ہارلکس ملک ایلبیو لیکٹن بھی دیا جاتا تھا۔ اِسی طریقے پر خدا کے فضل سے سب بچے پرورش پائے اور پروان چڑھے[5] مگر کلیجے کو داغ لگنا تھا سو لگ گیا۔ چار دن میں بچہ چٹ پٹ ہو گیا! اولاد کا داغ ماں کے دل سے پوچھا چاہیئے۔ اُس کا گلگوتھنا سا ڈیل ڈول[6] بٹکنا[7] سی صورت۔ گوری رنگت اس پر سیاہ بال پیاری پیاری حرکات ٹھمک کر[8] گود میں آنا کلکاری[9] مار کر ہنسنے کا خیال جب آتا تھا دل پر ایک سانپ لوٹ جاتا تھا اور زار و قطار آنسو جاری ہو جاتے تھے۔

۱۔ ساتھ ساتھ۔ توام کے اصلی معنی جوڑواں کے ہیں۔ ۲۔ دُبلی پتلی نازک۔ ۳۔ پورا ہوتا تھا
۴۔ ملنز فوڈ اور ہارلکس ملک دونوں سفوف ہیں جو بچوں کے لئے از بس مفید اور مقوی ہیں اور ایلبیو لیکٹن ایک قسم کا سفوف ہے جو گائے کے دودھ میں ملا دینے سے اُس کی خاصیت قریب قریب ماں کے دودھ کی سی ہو جاتی ہے۔ اسی کے ساتھ گرائپ واٹر کا استعمال بھی بچوں کے معدے کی شکایات کا بڑا عمدہ علاج ہے۔ ۵۔ بڑے ہوئے۔ پرورش پائی۔ ۶۔ گول مول سڈول۔ ۷۔ بھلی سی۔ خوب صورت چھوٹی سی۔ ۸۔ اُچھل کر۔ ۹۔ ٹھٹھا مار کر۔

منؔ چوں زیم کہ سینۂ من چاک کردہ اند
لختِ جگر بہ دیدہ تہ خاک کردہ اند

معصومہ اپنی طرف سے بچوں کے دودھ کی بہت احتیاط کرتی تھی۔ تازہ گائے کا دودھ ملونی کا آتا تھا۔ چونے کا پانی بھی ملا دیا جاتا تھا۔ اپنے سامنے شیشی کو ہر وقت خوب صاف کرا کے پلواتی تھیں مگر پھر بھی ہمارا خیال ہے کہ ماؤں کی غفلت اور دودھ کی بے احتیاطی سے یہ بچہ ضائع ہوا۔ گو انسان اپنی موت سے مرتا ہے مگر اوپر والے کچھ نہ کچھ وجہ گھڑ ہی لیتے ہیں۔ معصومہ کے اس وقت اللہ رکھے چار بچے اور تھے لیکن اولاد کی دولت سے کسی کا دل سیر نہیں ہوتا کتنے بھی بچے ہوں مگر غریب سے غریب بھی یہ نہیں چاہتا کہ ہو کر ایک بھی مرے۔ معصومہ بے چاری کی اچھوتی کوک کو داغ لگ ہی گیا۔ مدتوں اس غم میں گھلتی رہی۔ میاں نے بارہا سمجھایا کہ رنج و غم بے فائدہ ہے۔ جو گیا پھر آتا نہیں، خدا کی امانت تھی اس نے لے لی اس پر اس قدر رنج کرنا ایک گونہ اظہارِ ناشکری ہے اور شانِ عبودیت کے خلاف ہے۔ شاد باید زیستن ناشاد باید زیستن۔ خدا کی مرضی میں کسے دخل ہے وہ جو چاہے کرے ہمارا کام صبر و شکر ہے اور بس۔ فرض کرو کہ ایک باغ میں چند مالی نوکر ہیں۔ باغ

۱۔ میں اب کس طرح جیوں کہ میرا سینہ چیر کر میرے کلیجے کے ٹکڑے کو خاک میں ملا دیا۔ ۲۔ آسرتس ۳ بیاہی۔ ۴۔ بھرتا ہیں ۵۔ جس کا کوئی بچہ نہ مرا ہو۔ ۶۔ ایک حد تک ۷۔ بندگی کی حالت۔ ۸۔ زندگی کے دن ہر طرح بسر کرنے فرض ہیں خواہ خوشی سے گزریں خواہ رنج سے۔ شعر

ای شمع تیری عمرِ طبعی ہے ایک رات
رو کر اسے گزار یا ہنس کر گزار دے

جس کا ہو وہ ہر طرح مالک ومختار ہو اگر وہ کسی درخت کو کاٹ ڈالنے کا حکم دے تو کیا مالی کو حق ہو کہ وہ اُس کو منع کرے یا اُس کی مجال ہو کہ اُس کے حکم کی تعمیل میں حیلہ[1] وحجت[2] کرے یا یوں سمجھو کہ کسی نے کچھ روپیہ تمھارے پاس امانت رکھوایا اور چند دن کے بعد وہ اپنی امانت واپس مانگتا ہو تو کیا کوئی خوش[3] معاملہ آدمی اُس کی امانت واپس دینے میں پس وپیش[4] کرے گا یہ تو دُنیا کے آقا اور نوکر کا حال ہوا جس میں آقا کے اختیارات محدود[5] ہیں لیکن خدا اور بندے کی مناسبت اور طرح کی ہو وہ قادرِ مطلق ہو اور یہ عاجز وناچار یہ جتنے بچے ہیں ہمارے پاس خدا کی امانت ہیں۔ ہم کو ایک ممتا اُسی نے لگا دی ہو اگر یہ نہ ہوتی تو یہ ننھی سی جانیں پرورش کیوں کر پاتیں مگر اس ممتا کے یہ معنی نہیں کہ ہم ان کے مالک بن بیٹھیں اور اپنی ملک سمجھنے لگیں جو اپنی رحمت سے دیتا ہے وہ لے بھی سکتا ہو۔ رحمت پر شکر اور مصیبت پر صبر بندہ کا فرض ہو اگر اُس نے ہم سے ایک بچہ لے لیا تو اُس کی مصلحت وہی خوب جانتا ہو

جان دی دی ہوئی اُسی کی تھی   حق تو یہ ہو کہ حق ادا نہ ہوا

پھر غور کرو تو خود دُنیا گزرن کی ہو جس طرح دُنیا ہمارے لئے ایک سرا ہو کہ چند دن مسافرانہ ٹھیرتے ہیں اور پھر چلتے پھرتے نظر آتے ہیں اسی طرح یہاں کی ہر چیز بے ثبات[6] اور فانی[7] ہو اور یہاں کی راحتیں اور تکلیفیں دونوں

۱۔ بہانہ۔ بحث وتکرار ۲۔ راست بازکھرا ۳۔ تامل ۴۔ شک ۵۔ پوری قدرت والا ۶۔ جس کو قیام نہیں ۷۔ فنا ہونے والی مٹنے والی۔

عارضی[1] اور چند روزہ ہیں۔ خوشی اور غم دونوں حالتیں گزر جاتی ہیں۔ جو لوگ یہاں کی خوشی پر پھول جاتے ہیں وہ بالکل نادان ہیں اور اسی طرح یہاں کی تکلیفوں پر کُڑھنا[2] اور اُس کے پیچھے اپنی جان گنوانا[3] سراسر حماقت[4] اور نادانی ہے صرف تقدیم و تاخیر[5] کا فرق ہے کوئی آگے جاتا ہے کوئی پیچھے۔ غرض جانا سب کو ہے ؎

قفسِ[6] تن میں نہ گھبرائیو اے طائرِ روح
جو گرفتار ہے ایک روز رہا ہوتا ہے

علاوہ اس کے حدیث شریف میں آیا ہے کہ جن کے بچے خورد سالی مرجاتے ہیں اور وہ خدا کی مرضی پر صابر و شاکر رہتے ہیں اُن کے لیے بڑا اجر ہے۔ جزع و فزع کرنے سے حاصل تو کچھ نہیں ہوتا مگر ہاں ثواب جاتا رہتا ہے پس جو بات اپنے اختیار سے خارج ہے اس کے لیے اتنا شیون[7] اور ماتم[8] کرنا تم جیسی ذی شعور عورت سے بہت بعید ہے۔ ع

گر تو نمی پسندی تغییر کن قضا را[9]

عرفی[10] اگر بگریہ میسر شدی وصال صد سال می تواں بہ تمنا گریستن

یہ بھی تم نے سنا ہوگا کہ چھوٹے بچے والدین کے لیے بخشائش کا ذریعہ ہو جاتے ہیں

۱۔ تھوڑے دن کی۔ ۲۔ کھولنا۔ ہلکان کرنا ۳۔ ہلاک ۴۔ بے وقوفی۔ ۵۔ آگے پیچھے۔ ۶۔ اے جان کے پکھیرو تو جو بدن کے پنجرے میں قید ہے کبھی گھبرائیو کیوں کہ جو کوئی قید میں ہوتا ہے وہ ضرور ایک نہ ایک دن چھوٹ جاتا ہے۔ ۷۔ ماتم۔ رونا پیٹنا۔ ۸۔ اگر تم خدا کے حکم کو نہیں پسند کرتے تمہارے بس میں ہے تو پھر قضا کو بدل دو۔ یہ ممکن ہے۔ ہوگا وہی جو مالک کی مرضی ہوگی۔ ۱۰۔ فارسی کا ایک شاعر کا تخلص ہے اگر کسی کے رونے سے ملاقات ہوا کرتی تو پھر ملنے کے لیے سو برس تک بھی رونا ایک آسان بات تھی۔ ع۔ بے صبری اور گھبراہٹ۔

(ہندوستانی) کے لیے معراج ہوگئی یہاں چھوٹتے ہی اُن کو ہزار روپیے کی آفر (وعدہ) ہوئی اور قدر و منزلت عزت و توقیر وہ کہ کبھی اِن کے خواب و خیال میں بھی نہ تھی۔ اِن کے ساتھ ساتھ وہ عزیز بھی معقول تنخواہ کے ملازم ہوگئے بھلا یہ پنجارا کہیں چھوٹ سکتا ہے۔ آئے تھے سال بھر کی فرلو (ایک قسم کی طویل رخصت) لے کر لیکن اب دکن چھوڑ کر کون جاتا ہے۔ کنٹری بیوشن دے کر جم گئے۔ اِن کی لیاقت امانت دیانت کا ڈنکا بجنے لگا۔ تھوڑے ہی عرصے میں صوبہ دار (کمشنر) ہوگئے بھلا ہندوستان میں اِن کو یہ دن کہاں نصیب ہوتا۔ پھر خدا جانے کیا کیا عہدے اِن کے لیے تجویز ہوئے مگر ستر ہ سو کی تنخواہ پر بورڈ کا ممبر تو ہم نے بھی ان کو دیکھا ہے۔ حیدرآباد کے قیام میں اِن کے کئی لڑکے اور ایک لڑکی پیدا ہوئی زندگی کے دن بلا غل و غش ہنسی خوشی گزرتے تھے۔ دن عید رات شب برات تھی۔ لیکن زمانہ کب ایک حال پر رہتا ہے۔ ہمیشہ پلٹیاں کھایا ہی کرتا ہے۔

۱۔ انتہا۔ ۲۔ ایک گورنمنٹ سے بحالت ملازمت بھیجے دوسری سرکار میں خدمت متعین ہو کر مستقل ہوتی ہے تو پہلی سرکار میں سلسلۂ ملازمت قایم رکھنے کے لیے فی صدی بیس روپیے دینا پڑتا ہے اسی کو کنٹری بیوشن کہتے ہیں ۱۲ شہرت ہوگئی۔ ۴۔ بعض لوگوں کو شبہہ ہوا کہ یہ تمامی حالات من وعن میرے ہیں یعنی میں صوبہ دار ہوگیا اور میرے ہاں پوتا پوتی بھی ہوگئے حالانکہ میں نے کہیں اس امر کا اظہار نہیں کیا کہ اس کتاب کے حصۂ دوم کے کل واقعات مجھ سے متعلق ہیں اتنا ضرور ہے کہ بہت سی آپ بیتی ہے جس کے ساتھ حاکی سلسلۂ سخن کے لیے کچھ فرضی باتیں بھی جوڑنی پڑی ہیں۔ من المصنف ۱۲

۵۔ بلا فکر۔ ۶۔ ہر وقت خوشی۔ ۷۔ کروٹیں۔ انقلاب۔

۲۹۔ صفیہ کی ولادت

باپ کی لائی ترقی ماں کی مرگِ[1] ناگہاں
جس کا پہلے سے نہ تھا دل میں ذرا وہم و گماں

معصومہ حاملہ تھیں۔ لوگ کہا کرتے تھے کہ حیدر آباد کی آب و ہوا زچاؤں کے لیئے موافق نہیں لیکن خود ان کے کئی بچے اسی ملک میں ہو چکے تھے خدا یہاں بھی اور وہاں بھی۔ یہ ساتویں اور آخری زچگی تھی۔ حیدر آباد میں بہ خیر و خوبی سولھویں رمضان گیارہ بجے شب کے لڑکی پیدا ہوئی صفیہ نام رکھا گیا۔ عموماً لوگ لڑکی کا نام سنتے ہی مضمحل[2] ہو جاتے ہیں چہروں پر اُداسی[3] چھا جاتی ہے لیکن معصومہ کو بیٹی کے ہونے کی خدا جانے کیا بات ایک غیر معمولی خوشی تھی۔ فرخندہ جمال کو بیٹیوں کی ایسی کون سی للّار[4] تھی کہ وہ گھبرا جاتا۔ لے دے کے ایک لڑکی تھی وہ بھی ابھی کیڑا پانچ برس کی ب دوسری صفیہ پیدا ہوئی۔ بشریٰ بڑی لاڈلی تھی۔ بیٹوں سے کسی طرح اس کی کم چاہت[5] نہ تھی تین بیٹوں پر ہوئی تھی۔ تیسری لڑکی بڑی بھاگوان[6] ہوتی ہے اور تیتری[7] کہلاتی ہے فرخندہ کو گھبرانے کی کوئی بات نہ تھی مگر معصومہ عورت ذات تھی وہ جانتی تھی کہ مردوں کو لڑکیوں سے عموماً نفرت

۱ یکایک کی موت جس کا نشان و گمان نہ ہو۔ ۲۔ پژمردہ ۳۔ غمگینی۔ ملال۔ پژمردگی ۴۔ قطارہ
۵۔ محبت پیاری دل لبھانے والی ۶۔ خوش قسمت مبارک قدم۔
۷۔ غمگین۔ ملال۔ پژمردگی۔

ہوتی ہو اُس نے بطور دفع دخل مقدر میاں سے یہ بات کہی کہ مجھے تو یہ لڑکی لڑکوں سے بڑھ کر ہی خدا جانتا ہو کہ لڑکے کی مجھے اتنی خوشی نہ ہوتی جتنی اس کی ہو۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے بشریٰ کو بھائی تو ماشاء اللہ خدا رکھے کئی دیئے ہیں مگر بہن اُس کی کوئی بھی نہ تھی سو صدقے جاؤں اپنے رب کے کہ بشریٰ کو کھیلنے کے واسطے اُس نے ایک بہن دے دی فرخندہ ہنس کر بولے مجھے بیٹا اور بیٹی دونوں برابر اور واقعی تھی بھی یہی بات وہ بشریٰ کو کسی طرح لڑکوں سے کم نہ چاہتا تھا بلکہ سوا ہی ہو تو تعجب نہیں وہ خود ایک روشن خیال آدمی تھا۔ لڑکوں کی بہ نسبت لڑکیاں زیادہ موہنی ہوتی ہیں اور اُن کی باتیں بھی زیادہ پیاری اور بھولی بھالی ہوتی ہیں اور پھر لڑکے تو گھر کی دھن دولت ہیں لڑکیاں تو پرایا دھن ہو۔ دوسرے گھر جانے والی ہ

آج رہے کل ہوں گے بدا (سکھی ری) نہانوں سے کا ہے کو لڑیئے دِن کی آؤ بھگت چاؤ چونچلے جو کچھ ہوتے ہیں ماں باپ کے ہاں ہولیں پھر یا تقدیر یا نصیب ماں باپ جنم کے ساتھی ہیں نہ کرم کے۔ خدا جانے کس گھر جائیں اور کیسوں سے پالا پڑے۔ نومولود لڑکی کی چھٹی خاصی طرح ہوئی۔ نویں دن جمعہ کو بڑے لڑکے کا روزہ بڑے ارمان سے ہوا مہمان جمع ہوئے۔ دعوت ہوئی عید کے کُل دن باقی تھے۔ صرف چار دن۔

۱۔ کسی بات پر اعتراض ہونے سے پہلے اُس کو دفع کر دینا۔ ۲۔ قربان جاؤں۔ ۳۔ پیاری۔ ۴۔ یہ برج کی زبان ٹھیٹ ہندی بھاشا ہو اس میں (ڑ) کی جگہ بھی (ر) بولی جاتی ہو۔

بچوں کو عید کی خوشی لگی ہوئی تھی۔ کسی کی جوتی آرہی تھی تو کسی کی ٹوپی کسی کے جھم جھم کے کپڑے سِل رہے تھے۔ سب طرح امن و امان اور خیریت تھی۔

۳۰۔ دلّی کی روانگی

به سفر رفتنت[1] مبارک باد
بسلامت روی و باز آئی

فرخندہ جمال کو کچھ ایسا ہی ضروری کام تھا جو عید چھوڑ کر صرف آٹھ دس دن کے لیے دلّی جا رہے تھے۔ حیدرآباد میں دو ہی تعطیلیں بڑی ہوتی ہیں عید یا محرم۔ زچہ اور بچے کی طرف سے اب پورا اطمینان تھا۔ معصومہ خاصی طرح چلنے پھرنے لگیں تھیں۔ ہشاش بشاش[2] تھیں۔ میاں کے جانے کا سب سامان کیا۔ ساتھ کے کپڑے درست کیے بچھونا بندھوایا۔ ناشتہ پکوایا۔ اور ٹفن باسکٹ[3] میں خود رکھا۔ قاعدے کی بات ہے کہ کچہری بند ہونے والے دن کام زیادہ ہوتا ہے پہلے تو فرخندہ کچہری سے بہت دیر کر آئے[1] تو سب چھوٹے بڑے ملنے جلنے والے[4] آ گئے اُن کو اتنی فرصت نہ ہوئی کہ گھر میں جا کر تھوڑی دیر بیٹھتے یہ تو وہ جانتے ہی تھے کہ صرف زبان ہلانے کی دیر ہے[5]

۱ آپ کو سفر پر جانا مبارک ہو۔ ساتھ خیر کے جاؤ اور ساتھ خیر کے واپس آؤ۔ ۲۔ خوش خوش ۳۔ ناشتہ رکھنے کا بید کا صندوق ۴۔ میل ملاپ والے ۵۔ ذرا کہنے کی دیر تھی ادھر بات منھ سے نکلی اُدھر تعمیل ہوئی۔

سفر کا سامان تو انھوں نے سب درست کر ہی دیا ہوگا پھر ایسا کون سا لمبا چوڑا سفر تھا دس دن ادھر سے اُدھر بات کرنے میں گزر جائیں گے معلوم بھی نہ ہوگا کہ گئے بھی تھے یہ صرف راستہ ناپنا تھا اس خیال سے اور بھی سویرے سے گھر میں نہ گئے کہ دوست احباب جو پونہچانے آئے اُن کو چھوڑ کر جانا مناسب نہ تھا حقے پان کا دور چل رہا تھا مزے کی گپ شپ اُڑ رہی تھی۔ ریل کا اسٹیشن گھر سے کچھ دور نہ تھا پیدل بھی پانچ منٹ میں جا سکتے تھے اسباب پہلے ہی سے نوکر چاکر لے کر چلے گئے تھے کہ زخِندہ وقت کے بہت پابند تھے گھڑی نے آدھا بجایا یعنی ساڑھے نو ریل دس بجے جاتی تھی جب یہ جھپٹ کر اُٹھے۔ کپڑے سفر کے پانچ منٹ میں پہن لئے۔ کوٹھے پر بیوی کے پاس گئے دیکھا کہ بیوی بچی کو گود میں لئے پلنگ پر بیٹھی ہیں دوسرے بچے کپڑے پہن کر پہلے ہی سے طیار ہیں کہ ہم ابّا کو پونہچانے جائیں گے گو رات کا وقت تھا اور بچے کبھی کے سو بھی جاتے لیکن ریل پر جانے کی خوشی بچوں کو ہوتی ہی ہے جاگتے رہے معصومہ (ہنس کر) تو سچ تمھاری طرح کوئی ایسا چپچڑ ہو کر بیٹھے کہ ریل کا وقت آگیا جب بھی تمھیں تمھارے دوستوں نے نہ چھوڑا کہ گھڑی دو گھڑی تو گھر میں لگ کر بیٹھتے (مذاق سے) شاید کچھ کام کر رہے ہوگے جو جانے کا بھی خیال نہ رہا۔

۱۔ ذرا سی دیر میں گزر جائیں گے۔ ۲۔ دل لگی کی باتیں۔ ۳۔ خدا نہ کرے۔ ۴۔ ایسا جم کر بیٹھے کہ اُٹھنے کا نام نہ لے۔ ۵۔ لمحہ بھر تو جم کر بیٹھتے۔

فرخندہ نہیں خیال کیوں نہیں بات یہ ہو کہ کچھ لوگ ملنے کو آگئے مجھے اُن کو چھوڑ کر اُٹھنا مناسب نہ تھا۔ سامان تو جا ہی چکا ہو اب دیر کس بات کی ہو۔ ابھی چلا۔

معصومہ۔ ذرا ٹھیرو تم نے کہا تھا اس لیے تمھیں یاد دلاتی ہوں صفیہ کے کڑوں کا سونا ضرور لیتے آنا میں نے چیزوں کی فہرست لکھ دی ہو (یہ کہکر تکیے کے تلے سے اپنا لکھا ہوا پرچہ نکال کر دیا) تم کو اتنی فرصت کہاں کہ اس وقت دیکھ سکو۔ اشتیاق کو دے دینا وہ سب چیزیں لادیں گے اور ٹرنک میں دو ٹکڑے کارچوبی کے میں نے رکھ دیئے ہیں وہ یاد کرکے میری بھاوج کو دے دینا اور سب کو میری طرف سے سلام کہنا اور بچوں کو بہت بہت پیار کرنا اور دیکھنا پہنچتے ہی اپنی خیریت کا تار ضرور ضرور بھیج دینا ورنہ میری جان ہولوں میں گھلے گی۔ فہرست لے کر فرخندہ نے گلے کے بٹوے میں رکھ لی اور کہا کہ ہاں صفیہ کے کڑوں کے سونے کا خیال ہو۔ اچھا کیا جو تم نے پھر یاد دلا دیا فی امان اللہ[1]!

معصومہ۔ اللہ بیلی[2]!

گاڑی طیار تھی بچوں کو لے ریل کی روانگی سے پانچ منٹ پہلے اسٹیشن پر پہنچے جو لوگ ان کو پہنچانے آئے تھے وہ بھی اسٹیشن پر پہنچے۔ ٹکٹ پہلے ہی سے نوکروں نے لے سامان ریل میں رکھ دیا تھا پہلے ہی سے

۱۔ اللہ کی حفاظت میں ۲۔ عورتیں رخصت کے وقت اللہ بیلی کہتی ہیں۔ یعنی اللہ تمھارا حافظ و نگہبان ہو۔

پلیٹ فارم[1] پر ٹرین[2] طیار کھڑی رہتی ہی) آتے ہی سب سے مل ملا بسم اللہ کہہ کر ریل پر سوار ہوئے۔ بچوں نے مُنھ[3] بنانا شروع کیا آزردہ ہونے لگے۔ فرخندہ نے سب کو پیار کیا اور کہا کہ میں تو بس آیا اور تمھارے واسطے اچھے اچھے کھلونے لاؤں گا۔

بشریٰ۔ ابّا ہمارے لیے گوڑیا لائیے گا۔

فرخندہ۔ بیٹا ضرور۔

اِتنے میں گھنٹی بجی سیٹی ہوئی۔ ریل یہ جا وہ جا۔

رمضان کے دن فرخندہ سفر میں بھی روزے نہیں چھوڑتے تھے اُن کا کہنا تھا کہ جہاں سلسلہ ٹوٹا بس ٹوٹا تین بجے رات کو سحری کی۔ کچھ پڑھتے رہے۔ صبح کی نماز پڑھ کر لیٹے آنکھ لگ گئی۔

۳۱۔ یہاں کیا گزری

آنے والا جانے والا بے کسی[4] ہیں کون تھا　　ہاں فقط اک دم غریب آ تا رہا جاتا رہا

معصومہ تقدیر کی بڑی دھنی[7] تھی۔ ایک غریب لڑکی کو دیکھو اور ایسا راج پاٹ[5] اُس کی بڑی شان ہی جسے چاہے مالا مال اور نہال[6] کر دے اور جسے چاہے تباہ اور سقیم الحال[7]۔ اب اِس وقت خدا نظر[8] بد سے بچائے معصومہ کے چار لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں۔ بڑا لڑکا تو نو برس کا تھا

۱۔ وہ چبوترہ جس پر ریل ٹھہرتی ہی ۲۔ ریل کی گاڑیوں کی لمبی قطار ۳۔ رونے کی سی شکل بنانی لسوے لگے ۴۔ مصیبت ۵۔ حکومت۔ ثروت ۶۔ خوش ۷۔ ابتر حالت ۸۔ بُری نظر۔

اور بڑی لڑکی چھٹے میں اور سب سے چھوٹا لڑکا سراج تین برس کا تھا اور اسی وجہ سے ماں کو ہر وقت لپٹا رہتا تھا۔ گھڑی[1] بھر کو نہ چھوڑتا تھا۔ حدیث شریف میں آیا ہے تم میں سے بہترین عورت وہ ہے جو کثرت سے صاحب اولاد ہو۔ یہ خوش نصیبی بھی معصومہ کے حصے کی تھی۔ یہ گھر ایک پھلا پھولا چمن تھا جس میں یہ بلبلانِ شیریں[2] سخن اور قمریان خوش لحن[3] نغمہ سنج تھیں۔ ہر شخص خوش حال اور فارغ البال[4] تھا۔ دھن دولت آل اولاد امن امان۔ سکھ چین۔ کسی بات کی کمی نہ تھی۔ دن کوٹھی کے چراغ جلتے تھے۔ کسی کو اس بات کا وہم و گمان بھی نہ تھا کہ یوں آناً فاناً[5] یہ بنا بنایا گھر اُجڑ جائے[6] گا۔ خدا جانے کس کم بخت کی نظر کھا گئی[7]۔

بہ یک گردش[8] چرخ نیلوفری   نہ دارا بجا ماند و نے داوری

میاں اُدھر سدھارے[10] نیچے پونہچا کر آئے۔ اُن کے کپڑے اُتارا[11] تو نہ سب کو سُلا دیا۔ خود قلیہ چپاتی کھائی پان وان کھا کر کوئی گیارہ بجے کے عمل میں بستر استراحت[12] پر لیٹیں۔ آدھا گھنٹہ نہیں گزرا تھا کہ یکا یک سر میں ایسے غضب کا درد شروع ہوا جیسے کوئی بھالے[13] مارتا ہے معصومہ تھی بڑی ضابطہ[14] کی اُف[15] نہ۔ جب تکلیف حد سے گزری تو ماما سے

1۔ ذرا دیر کو۔ 2۔ میٹھی بولیاں بولنے والے۔ خوش گفتار۔ 3۔ اچھی آواز کی۔ 4۔ نغمہ کے معنی راگ اور سنج۔ تولنا۔ یعنی عمدہ راگ گانے والی۔ 5۔ خوش گزران۔ 6۔ جھٹ پٹ۔ 7۔ تباہ ہو جائے۔ 8۔ نظر لگ گئی۔ 9۔ آسمان کی ایک ہی گردش میں نہ دارا جیسا بادشاہ رہا اور نہ اُس کی حکومت ہی رہی۔ 10۔ روانہ ہوئے۔ 11۔ بدل ڈالے۔ 12۔ آرام۔ 13۔ برچھے۔ 14۔ متحمل۔ برداشت کرنے والی۔ 15۔ دم نہ مارا۔

کہا جو پاس ہی لیٹی ہوئی تھی کہ میرے سر میں خدا جانے کس غضب کا درد ہے یہ تو کچھ اور طرح کا ہے۔ ماما سر دبانے لگی۔ منع کیا نہ دباؤ اور زیادہ تکلیف ہوتی ہے۔ یہ کہتے کہتے تشنج[1] شروع ہوا۔ ہاتھ پاؤں مڑ گئے منھ سے کف[2] جاری ہو گئے۔ آنکھیں پتھرا گئیں[3]۔ چھت کو لگ گئیں آدھی رات کا وقت گھر میں تھا کون نوکر چاکر سو سلا رہے تھے۔ رمضان کے دن کچھ اپنے گھر سحری کو چلے گئے تھے۔ مامائیں یہ حالت دیکھ کر بدحواس[4] ہو گئیں۔ ہاتھوں کے طوطے[5] اڑ گئے۔ بڑھیا آیا بدحواس گھبرائی ہوئی باہر آئی۔ چو طرف ڈاکٹر کو آدمی دوڑائے۔ بھلا آدھی رات کا وقت کون ملتا ہے سب سے پہلے ڈاکٹر مظہر حسین صاحب جو وہیں قریب رہتے تھے نیند میں سے آنکھیں ملتے ہوئے ویسے ہی چلے آئے کیوں کہ ان سے اور فرخندہ سے بہت دوستی تھی اور یوں بھی ان کا خلوص اور ہمدردی مشہور ہے اور صفیہ کے پیدا ہونے کے بعد بھی یہی نگراں تھے دوسروں میں سے کسی[6] نے دروازہ ہی نہ کھولا کسی نے ٹال دیا کہ سواری لاؤ کس کے دل کو لگی تھی مظہر حسین صاحب کے آئے آئے تک دم آنکھوں میں تھا۔ پتلیاں[7] ساکن ہو گئی تھیں ؎

پتلیاں گردشِ[8] دوراں کی خبر دیتی ہیں ہچکیاں روح کو پیغام سفر دیتی ہیں

دو بجنے میں ابھی پاؤ گھنٹہ باقی تھا کہ روح قالب خاکی سے اعلیٰ علیین[9] کو

۱۔ ہاتھ پاؤں اینٹھنا۔ ۲۔ جھاگ۔ ۳۔ کھلی کی کھلی رہ گئیں غیر متحرک۔ ساکن۔ پتلی کو جنبش نہ تھی۔ ۴۔ پریشان۔ ۵۔ ہاتھ سے ایک چیز نکل گئی۔ یعنی محو حیرت اور پریشانی ہو گئیں۔ ۶۔ کس کو ہمدردی تھی۔ ۷۔ حرکت بند ہو گئی تھی۔ ۸۔ زمانے کے پلٹا کھانے کی۔ ۹۔ مقام تقرب الٰہی۔

کو پرواز کر گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

رونا پیٹنا پڑ گیا۔ بچے جو ماں کو ابھی ابھی باتیں کرتے چھوڑ کر سوئے تھے ماتم بپا ہونے سے گھبرا کر اُٹھ بیٹھے۔ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگے کہ یہ کیا ہوا ہوا۔ یہ لوگ کیوں رو رہے ہیں۔ اِن معصوموں کو کیا معلوم کہ مرنا کیا چیز ہے۔ ماں کو بے حس و حرکت پڑے دیکھ کر ننھے ننھے دل دہل[1] گئے رونے چلانے لگے ؎

کون روتا ہے کسی کی یاد میں تم کو اتنی بھی خبر ہوتی نہیں

اُسی وقت فرخندہ کو تار دیا گیا۔ اُن پر کیا گزری آگے چل کر معلوم ہوگا۔ اسی حالت میں صبح ہوگئی دن نکل آیا۔ کارخانۂ عالم اپنے معمول پر جاری ہوگیا ؎

دُنیا کے کارخانے ہرگز یہ کم نہ ہوں گے
چرچے یہی رہیں گے افسوس ہم نہ ہوں گے

دس دن کی بچی بھوک سے تڑپ رہی ہے۔ ماں بے خبر سوتی ہے اور ایسا سو رہی ہے کہ پھر حشر تک جاگے گی۔ گھر میں سوائے نوکروں چاکروں کے کوئی مرد نہیں نہ کوئی ایسی بڑی بوڑھی عورت عالمِ غربت[2] اور پردیس۔ یاس و حرمان[3] کے سوائے کچھ نظر نہ آتا تھا۔ فرخندہ جمال خدا جانے کب آئے۔ تار اُسے ملے یا نہ ملے۔ یا الٰہی کیا کیا جائے۔ کون کرے۔ وطن دولت سب موجود ہے مگر اِس عالمِ بے کسی میں کچھ کام نہیں آتا۔ محلے میں جس نے سُنا

۱۔ ہلتی نہ جُلتی ۔ ۲۔ سہم گئے ۔ ڈر گئے ۔ ۳۔ تنہائی اور مجبوری۔

۴۔ نااُمیدی اور بدنصیبی۔

سناٹے میں رہ گیا۔ ہیں یہ کیا ہوا؟ رات تک تو اچھی خاصی تھیں کیا ہوا جو یوں چٹ پٹ ہوگئیں؟ ہم نے تو بیماری کی خبر بھی نہ سُنی ابھی چند ہی گھنٹے تو ہوئے جو اُن کے شوہر بھلا چنگا چھوڑ کر دلّی گئے ہیں۔ اگر کچھ بیمار ہوتیں تو بھلا وہ کب جانے والے تھے خواہ دنیا اِدھر کی اُدھر ہو جاتی۔ بہرحال نمک حلال اور جاں نثار نوکروں نے اُن کے دوست احباب کو خبر دی۔ کئی گھرانوں کی بیبیاں آگئیں۔ پڑوس میں جو مولوی غلام علی صاحب قریشی کا کنبہ رہتا تھا ان سے سب سے مرحومہ کی بڑی محبت تھی۔ سب ٹوٹ پڑیں اُن کے مردوں نے باہر سب اہتمام کیا۔ بیبیوں نے نہلا دھلا کفنا دیا۔ اور سب طیاری کر لی بلکہ یہاں تک کہ جنازے کو حضرت نورالدین شاہ صاحب قادری کی درگاہ میں بعد دوپہر لے جا کر رکھ دیا اور طے پایا کہ پانچ بجے تک ریل کا انتظار کیا جائے فرخندہ جمال اس گاڑی میں آجائیں گے اُن کے آنے کے بعد دفن کیا جائے گا کہ ناندیڑ سے اُن کا تار بھی آگیا تھا کہ میں واپس آرہا ہوں۔

۳۴۔ وہاں کیا گزری

من در چہ خیالم و فلک در چہ خیال　　کارے کہ خدا کرد فلک را چہ مجال

۱۔ ہکّا بکّا، متحیر ۲۔ خواہ کچھ بھی ہو جاتا کیسی ہی ضرورت ہوتی ۳۔ جان چھڑکنے والے ۴۔ [illegible] ۵۔ [illegible] آجائیں۔ ۶۔ میں کس خیال میں ہوں اور آسمان کس خیال میں ہے جو کام خدا [illegible] تعالیٰ [illegible] جائے [illegible] دم مارنے کی انسان (بے چارے) کی کیا طاقت ہے۔

فرخندہ جمال ریل میں زناٹے سے چلے جا رہے تھے اور دل میں منصوبے گانٹھ
رہے تھے کہ دلی پہنچ کر یہ کروں گا اور وہ کروں گا۔ تدبیر کند بندہ تقدیر
زند خندہ۔ یہ خبر نہ تھی کہ گھڑی ساعت میں ایسا انقلاب عظیم ہو جائے گا
سحر کرکے صبح کی نماز سے فارغ ہو کر ذرا سی ذرا اُن کی آنکھ لگی ہی تھی کہ چھ
بجے نانڈیر کا اسٹیشن آیا۔ تار والے نے آکر اُن کو جگایا۔ تھا اپنا نے اُسے لیے
معلوم ہو گیا کہ اِن ہی کا تار ہے غالباً کسی اور سے نام پوچھ لیا ہوگا۔ آنکھیں ملتے
ہوئے اُنھوں نے تار لیا۔ سمجھے کہ کوئی چیز رہ گئی ہوگی جو تار دیا ہے یا کوئی چیز
منگانے کی اور [illegible] ہو گی۔ [illegible] الذہن بلا وہم و گمان لفافہ کھولا
تار تو سچ مچ کا بجلی کا تار تھا آنکھوں میں بجلی کوند گئی۔ آنکھیں پتھرا گئیں
پڑھا نہ گیا کہ کیا لکھا ہے۔ بار بار آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتے تھے مگر لکھا وہی تھا
جو ہوا تھا۔ اب ناظرین کو ہم کیا بتلائیں کہ کیا لکھا ہوا تھا اور کس قلم سے
لکھیں کہ چند گھنٹوں میں کیا قیامت بپا ہو گئی۔ پچھلے باب میں ناظرین خود
پڑھ چکے ہیں۔ ہمارے دل میں تاب نہیں کہ ہم اُن الفاظ کو دہرائیں
بیچارہ فرخندہ جمال وہیں اُتر پڑا۔ یہ بھی عجب اتفاق تھا کہ نوکر کوئی اُنھوں
نے اس خیال سے ساتھ نہ لیا تھا کہ تھوڑے دنوں کو تو جا رہا ہوں۔

۱۔ تیزی ۲۔ ارادے ۳۔ سوچ ۴۔ ادھر انسان اپنی سی تدبیریں سوچتا رہتا ہے اُدھر تقدیر کھڑی ہنستی
لگاتی ہے ۵۔ حیدرآباد گوداوری ویلی ریلوے کا ایک اسٹیشن ہے جو مستقر ضلع اور حیدرآباد
سے ۱۷۴ میل ہے ۶۔ پہلے سے دل میں کچھ خیال بھی نہ تھا ۷۔ چمک گئی
۸۔ کھول کھول کر غور سے ۹۔ طاقت، برداشت۔

دو ایک ہم سفر اور تھے اُنھوں نے جھٹ پٹ چھوٹا لپیٹ لپاٹ ان کا سامان چلتی گاڑی میں سے پھینک دیا۔ اِن کے حواس اِس قدر کہاں تھے کہ اسباب اُتار سکتے۔ معصومہ کی یہ بھی خوش نصیبی تھی کہ ایسی جگہ تار ملا کہ آدھ گھنٹے کے اندر ہی سنار کی طرف سے دوسری ریل آنے والی تھی اگر کہیں ایک اسٹیشن بھی آگے چل کر ملتا تو پھر تجہیز و تکفین میں بھی شریک نہ ہو سکتے فرخندہ جمال کو یہ بھی خیال ہوا کہ آدمی کے سو دشمن سو دوست۔ کہیں ایسا تو نہیں ہوا کہ کسی بدمعاش نے یہ چالاکی اِس غرض سے کی ہو کہ لاؤ ان کے سفر میں کھنڈت ڈال دو اور ان کو ناحق پریشان کرو۔ لیکن جس کی بات ہوتی ہے اُس کے دل کو لگ جاتی ہے یہ صرف ایک چاہت کی بات تھی کہ اپنے عزیز کی کوئی بُری خبر سُننا نہیں چاہتا ورنہ تین بجے رات کو اتوار کے دن ڈبل محصول دے کر ارجنٹ تار بھیجنے والا کون تھا۔ پہلا شاک (صدمہ) ایسا ہوا کہ ہوش و حواس جاتے رہے دیر تک کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ کیا ہوا اور کیوں کر ہوا نہ عقل بجا تھی ؎

مزہ آتا نہیں تھم تھم کے ہم کو رنج و راحت کا
خوشی ہو غم ہو راحت ہو اکہی ناگہاں کیوں ہو؟

تار میں سبب مرگ درج نہ تھا۔ اِس سے طرح طرح کا اندیشہ ہوتا تھا کہ شاید طاعون ہوا ہو یا ہیضہ ہو۔ لیکن اِن دونوں بیماریوں میں ایسی فوری موت نادر الوقوع ہے۔ ممکن ہے کہ سانپ نے کاٹ لیا۔ زچگی کے عوارض

۱- خلل ۔ ۲- محبت ۔ ۳- شاذ و نادر یا بہت کم واقع ہونے والی۔

کی طرف خیال بھی نہ گیا کہ دس دن گزر چکے تھے چھٹی بھی نہائی تھیں
بہرحال بہر حیلے رزق ہر بہانے موت دل نے گواہی دی کہ جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا هُوَ كَائِنٌ

کیا بھروسہ ہے زندگانی کا　　آدمی بُلبُلا ہے پانی کا

حکم قضا و قدر ٹلتا نہیں مشیت ایزدی اور مصلحت الٰہی اسی میں تھی کہ
چند گھنٹوں کی جدائی ہو جائے بلکہ یوں کہو کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو
ہٹا دیا تھا کہ ان کے سامنے یہ سانحہ نہ ہو۔ بیوی کے یہ عاشق زار تھے
ایسے موقع پر آدمی کا دل اُلٹ جاتا ہے خدا جانے ان پر کیا گزر جاتی۔
اُس کی مصلحتیں وہی بہتر جانتا ہے انسان کی فہم و ادراک سے بالکل
باہر ہے۔ فرخندہ جمال ایک مشہور آدمی تھے خبر سنتے ہی ناندیڑ کے
وہ عہدہ دار جو اسٹیشن سے قریب تھے آ گئے اور ان کی دل جوئی اور ہمدردی کرنے لگے

۳۳۔ واپسی

عَرَفْتُ رَبِّیْ بِفَسْخِ الْعَزَائِمِ

زندہ در گورم اگر گردش افلاک کند　　بہ کہ در مرگ عزیزاں بسرم خاک کنند

۱ جس طرح حصول ذریعۂ معاش کے لئے کسی قسم کے وسیلہ کا ہونا ضرور ہے اُسی طرح موت کے لئے بس کسی قسم کا بہانہ کافی ہے۔ ۲۔ جو بات ہونے والی ہوتی ہے تقدیر کا قلم اُسے لکھ کر خشک ہو جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ تقدیر کا لکھا پلٹتا نہیں۔ ۳۔ جو خدا چاہے۔ ۴۔ دیوانہ ہو جاتا ہے۔ ۵۔ سمجھ بوجھ۔ ۶۔ انسان کے ارادے ٹوٹ جانے سے معلوم دیتا ہے کہ مالک قضا و قدر کوئی اور ہی ہے اور وہی رب قدیر ہے۔ ۷۔ عزیزوں کی موت تو ایک غضب ہی کا سامنا ہے اس سے تو بہتر یہی ہے کہ زمانے کی گردش مجھے زندہ در گور کر دے۔

آدھے گھنٹے میں منماڑ سے حیدر آباد جانے والی ریل آن پہنچی جس طرح ان کا سامان رکھا گیا۔ اُسی طرح اِن کو بھی پکڑ کر ریل میں بٹھلا دیا۔ دل میں طرح طرح کے خیالات کا ہجوم تھا۔ لگاتار آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ کلیجا نکلا پڑتا تھا۔ ریل کم بخت چلتی ہی نہ تھی۔ راستہ پہاڑ ہو گیا کسی طرح کٹتا ہی نہ تھا۔ کبھی ننھے ننھے بچوں کا خیال تو کبھی اس مرگ مفاجات کا ملال ؎

گر پیرِ نود سالہ بمیرد عجبی نیست　　　این ماتم سخت ست کہ گویند جواں مرد

ہائے افسوس صد افسوس کیسا بنا بنایا گھر اُجڑ گیا۔ چشم زدن میں کیا سے کیا ہو گیا کہ بھرے پُرے سرسبز و شاداب باغ میں خزاں آگئی ؎

پھول تو دو دن بہارِ جاں فزا دکھلا گئے
حسرت اُن غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

نظام آباد کے اسٹیشن پر ایک آدمی ملا جو حیدر آباد سے اس خیال سے بھیجا گیا تھا کہ راستے سے ساتھ ہو لے۔ نہ جانے بیٹے کیا کیا اپنا حال تباہ کریں گے۔ اُس کی صورت دیکھتے ہی یقین کامل ہو گیا۔ اُس کے منھ سے فرطِ غم سے ایک لفظ نہ نکل سکا سرکار کی صورت دیکھ کر ڈاڑھیں مار کر رونے لگا۔ راستے میں اور بھی کئی اسٹیشنوں پر دوست احباب ملے جنھوں نے پوری ہمدردی کا اظہار کیا اور بہت اچھا ہوا کہ جا بجا لوگ ملتے

ا مسلسل - ۲ - نوّے برس کے بڈھے کا مرنا تو کچھ تعجب کی بات نہیں ہے لیکن کسی جوان کا مرنا قیامت ہے اور جوانمرگی کی مار کر
۳ - پلک جھپکاتے - ۴ - ہرے بھرے - ۵ - حیدر آباد سے ۱۰۱ میل پر - ۶ - دلخراش - ۷ - چیخ کر - چلا کر

چلے گئے ورنہ تن تنہا اور زیادہ دکھتا۔ اتنا تو ہوا کہ فرخندہ جمال رو رو کر اپنی دردناک
مصیبت کہتے جاتے تھے۔ کہنے سننے سے بھی دل کی بھڑاس نکلتی ہے اور
طبیعت کو ایک طرح کا سکون ہوتا ہے۔ چار بجے دن کے ریل سکندرآباد پہونچی
یہاں سے قریب آدھے گھنٹے کے گاڑی ٹھیر کر پانچ بجے حیدرآباد پہونچتی ہے
سکندرآباد سے حیدرآباد پانچ میل ہے اگر سیدھے چلے جاؤ تو ریل سے بہت
پہلے پہونچ جاتے ہیں۔ اس لئے ریل کا یہ محل تھا۔ اسی خیال سے موٹر بھیج دی
تھی کہ ریل سکندرآباد پہونچتے ہی چلے آئیں۔ بیس منٹ میں پہونچ جائیں گے
شوفر نے گھر کا راستہ چھوڑ کر دوسرا راستہ لیا۔ آخر گھر نہ جا کر یہ کدھر چلا۔
فرخندہ جمال سے رہا نہ گیا انھوں نے متعجب ہو کر پوچھا کہ گھر نہ جا کر کدھر
جا رہا ہے اُس نے کہا کہ جنازہ درگاہ میں دیر سے آپ کے انتظار میں رکھا
ہوا ہے۔ اللہ اکبر جل جلالہ ما اعظم شانہ کیسا مقام عبرت ہے۔ ابھی کل کی بات
ہے کہ بیوی کو زندہ سلامت چھوڑ آئے تھے کسے خبر تھی کہ وہ دوسری
رات نہ پکڑ سکیں گی فاعتبروا یا اولی الابصار کیا اب بھی دنیا کی
بے ثباتی کے قائل نہ ہوگے۔ مرحومہ نے کل ہی فہرست سامان کی لکھ کر
دی تھی کہ میرے لئے یہ لانا اور وہ لانا۔ اس وقت کسے خبر تھی کہ جس نے
اپنے ہاتھ سے نو بجے شب کو یہ فہرست لکھی ہے اس کی زندگی میں اب
آفتاب طلوع نہ ہوگا اور آج مغرب ہوتے ہوئے آفتاب غروب نہیں
ہوا بلکہ اس کی زندگی کا آفتاب تھا جو غروب ہو گیا ؏

[illegible]

آگاہ[1] اپنی موت سے کوئی بشر نہیں سامان سو برس کا ہے کل کی خبر نہیں

کیا[2] اس تحریر کو دیکھ کر دل پر چھریاں نہ چلتی تھیں جس کی سیاہی بھی ابھی خشک نہ ہوئی تھی کہ وہ لکھنے والی چل بسی ؎

یَلُوحُ[3] الخَطُّ فِی القِرطَاسِ دَهرًا وَکَاتِبُهُ رَمِیمٌ فِی التُّرَابِ

نوشتہ[4] بماند سیہ بر سفید نویسندہ را نیست فردا امید

۴۳۔ تجہیز و تکفین

بہ لبم[5] رسیدہ جانم تو بیا کہ زندہ مانم پس از انکہ من نمانم بچہ کار خواہی آمد

کشتۂ عشق دارد نگرار دت بیاں بہ جنازہ گر نیائی بہ مزار خواہی آمد

درگاہ کا میدان لوگوں سے بھرا پڑا ہے۔ ساری مسجد میں آدمی ہی آدمی نظر آتے ہیں۔ لوگ کہتے ہیں حیدر آباد میں ملکی اور غیر ملکی۔ دیسی اور پردیسی کا بڑا جھگڑا ہے۔ لیکن یہاں تو ملکیوں ہی نے ایک غیر ملکی غریب الوطن

۱۔ واقف۔ ۲۔ اُس سامان کی فہرست کی طرف اشارہ ہے جو معصومہ نے لکھ کر دی تھی۔ ۳۔ لکھا تو مدتوں کاغذ پر چمکتا رہتا ہے اور حالی یہ ہے کہ اُس کے لکھنے والے کی ہڈیاں گل سڑ کر خاک میں مل جل جاتی ہیں یعنی اُس کا پتہ بھی نہیں لگتا کہ کون تھا کہاں گیا۔ ۴۔ سفید کاغذ پر سیاہی سے لکھا ہوا تو قایم رہتا ہے مگر لکھنے والے کو کل تک کا بھی بھروسہ نہیں کہ زندہ رہے گا یا چل بسے گا۔ ۵۔ میں تو جاں بلب ہوں گھڑی ساعت کی مہمان ہوں کاش تم میرے جیتے جی آجاؤ اور میرے مرے بعد اگر آئے تو کس کام کے آئے۔ اتنا مجھے بھی معلوم ہے کہ محبت کی کشش تھیر چین سے تھوڑی بیٹھنے دے گی۔ دیر سویر کی اور بات ہے اگر جنازے پر نہ پہنچ سکے تو خیر میرے مزار پر تو ضرور آؤ ہی گے۔

کے ساتھ وہ کیا جو شاید اپنے اہل وطن بھی نہ کرتے ؎

کرتے کس منھ سے ہو غربت کی شکایت غالبؔ — تم کو بے مہری یاران وطن یاد نہیں

مسجد کی درمیانی محراب کے سامنے ایک جنازہ جس پر سرخ دوشالہ پڑا ہوا ہے رکھا ہے۔ جنازہ نہیں معلوم ہوتا کسی دلہن کا محمل ہے۔ بچوں نے جنازے کو گھیر رکھا ہے۔ روتے روتے تھک گئے ہیں ان کے چہرے اتر گئے ہیں صبح سے ایک کھیل ان معصوموں کے منہ میں اڑ کر نہیں گئی ہونٹ [illegible] خشک ہو گئے ہیں۔ سہمے اور دہکے ہوئے ہیں۔ ماں ان کو چھوڑ گئی مگر یہ ماں کو نہیں چھوڑتے نعش کے گرد یہ بچے ایسے تھے جیسے بنات النعش باپ کو دیکھتے تو بے قرار ہو کر لپٹ گئے فرخندہ جمال کی نظر جب جنازے پر پڑی تو [illegible] سکتی تھی گو زبان حال سے کہا ؎

مند گئیں کھولتے ہی کھولتے آنکھیں غالبؔ

یار لائے مری بالیں پہ اسے پر کس وقت

حضرت شاہ عبد [illegible] صاحب [illegible] القادری نے بڑی بھاری جماعت سے نماز [illegible] کس [illegible] کہ ہر دلی اور کہاں حیدر آباد ؎

[illegible] غالبؔ گور [illegible]

[illegible] کے چار [illegible]

[illegible] آدمی کو [illegible]

[illegible]

قبر پر پہنچ کر قنات گھیری گئی غیر محرم ہٹ گئے محرم رہ گئے۔ آخری دیدار دکھایا گیا چہرہ دیکھتے ہی ؎

تو عزم سفر کردی و رفتی ز برما ۔۔۔ بستی کمر خویش و شکستی کمر ما

وہ حالت نہ تحریر میں آسکتی ہے نہ تقریر میں۔ خدا دشمن پر ایسا برا وقت نہ ڈالے آنکھیں بند کیے میٹھی نیند سو رہی تھیں۔

چشم آں دم کہ ز شوق تو نہم سر بہ لحد
تا دم صبح قیامت نگراں خواہد بود

کون کہہ سکتا تھا کہ یہ تن بے جان ہے۔ ڈیل ڈول جوں کا توں تھا۔ ذرا گھٹا نہ تھا کہ بیمار نہ پڑی تھیں۔ رنگ اور زیادہ نکھر گیا تھا۔ چہرہ مثل حور کے چمک رہا تھا۔ ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ لمبے لمبے گیسو دیکھ کر دل ناشاد پر سانپ لوٹ گیا ؎

یاد داری کہ وقت زادن تو ۔۔۔ ہمہ خنداں بدند و تو گریاں
آں چناں زی کہ وقت مردن تو ۔۔۔ ہمہ گریاں بوند و تو خنداں

۱۔ تم نے سفر کی ٹھانی اور ہم کو چھوڑ چلیں۔ تم تو جانے پر مستعد ہو گئیں اور ہماری کمر توڑ چلیں۔
۲۔ جس گھڑی تیرے شوق میں میں قبر میں سر رکھوں۔ میری آنکھ روز قیامت تک تیری مشتاق رہے گی
۳۔ افسوس ہونا۔ رنج و صدمہ گزرنا ۴۔ کیا تجھے یاد بھی ہے کہ جب تو پیدا ہوا تو سب کے سب خوشی سے ہنس رہے تھے اور تو رو رہا تھا (بچہ پیدا ہوتے ہی روتا ہے) انسان کو اس طرح زندگی بسر کرنی چاہیے کہ مرتے وقت اس کے برعکس معاملہ ہو کہ تو تو ہنستا ہو کہ اپنے مالک کے پاس جا رہا ہے اور سب لوگ تیرے صدمہ فراق اور تیری نیکیاں یاد کر کر کے نہایت رو رہے ہوں۔

حیف در چشم زدن صحبتِ یار آخر شد

روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

آخر کار آغوشِ لحد میں رکھا گیا۔ پٹاؤ کیا رکھا گویا ابد الآباد تک اِس صورت کو ہم سے چھپا دیا۔ اِس کے بعد کیا ہوا کیا لکھا جائے ؎

آ کے تربت پہ مری رو کے کیا یاد مجھے

خاک اُڑانے لگے جب کر چکے برباد مجھے

مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَىٰ۔ بچوں نے یہ سانحہ کب دیکھا تھا۔ خدا اُن کو پھر نہ دکھائے۔ ہکا بکا اور ششدر رہے ایک ایک کی صورت دیکھتے تھے کہ الٰہی یہ باپ کیسے سنگ دل ہیں ان کا کیسا پتھر کا کلیجہ ہے کہ ہماری پیاری ماں کی چھاتی پر پتھر کی سلیں رکھ کر منوں مٹی کے تلے دبا دیا اور جس کی ذرا سی تکلیف اِن کو گوارا نہ تھی آج اپنے ہاتھوں اُن کو کیسے خاک میں ملا دیا۔ الغرض فاتحہ پڑھ کر اُن کو جنگل بیابان سنسان میدان میں اکیلا چھوڑ کر اپنے گھر آئے۔ بچوں کا حال کیا بیان کر لکھوں کہ وہاں سے اُن کو کیسے جدا کیا۔ ناخن سے گوشت جدا کرنا یا تن سے روح کو جدا کرنا بہ مقابلے اِس جدائی کے آسان تھا۔ معصومہ کی جہاں اور خوش نصیبی تھی اُس میں سب سے بڑی

۱۔ افسوس پلک جھپکانے میں دوست کی صحبت کا خاتمہ ہو گیا ابھی پھول کو اچھی طرح دیکھنے بھی نہ پائے تھے کہ بہار کا موسم ہی ختم ہو گیا۔ ۲۔ قبر کی لحد ۳۔ قبر پر پتھر کی سلیں یا تختے رکھ کر جو ڈھک دیتے ہیں ۴۔ ہمیشہ ہمیشہ کے لیئے روز قیامت تک ۵۔ مٹی ہی سے ہم نے تم کو پیدا کیا اور اُسی میں تم پھر جاؤگے اور اُسی میں سے ایک دفعہ پھر اُٹھائے جاؤگے (یعنی حشر کے دن) ۶۔ حیران۔ ۷۔ گم سم ۔ ۸۔ ویران۔

خوش نصیبی یہ تھی کہ اُن کو نسمہ کے ہاتھ سے ڈھی ہی۔ تو وہ بدنصیب شوہر بھی زندہ در گور ہو گیا۔ پھر رمضان مبارک کا مہینہ لیلۃ القدر۔ اور درجہ شہادت (بحالت زچگی مرنا) یہ سب باتیں مرحومہ کے مقبول درگاہ ایزدی اور جنتی ہونے کی پوری اُمید دلاتی ہیں۔

۳۵۔ دار المحن

سر پیٹتی دل کی آرزوئیں نکلیں
دم بھر میں بھرا گھر ہوا ویران افسوس

وہ گھر جو کل عشرت کدہ تھا۔ آج ماتم کدہ ہے۔ مکان تھا مکین نہ تھا۔ ایک دم کیا گیا گویا ساری رونق گئی۔ پٹاری میں پان تھے۔ اُگالدان میں پیک بھی پڑی ہوئی تھی۔ کھونٹی پر اوڑھنا دوپٹہ ہوا لکا تو پٹا ہوا تھا۔ جو صندوق کھلے تھے کھلے تھے جو بند تھے بند۔ جوتیاں بھی پڑی ہوئی تھیں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ابھی کہیں چلی گئی ہیں اب آتی ہوں گی بچے اپنی ماں کو کونے کونے ڈھونڈتے تھے کوئی پاخانہ میں جاکر دیکھتا ہے تو کوئی غسل خانہ میں۔ کوئی کہتا ہے حکیم کے ہاں گئی ہیں۔ کوئی کہتا ہے کسی سے ملنے گئی ہیں۔ کوئی کہتا ہے ہم کو چھوڑ کر دلی چلی گئیں۔ جتنے مُنھ اُتنی ہی باتیں۔ ان کی جگر خراش باتوں سے پتھر کا کلیجہ پگھل جاتا تھا۔

۱۔ گو زندہ تھا مگر مُردوں سے بدتر۔ ۲۔ شب قدر۔ ۳۔ رنج کا گھر۔ ۴۔ ماتم کا گھر۔
۵۔ دل کو زخمی کرنے والی۔

اب سب سے بڑی فکر ننھی بچّی کی تھی کہ یہ بے زبان دس دن کی جان کیوں کر پلے گی۔ دل نے کہا ارے احمق [1] نادان تو کیوں پشیمان اور حیران ہوتا ہے۔ تو کیا اور تیری بساط؟ کیا؟ جس نے اُس کی ماں کو جدا کر دیا ہے وہی اسے پروان چڑھائے گا۔ بچّی بھوک سے تڑپ رہی تھی گائے کا دودھ اُسے مل رہا تھا حیدرآباد میں انّا کا ملنا اگر ناممکن نہ تھا تو وقت طلب تو ضرور تھا۔ اور پھر انّاؤں کے دماغ۔ خصوصاً جب کہ اُن کو معلوم ہو جائے کہ امیر گھرانہ ہے اور بن ماں کی بچّی ہے جتنے وہ پاؤں پھیلائیں تھوڑا تھا۔

از تقاضائے زشت قصاباں — بہ تمنائے گوشت مردن بہ [2]

سب سے پہلے خدا کی قدرت دیکھئے کہ انّا فوراً مل گئی اور سارے دودھ کی شکر خدا کا کہ بچّی نے دودھ بھی پی لیا۔ خیر اس طرف سے تو بے فکری ہوئی اب دوسرے بچوں کی سنیئے اِن کو کون سنبھالے۔ کون سُلائے مُنھ کون دھلائے۔ کھانے پینے کی کون خبر لے۔ باپ کا یہ کام نہیں نوکروں سے یہ ہوتا نہیں راتوں کو جب بچوں کی نیند اُچاٹ ہو جاتی ہے تو ایک کا رونا اور ماں کو ڈھونڈنا اور بلکنا ناقابل بیان ہے سوتے سوتے ٹٹولتے ہیں کہ کس کے پاس سو رہے ہیں۔ ماں کو نہ پاکر مچل جاتے ہیں۔ ع۔

رات کیا آتی ہے اک سر پہ بلا آتی ہے

[1] احمق۔ [2] قصائیوں کے تقاضے سے تو یہی بہتر ہے کہ سرے سے گوشت ہی نہ کھائیں۔

باپ بے چارہ لے کر ٹہلتا ہی۔ بہلاتا ہی۔ سمجھاتا ہی۔ مناتا ہی اسی کشمکش میں صبح ہو جاتی ہی۔ بچوں کو بے اعتباری اس درجے ہو گئی ہی کہ باپ کے کھسکنے کے روادار نہیں کہ خدا جانے یہ ہم کو چھوڑ کر کہاں چلے جاتے ہیں اور یہ ٹھیرے نوکر کیوں کر بچوں کو دن رات لے کر بیٹھیں غرض ہر طرح مشکل ہی مشکل ہی جسے سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی آسان نہیں کر سکتا۔ وہی بے قرار دلوں کو چین دینے والا ہی۔

مناجات

اے سمجھے بوجھے بن سوجھے ۔۔۔ جانے پہچانے بن بوجھے
اے سب داناؤں سے دانا ۔۔۔ سارے توانائوں[1] سے توانا
رِوا سے اونچے[2] اور پربت سے ۔۔۔ چاند سے اور اس نیلی چھت[3] سے
اے بالاتر ہر بالاتر سے ۔۔۔ چاند سے سورج سے انبر سے
سب سے انوکھے[4] سب سے نرالے ۔۔۔ آنکھ سے اوجھل[5] دل کے اجالے
اے اندھوں کے آنکھ کے تارے ۔۔۔ اے لنگڑے لولوں کے سہارے
ناؤ جہاں کی کھینے والے[6] ۔۔۔ دکھ میں تسلی دینے والے
ہر دل میں ہی تیرا بسیرا[7] ۔۔۔ تو پاس اور گھر دور ہی تیرا
تو ہی ٹھکانا مسکینوں کا ۔۔۔ تو ہی سہارا غمگینوں کا
تو ہی اکیلوں کا رکھوالا ۔۔۔ تو ہی اندھیرے گھر کا اجالا

۱۔ طاقت وروں۔ ۲۔ اونچے۔ ۳۔ آسماں۔ ۴۔ عجیب۔ ۵۔ پوشیدہ۔ ۶۔ پار کرنے والے۔ ۷۔ رہنے کی جگہ۔

سوچ میں دل بہلانے والا　　بپتا میں یاد آنے والا

بے آسوں کی آس تو ہی ہے　　جاگتے سوتے پاس تجھی ہے

بے کس کا غمخوار تو ہی ہے　　بُری بنی کا یار تو ہی ہے

تو ہی ڈبوئے تو ہی ترائے　　تو ہی دلوں کی لگی بجھائے

جھڑکے چمکارے کے مارے　　مارے مار کے پھر چمکارے

تو جو چاہے وہ نہیں ٹلتا　　بندے کا یاں بس نہیں چلتا

تو مارے اور خواہ نوازے　　پڑے ہیں ہم تیرے دروازے

سہل اور مشکل تجھ کو ہی یکساں　　ہم کو ہی مشکل تجھ کو ہی آسان

رنج اور دکھ قبضے میں ہی تیرے　　چین اور سکھ قبضے میں ہی تیرے

اے رحمت اور ہیبت والے　　شفقت اور دباغت والے

اے اٹکل اور دھیان سے باہر　　جان سے اور پہچان سے باہر

ایک کو تو نے شاد کیا ہی　　ایک کے دل کو داغ دیا ہی

اس سے نہ تیرا پیار کچھ ایسا　　اس سے نہ تو بیزار کچھ ایسا

ہر دم تیری آن نئی ہے　　جب دیکھو جب شان نئی ہے

اے اچھے اور برے کے بھیدی　　کھوٹے کے اور کھرے کے بھیدی

چھپی ڈھکی کے کھولنے والے　　پاپ اور پن کے پہچاننے والے

---

۱ مصیبت ۔ ۲ ساتھی ۔ ۳ پار کرے ۔ ۴ آگ ۔ ۵ پیار کرے ۔ ۶ سرفراز کرے ۔ ۷ برابر ۔ ۸ آرام ۔ ۹ مہربانی ۱۰ ہیبت ۔ رعب داب ۱۱ اندازہ ۱۲ خیال ۱۳ خوش ۱۴ دکھ ۔ ۱۵ ناراض ۔ متنفر ۱۶ انداز ۱۷ پوشیدہ ۔ مخفی ۱۸ ظلم ۔ گناہ ۱۹ ثواب ۔ حسنات ۲۰ پرکھنے ۔ دریافت کرنے

دل میں لگن بس اپنی لگا دے | سب غم اپنے غم میں کھپا دے
غیر کے رشتے توڑ دے سارے | دل کے پھپھولے پھوڑ دے سارے
تو ہی ہو دل میں تو ہی زباں پر | مار کے جاؤں لات جہاں پر
پاؤں تجھے ایک ایک کو کھو کر | خاک میں جاؤں سب کو ملا کر (حالی)

معصومہ کی حسرت بھری موت اُس کا دنیا سے یوں اچانک اُٹھ جانا عمر بھر کا داغ تھا۔ معصومہ نے جس گھر کو بنایا تھا اُسے خود خاک میں ملا دیا۔ معصومہ نے جو باغ لگایا تھا۔ عین موسم بہار میں اُسے خیر باد کہا۔ باغ لگایا۔ مگر بہار نہ دیکھی۔ درخت لگائے مگر پھل نہ کھایا۔ زمانہ بڑا مرہم ہے اور سچ پوچھو تو وقت ہی خدا خود ہی تسلی دیتا ہے۔ صبر آتے ہی آتے آتا ہے۔ معصومہ کو گذرے تین ہفتے ہونے آئے کہ فرخندہ جمال نے اُن کے زیورات کی فہرست مرتب کرائی معلوم ہوا کہ بعض نمک حرام نوکر موقعہ پا کر اس وقت بھی نہ چوکے۔ خانہ خالی را دیو می گیرد۔ ہم سب کو اپنی اپنی پڑی تھی اور ان خدا نا ترسوں کو اپنی۔ معصومہ کا تھوڑا بہت زیور بھی اس گڑبڑ میں پار کر دیا۔ جو جس کے ہاتھ لگا دبا بیٹھا۔ بھلا ایسا موقع کہاں ملتا ہے جان بھی گئی مال بھی گیا۔

فرخندہ جمال نے کہا ع

اینہم اندر عاشقی بالائے غمہائے دگر

۱- دھن ۲- مٹا دے ۳- آبلے ۴- بیزار ہو کر چھوڑنا ۵- تو ۶- عزت سے چھوڑنا ۷- ... ۸- رخصت۔ وداع ۹- پست کرنے والا ۱۰- خالی گھر پر جن قبضہ کر لیتا ہے ۱۱- اسے نہ ڈرنے والا ۱۲- اُڑا دیا ۱۳- عاشقی میں جہاں اور غم ہیں یہ بھی ایک سہی۔

لاکھوں روپیئے کی جان گئی اب اس تھوڑے زیور کے واسطے کیا دل چھوٹا کروں اور کس کی پکڑ دھکڑ کروں۔ مجھے اس وقت کچھ نہیں سوجھتا جانے بھی دو۔ چند روز کے بعد فرخندہ جمال سے جب گھر کی سنبھال نہ ہوسکی تو بدرجہ مجبوری اُن کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ کوئی عورت ایسی مل جائے کہ جوان بچوں کی خبرگیری کرسکے تو اچھی بات ہو۔ کنبے بھر میں خیال دوڑایا ایک بھی نظر نہ آیا۔ مرحومہ کے کوئی بہن نہ تھی ورنہ مثل مشہور ہو ماں مرے موسی جیئے۔ ماں اور خالہ میں کچھ بڑا فرق نہیں۔ مگر یہاں میدان خالی تھا۔ اب غیر جگہ کیا جائے تو خدا جانے وہ کیسی نکلے۔ اُس کو کیا غرض پڑی جو سوکن کے بچوں کو سنبھالے۔ کس کی بکری اور کون ڈالے گھانس۔ کرنے جاؤ بھلائی اور ہو بُرائی۔ اُلٹی آنتیں گلے پڑیں۔ نماز بخشوانے گئے اور روزے گلے پڑے۔ روز کا جھگڑا کون چکائے گا بھلی چنگی جان کو اُمید و بیم پرغضب میں ڈالنا ہو۔ ایسی عورت کا لانا گویا اِن معصوموں کے حق میں ایک دشمنِ جانی پیدا کرنا ہو بخشو بی بلی مرغا لنڈورا ہی بھلا

۱- رنجیدہ - آزردہ - ۲- خالہ ۳- یعنی کرنے جاؤ نیکی اور ہو بُرائی - نیکی برباد گنہ لازم - ۴- یہ بھی ایک کہاوت ہو کہ اللہ میاں سے نماز معاف کرانے گئے وہاں روزے اور مستزاد کیے گئے - ۵- تصفیہ کرے - ۶- اچھی خاصی - ۷- غیر متقین امید - ۸- جان کا دشمن یعنی کٹر دشمن - ۹- بی بلی مرغ کی دشمن ہیں مگر ظاہر داری کو میل ملاپ شروع کیا اور مرغ کو [illegible] لگاوٹ کی باتیں کرنے لگیں - مرغ ہوشیار تھا اُن کی چال بازی تاڑ گیا کہنے لگا [illegible] اپنی مہربانی رہنے دو اور مجھے اس حال میں یعنی لنڈورا ہی جیسے دو تو غنیمت ہو۔

اچھا ہوا کہ خیالِ[1] خام دل سے نکال دیا ورنہ ضرور ان بچوں کی مٹی[2] پلید ہوتی اگر بچوں میں کوئی سیانا[3] ہوتا یا خیر لڑکی ہی کچھ بجھ دار[4] ہوتی تو گھر سنبھال لیتی فرخندہ کو اتنی فکر کرنے کی ضرورت ہی نہ ہوتی۔ مگر اب تو ماں باپ دونوں یہی تھے۔ اور ان ہی کا کام تھا اور ان ہی کی ہمت اور استقلال خدا پر بھروسہ کر کے خاموش ہو گئے۔

۳۶۔ حالات بعد الممات[5]

اے اجل گرتن بے جاں تہ خاکش سپری نہ توانی کہ نکونامیش از یاد بری

معصومہ کی موت کا کیا سبب تھا آج تک نہ کھلا۔ کوئی کہتا تھا کہ فالج ہو گیا۔ کوئی کہتا تھا عوارضِ ولادت کے سبب سے سخت تشنج ہو کر دماغ کی رگ پھٹ گئی (کیوں کہ مرے بعد ناک سے خون جاری تھا) اور فوری موت واقع ہو گئی۔ بہر حال کچھ بھی ہو جان جانی تھی سو گئی۔ معصومہ کا وجود گو دنیا کے پردے سے مٹ گیا مگر اُس کی زندہ نشانیوں کو خدا سلامت رکھے باقی ہیں۔ سب سے بڑھ کر اُس کی نیکیاں صفحۂ دنیا پر نمایاں[6] ہیں جو کسی کے مٹائے مٹ نہیں سکتیں ؎

۱۔ خیالِ فاسد۔ ۲۔ بُری حالت۔ ۳۔ ہوشیار۔ سمجھ دار۔ ۴۔ موت کے بعد کا احوال۔ ۵۔ اے موت اگرچہ تو نے جسم مردہ کو خاک میں ملا دیا مگر اُس کی نیکیوں کو بھی بھلا دینا تو تیرے بس کی بات نہیں۔ ۶۔ ظاہر۔

تمھیں کہتا ہے مردہ کون تم زندوں کی زندہ ہو

تمھاری نیکیاں زندہ تمھاری خوبیاں باقی

موت نے گو جسم خاکی کو خاک میں ملا دیا۔ مگر ایسی نیک بی بی چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی نہیں مل سکتی اور نہ اُس کی نیک مزاجی۔ ملنساری۔ خُلق۔ دین داری۔ انسانی ہمدردی کی صفاتِ[۱] حسنہ مدت ہائے دراز تک صفحۂ دل سے محو[۲] ہو سکتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اُس کی موت اُس کے جاننے والوں کو آٹھ آٹھ[۳] آنسو رُلاتی ہے ۵

ذوقِ الطافِ تو اے کاش نمی یافت دلم

یاد ہر لطفِ تو اکنوں سببِ صد الم است

معصومہ کے غم کی گھٹا ایسی گہری چھائی ہوئی تھی کہ تھوڑی بہت خوشی خوشی معلوم نہ دیتی تھی صفیہ کے پیدا ہوتے ہی فرخندہ جمال کی ترقی بھی ہوئی تھی ارادہ تھا کہ اس کے چلّے کے ساتھ ترقی کی بھی خوشی منائی جائے لیکن سب ارمان خاک میں مل گئے ع

اے[۶] بسا آرزو کہ خاک شدہ

اب یحییٰ ہوتی تو سب سے بڑا کون تھا؟ معصومہ کے مرنے کے بعد فرخندہ جمال اتنے فکرمند اور دل شکستہ ہوئے اور دنیا کی بے ثباتی نے گہرا اثر پیدا کیا کہ

۱۔ اُنکی صفتیں۔ ۲۔ [illegible]۔ ۳۔ بہت کثرت سے ۴۔ اے کاش میرے دل نے تمھاری مہربانیوں کا مزہ چکھا ہی نہ ہوتا اب تمھاری ایک ایک بات یاد کرکے سو ہا غم اُٹھانے پڑتے ہیں۔ ۵۔ افسوس کہ بہت سی آرزوئیں خاک میں مل گئیں۔ ۶۔ کسی بات میں دل نہ لگتا تھا۔

وہ پنشن لینے پر بالکل آمادہ ہو گئے لیکن لوگوں نے بہت کچھ سمجھایا بجھایا کہ یہ کیا غضب کرتے ہو تمہارا کچّا ساتھ ہے۔ چھوٹے چھوٹے بچّے ہیں ان کی طرف تو دیکھو۔ ابھی نہ کسی کی تعلیم ہوئی نہ شادی بیاہ خانہ نشین ہو جاؤ گے اور دل گھبرائے گا زندگی وبالِ جاں ہو جائے گی فرخندہ جمال نے بھی بہ جبر و اکراہ آمادگی ظاہر کی۔ مگر وہ دن اور آج کا دن ہم نے کبھی فرخندہ کو خوش دل نہ دیکھا وہی شخص جو رونق محفل تھا۔ جہاں بیٹھ گیا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا بلبلِ ہزار داستان چہک رہا ہے وہی اب مغموم ملول شکستہ خاطر خاموش اور دل گیر تھا۔

کیا پوچھتے ہو ہمدم اس جسم ناتواں کی | رگ رگ میں نیش غم ہے کہیے کہاں کہاں کی
یہ اضطراب دل کا باہر بیاں سے ہے | ٹھہرے کہیں تو کہیے حالت دل تپاں کی

جب تک حیدرآباد میں فرخندہ جمال رہے مینھ جائے آندھی جائے مغرب سے تھوڑی دیر پہلے وہ بلا ناغہ قبر پر جایا کرتے تھے اور ایصال ثواب کے لیے بہت کچھ پڑھا کرتے تھے۔ لیکن چرخ کج رفتار کو یہ بھی گوارا نہ ہوا۔ افسوس کہ اُس مٹی کے ڈھیر کو ہی دیکھ کر جو تسکین خاطر حزیں ہوتی تھی وہ موقع بھی دہلی چلے جانے سے جاتا رہا۔

سرکار عالی جو اپنے عہدہ داروں پر ماں باپ سے زیادہ شفیق ہیں

۱۔ یعنی چھوٹے چھوٹے بچوں کا ساتھ ہے۔ ۲۔ گھر بیٹھ جاؤ گے۔ ۳۔ عذاب۔ ۴۔ زبردستی اور ناپسندیدگی ۵۔ راضی ہو گئے۔ ۶۔ ہمیشہ۔ کسی حال میں بھی۔ ۷۔ ثواب پہنچانے کو۔ ۸۔ ٹیڑھی چال والے آسمان کو۔ ۹۔ برداشت نہ ہوئی۔

اور جہاں پشتہا پشت کی پرورش کا بیڑہ[1] لیا جاتا ہے۔ باپ کے بعد بیٹا اور پوتا ملازمت سے مستفید ہوتا ہے یتیموں اور پیروں کے وظائف مقرر ہوتے ہیں۔ بیواؤں کمسن بچوں۔ ناکتخدا[2] لڑکیوں کی تنخواہیں جاری ہوجاتی ہیں۔ ایسی سرکار کو چھوڑنا آسان بات نہ تھی۔ گو فرخندہ معقول تنخواہ پاتے تھے مگر پھر بھی گورنمنٹ نے اپنا دست کرم دراز کیا اور اُن کے بڑے لڑکے کو سو روپیہ منصب اور دوسروں کو پچاس پچاس روپے ماہانہ اکیس سال کی عمر تک اور لڑکیوں کو پچیس پچیس روپے وظیفہ شادی تک مقرر کیا اور اس طرح اُن کو اولاد کی فکر سے بھی مطمئن کر دیا لڑکیوں کے وظیفے کے ساتھ اور ایک یہ بھی رعایت عموماً جاری ہے کہ شادی کے وقت دو سال کے وظیفے کی مجموعی[4] رقم ان کے جہیز کے لئے سرکار کی طرف سے دی جاتی ہے اور پھر وظیفہ بند۔ شکر نعمت[5] ہائے تو چنداں کہ نعمت ہائے تو۔ اسی حالت میں معصومہ کی وفات کے بعد پانچ سال تک فرخندہ جمال حیدر آباد میں رہے۔

۳۷۔ خاتمہ

الٰہی[6] بحقِ بنی فاطمہ	کہ بر قولِ ایماں کنم خاتمہ

۱۔ نسلاً بعد نسلٍ۔ ۲۔ ذمہ داری لی جاتی ہے۔ ۳۔ بن بیاہی۔ کنواری ۴۔ اکھٹی۔ ۵۔ جتنی بہت سی نعمتیں تو نے دی ہیں اُتنا ہی زیادہ میں تیرا شکر ادا کرتا ہوں۔ ۶۔ اے اللہ تعالیٰ بطفیل حضرت فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی آل اولاد کے تو مجھے دنیا سے با ایمان اٹھائیو۔

جس طرح ہر مسافر کے لئے ایک منزل ہے اُسی طرح ہر ملازم کے لئے ایک وقت وہ آتا ہے کہ وہ کام سے سُبک دوش کیا جاتا ہے۔ اِن کی انگریزی کی ملازمت کا زمانہ بھی سرکارِ عالی نے محسوب فرما لیا تھا اس طرح مدت ملازمت سی سالہ اور عمر پچپن سالہ دونوں باتیں ختم ہو گئی تھیں۔ اس گورنمنٹ میں رعایت مراعات پرورش کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا جاتا۔ گو پچپن سالہ پنشن دینے کا قاعدہ ہے مگر ساٹھ ساٹھ سال بلکہ اس سے بھی زیادہ عمر کے لوگ اب تک ملازمت میں شریک ہیں۔ فرخندہ جمال کو خوشی سے توسیع دی جا سکتی تھی مگر خدا جانے انھوں نے پانچ سال کیسے کاٹے۔

رباعی

دن زیست کے کیا جانیے کیسے کاٹے   یہ بھی نہ کھلا زندہ ہیں کیسے کاٹے
مر مر کے بسر ہوئی یوں حامد   کچھ دیر نزع میں جیسے کاٹے

یہ زمانہ بھی بہت مشکل سے گزرا۔ سنگ آمد و سخت آمد۔ بادلِ ناخواستہ نوکری کرتے تھے توسیع کا اِن کو خیال بھی نہ تھا۔ نصف تنخواہ کی

۱- ہلکا۔ ۲- اپنی طرف اُٹھا لیا۔ ۳- تیس برس کی۔ ۴- تیس سال کی نوکری۔ ۵- پچپن سال کی عمر جب پوری ہو جاتی ہے تو پنشن مل جاتی ہے اس سے زیادہ تک بھی بعض خاص لوگوں کو نوکری میں رکھ لیا جاتا ہے اور اسی کو توسیع کہتے ہیں یعنی میعاد بڑھانا۔ ۶- زندگی۔ ۷- گھڑی۔ ۸- جان کنی۔ ۹- پتھر کی طرح گویا سخت آگیا جاتا رہی گو کبھی گزران کا چھوٹا سا میدان

پنشن چھ سو روپیے مل گئی۔ اور دلی آن بیٹھے ۔ انسان بہت کچھ چاہتا ہے
کہ دنیا کو چھوڑ دے مگر جب تک زندہ ہے دنیا کا ترک کرنا ناممکن ہے

ممکن نہیں ترک ہو کسی سے دنیا جب تک نہ کرے آپ اُسے دنیا ترک

دلّی میں ان کو کئی مرتبہ آنریری مجسٹریٹی کے لیے کہا گیا مگر اُنھوں نے
صاف انکار کر دیا کہ اگر مجھے نوکری ہی کرنی ہوتی تو حیدر آباد سے
نوکری چھوڑ کر کیوں آتا۔ لیکن جس شخص کی ساری عمر کاروبار میں
گزری ہو اُس سے خالی کیسے بیٹھا جا سکتا ہے۔ اُنھوں نے تالیف
و تصنیف کا مشغلہ شروع کیا۔ اِن کی کتابوں کی سوسائٹی نے
بڑی قدر کی۔ گھر گھر پھیل گئیں۔ کچھ قومی خدمات کا سلسلہ شروع
کیا۔ علی گڑھ کالج کے ٹرسٹی تو پہلے ہی سے تھے اب اور زیادہ
دلچسپی لینے لگے۔ کانفرنس میں بالالتزام جایا کرتے تھے۔ انجمن
حمایت الاسلام کا سالانہ جلسہ بھی ان سے نہ چھوٹتا تھا۔ ان قومی
خدمات کی بدولت اِن کا نام اور چمک گیا۔

کنبہ پرور اتنے بڑے تھے کہ سب کو ان سے فیض تھا

۱- چھوڑنا - ۲- وہ حاکم عدالت جو محض اعزازی طور پر بلا یافت تنخواہ مقرر ہو۔
۳- منتظم- مؤتمن - ۴- ایجوکیشنل کانفرنس سے مراد ہے یعنی تعلیمی مجلس - ۵- ہمیشہ
۶- لاہور کی مشہور انجمن ہے جو مسلمانوں کی بہبودی اور - فلاح یتامیٰ کی نگہداشت
اور پرورش غرض ہر طرح کی بہتری کے کام کرتی ہے- اِن کا ایک اسلامی کالج بھی ہے-
۷- مشہور ہو گیا - ۸- کنبے کے خبر گیری کرنے والے۔

بیواؤں کی تنخواہیں مقرر تھیں۔ داد و دہش[1] نہایت فراخ دلی[2] سے
جاری تھی خیرات اس طرح دیتے تھے کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوتی تھی
غرض اپنی عاقبت بھی خوب درست کرلی۔ کئی دفعہ ادائی فریضۂ حج
کا ارادہ کیا لیکن بچوں کی بپتا ایسی پڑی ہوئی تھی کہ ہل نہ سکتے تھے
چھوٹے چھوٹے بچوں کو سمیٹے بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کی حالت اب تک
بچوں والی مرغی کی سی تھی نہ کہیں آنے کے نہ جانے کے۔ ہیچ آفت
نہ رسد گوشۂ تنہائی[3] را بچوں کو دیکھ دیکھ کر یہ جیتے تھے۔ اور بچے باپ کو
دیکھ دیکھ کر خوش ہوتے تھے کہ ایسا شفیق باپ کہاں ملتا ہے جس نے
اپنے آرام اور چین کو اولاد پر قربان کردیا اور جس نے ماں کو بھلا
دیا۔ جس وقت معصومہ مری تھیں کس کو اُمید تھی کہ فرخندہ جمال
یوں دھونی رماکر بیٹھیں گے۔ کوئی کہتا تھا ارے میاں غریب کی
جورو نہ مرے اور امیر کے گھر کو آگ نہ لگے۔ ذرا غم غلط ہونے دو[4]
ہم ان ہی کو دکھادیں گے کہ دوسری کرلائیں گے اور ان
بچوں کو کوئی پوچھنے کا بھی نہیں۔ مگر سچی محبت ہو تو ایسی ہو کہ
فرخندہ جمال نے اِس طرف رُخ[5] بھی نہ کیا بچے بھلے اور آپ بھلے
معصومہ کے مرنے کے بعد کسے خیال تھا کہ یہ ننھے ننھے بچے یوں پل

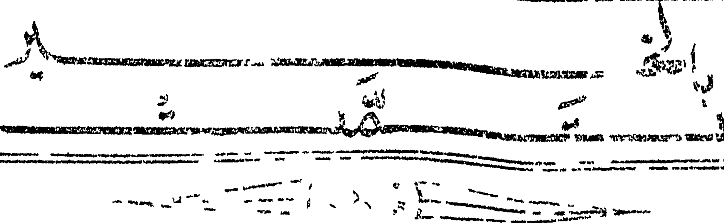
۱۔ بخشش دینا لٹانا۔ ۲۔ کشادہ دلی۔ فیاضی۔ ۳۔ کونے میں جو سب سے الگ تھلگ
بیٹھے رہتے ہیں اُن کو کسی قسم کی تکلیف نہیں پہنچتی۔ ۴۔ رنج ہلکا۔ اُدھر سے خیال
ہٹنے دو۔ ۵۔ ذرا بھی توجہ نہ کی۔

جائیں گے۔ یوں اصلی پالنے والا تو سوائے خدا کے اور کوئی نہیں مگر محبت بھی وہی دل میں ڈالتا ہے اسی نے باپ کو یہ نیک توفیق دی اور اُس کی عمر میں ایسی برکت دی اُن کے قویٰ ایسے درست رہے کہ بڑے لڑکے اور بڑی لڑکی کی تو شادیاں بھی اچھے گھرانوں میں ہوگئیں اور بیٹا بیٹی دونوں اپنی اپنی جگہ باپ کی طرح فارغ البال اور خوش حال ہیں فرخندہ جمال کو خدا نے پہلے نانا اور پھر دادا بھی بنا دیا۔ جب دیکھو شام کو ہواخوری کے وقت نواسہ اور پوتا ساتھ ہے۔ چار بچے ابھی ناکتخدا ہیں۔ خداوندِ عالم فرخندہ جمال کی عمر میں اتنی اور برکت دے کہ ان کی بہاریں بھی دیکھ لیں۔ پھر آخر تو سب کو اُسی طرف لوٹ کر جانا ہے جہاں سے کہ سب آئے ہیں۔ آمین!

آیا ہے جو جہاں میں تو جانا ضرور ہے
سارا ہی قافلہ سرِ راہِ مرور[1] ہے

---

[1] چلتی پیدل راہ۔



قطعہ

نوشتۂ مولوی عبد الغنی خاں صاحب رآفت رئیس میرٹھ

دیکھ کر میں نے بشیر الدین احمد کو ملول
اُن سے پوچھا اس کا باعث کیا ہے اے عالی وقار

اس قدر افسردگی کیوں چھا گئی ہے آپ پر
کر گئی کس کی جدائی آپ کو یوں سوگوار

کس کے غم میں اس قدر چپ لگ گئی ہے آپ کو
کس کی فرقت نے کیا ہے آپ کو یوں دل فگار

سُن کے فرمایا کہ مجھ پر جو مصیبت ہے پڑی
سامنے کس کے کروں اس کو عزیزو آشکار

جانتا ہوں میں کہ ہے دنیا یہ سب ار الفت
اور اپنے دل کو سمجھاتا بھی ہوں گو بار بار

پر مجھے آتا ہے جب اُس مرنے والی کا خیال
بیٹھے بیٹھے آپ ہی روتا ہے دل بے اختیار

حیدر آبادِ دکن میں اُس سے میں ہنس بول کر
جا رہا تھا جب وطن کو ریل پر ہو کر سوار

رات بھر آرام سے سوتا رہا میں بے خبر
صبح ہوتے ہوتے رستہ میں ملا اک مجھ کو تار

جس میں لکھا تھا کہ وہ آرامِ جاں روحِ رواں
وہ مری مونس مری ہمدم مری طاعت گزار

کر گئی ہے یک بیک دنیائے فانی سے سفر
دیکھ کر اُس کو مرا جاتا رہا صبر و قرار

آدھے رستہ سے پلٹ کر مجھ کو پھر آنا پڑا
گھر میں چھوڑا تھا جسے دیکھا اُسے زیرِ مزار

اُس کی فرقت میں بھلا چین آئے مجھ کو کس طرح
کس طرح سے آئے بتلاؤ مرے دل کو قرار

اُس کے قدموں سے ہوا آباد ویراں گھر مرا
رنج و راحت کا مرے تھا اُس پہ سب دار و مدار

حادثہ اک اور قیامت خیز ہے اس کے سوا
چھوٹے چھوٹے سب ہیں بچے اُن میں اک ہے شیر خوار

[illegible] اُٹھ کے راتوں کو مکاں میں ہر طرف
ڈھونڈتے پھرتے ہیں ماں کو سب کے سب دیوانہ وار

مرنے والی نے مجھے یوں مار ڈالا اپنے ساتھ　　اُس کو جنت میں جگہ دیجیو مرے پروردگار

وجہ افسردہ دلی کی جب یہ رافت نے سُنی
آہ اک بھر کر ہوا وہ سنگدل بھی اشکبار



قطعۂ تاریخ نوشتۂ جناب مولوی حکیم لطیف احمد صاحب رئیس تہتلی ضلع سارن سال انطباع ثانی حُسنِ معاشرت
سنہ ۱۹۱۴ء

ذی ہوش اہل خبرت یعنی بشیر احمدؐ　　تھے جن کے باپ حضرت حافظ نذیر احمدؒ
لکھی کتاب انھوں نے چھوٹی سی آج دلخواہ　　چھوٹی دلھن نے جب لی باغِ بہشت کی راہ
حالات ہیں جو اُن کے اس میں بوجہ احسن　　ہے نام پر انھیں کے اس وجہ سے معنون
یہ ہے جناب والا اخلاق کا رسالہ　　آئینۂ مجلّی جمشید کا پیالہ
اخلاق اصل اس کی تہذیب فرع اس کی　　کھینچے شبیہ ایسی یہ تاب پھر ہے کس کی
کون آدمی ہے ایسا اس کا نہیں جو شیدا　　گھر گھر ہے اس کا چرچا کس پر نہیں ہویدا
اک بار چھپ کے پہلے مقبول ہو چکا ہے　　اصرار شایقیں پر دوبارہ اب چھپا ہے

تاریخ طبع اس کی میں نے لطیف لکھی
"حُسنِ معاشرت کی تصویر ہے یہ اچھی"



ریویو مندرجہ مخبر دکن مدراس مطبوعہ ۱۲۔ نومبر ۱۹۱۳ء

یہ ایک اخلاقی ناول ہے جو ہمارے معزز دوست مولوی بشیر الدین اول تعلقہ دار ضلع رائچور کے شایستہ قلم سے نکلا ہے۔ مولوی صاحب کی متعدد دلچسپ تصانیف قبولیت عام کی نگاہوں پر چڑھ چکی ہیں اور اب یہ ایک سنجیدہ اور پُرلطف مختصر افسانہ ہدیہ ناظرین ہے جس کو اول سے آخر تک پڑھ جانے کے بعد ہم یہ رائے قایم کر سکتے ہیں کہ ملک کی اخلاقی حالت درست کرنے کے لیئے یہ کتاب ایک زبردست آلہ ہے۔ کتاب کے حصہ اول میں نواب سلیمان قدر اور اُن کی بیگم کا حال ہے اور اسی طرح فرخندہ جمال (جو ہیرو ہے) کی پیدایش سے اُس کی پہلی بیوی کی وفات تک انسانی زندگی کا خلاصہ درج ہے۔ مولوی صاحب نے جس شایستگی اور جس فصاحت سے منازل زندگی کے فطرتی مناظر دکھلائے ہیں غالباً وہ صدق احساس اور جذب کامل کا مقتضا ہیں۔ دوسرے حصہ میں ازدواج ثانی سے حالات بعد الممات کے نشیب و فراز دکھلا دیئے ہیں۔ ہم ملک کے نوجوانوں سے سفارش کرتے ہیں کہ وہ اس مختصر دلچسپ کتاب کو ضرور ملاحظہ کریں۔ اس کے پڑھنے سے انہیں نہ صرف روزمرہ زندگی کے نکات ہی معلوم ہوں گے اور نہ [illegible] زندگی کا [illegible] ہی نہ ملے گا بلکہ یہ دعوی بھی اِن کے نزدیک ثابت [illegible] ملک کی [illegible] ایسے باکمالوں کو پیدا کر سکتی ہے

جن کے وجود پر مغرب کو ناز ہو۔ ناول ہیں افسانہ کا رنگ قایم رکھنا مولوی
صاحب کے فاضل اجل باپ (مولانا حافظ ڈاکٹر نذیر احمد بالقابہ)
کی ایجاد تھی اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ بمصداق اَلوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیہِ۔
یہ حدیث اُن کی لایق یادگار قلم سے پوری ہو رہی ہے۔

ریویو مندرجہ علی گڈہ انسٹیٹیوٹ گزٹ مطبوعہ ۱۹۔ نومبر ۱۹۱۳ء

یہ ایک اخلاقی ناول ہے جو جناب مولوی بشیر الدین احمد صاحب دہلوی
اول تعلقہ دار ضلع عثمان آباد (حیدرآباد دکن) نے دہلی کی شستہ
ورفتہ زبان میں لکھا ہے اور جس میں نہایت دل نشین پیرایہ میں بتایا ہے
کہ اگر مائیں تعلیم یافتہ اور سلیقہ شعار ہوں تو اولاد کی عمدہ تربیت
کس قدر آسان و قابل اطمینان ہوتی ہے اور اس کے خلاف حالت
ہونے میں تربیت اولاد کا کام کس قدر دشوار اور ابتر ہو جاتا ہے اور
یہ کہ عمدہ اور ناقص تربیت سے علی قدر حال آیندہ کیا نتائج مرتب
ہوتے ہیں۔ اُس کے ساتھ ناتربیت یافتہ اور پھوہڑ اور تربیت یافتہ
اور سلیقہ مند بیویوں کے حالات زندگی کا مقابلہ ایسے طریقہ سے
کیا ہے کہ ہماری سوسائٹی کی موجودہ افسوس ناک حالت کی ہو بہو تصویر
آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے۔ یہ ناول اس قابل ہے کہ تمام شریف
گھرانوں میں پڑھا اور پڑھایا جائے۔ دیباچہ میں مصنف نے
ثابت کیا ہے کہ مائیں بلحاظ مرتبہ قدرتی مردوں سے ہرگز کم نہیں ہیں

تقریظ نوشتۂ مولوی نثار احمد صاحب (احمدی) علی گڈھ

مولوی بشیر الدین احمدؒ مصنفِ کتاب حسنِ معاشرت کے اوصاف ذاتی وصفاتی پر اگر کسی کو اظہار رائے کی ضرورت پڑے تو میری ناچیز رائے میں اتنا کہہ دینا کافی ہو کہ وہ آخر اپنے باپ کے بیٹے ہیں'' شمس العلما مولینا نذیر احمدؒ مغفور کو ہندوستان کا کون سا بشر ہی جو نہیں جانتا۔ جن کے کمالِ علمی اور علمی خدمات نے تہذیب وشایستگی کے جھنڈے گاڑ دیئے ہیں اور جن کا نام صفحۂ ہستی پر ہمیشہ ہمیشہ قایم رہے گا۔ مگر ایک حقیر طبقہ ہمارے ہندوستان میں ایسا بھی ہوگا جو اس سے ناواقف ہو پس ایسے حضرات کے لیئے ضرورت ہی کہ میں اس اجمال کی کچھ تفصیل کر دوں جو کتاب اس وقت میرے مطالعہ میں ہی اور جس کا اوپر (حسنِ معاشرت) نام لیا گیا ہے۔ مولوی بشیر الدین احمدؒ کے چوٹ کھائے ہوئے دل اور غیر معمولی قابلیت دماغی کا نتیجہ ہی۔ ہر چند کہ کتاب چھوٹی تقطیع کے (۲۱۶)[1] صفحہ پر ہی مگر قابل مصنف نے اس میں قابلیت کے جوہر (جو انھیں میراث میں آئی ہی) کوٹ کوٹ کر بھر دیئے ہیں۔

عالم کی شان یہ نہیں ہی کہ کسی مکتب یا مدرسہ کا تعلیم یافتہ ہو۔ سند مل چکی ہو۔ دستارِ فضیلت باندھ چکا ہو۔ شمس العلما کا خطاب

[1] پہلے اڈیشن کا حوالہ ہی۔

پا چکا ہو۔ اِن حضرات میں اگر درد دل اور نکتہ آفرینی نہیں تو وہ کسی شمار کے قابل نہیں۔ ڈوبتے کو ساحل پر کھڑے ہوکر بچاؤ کی تدبیریں بتلانا اور ہیں اور بسم اللہ مجرہا و مرسٰہا کہہ کر پھاند پڑنا اور تہ سے نکال لانا اور ہمارے بزرگ اور قابل دوست مولوی **بشیرالدین احمدؒ** کے کارنامے اس کی دلیل ہیں کہ وہ جو کہتے ہیں کرکے دکھلاتے ہیں اور جو دکھلاتے ہیں صریح فائدہ سے خالی نہیں ہوتا۔

اُنھوں نے اِس کتاب کے حصّہ اول میں ایک فرضی قصہ پیش کیا ہے جس میں ماں باپ کی حُسن توجہ کی بدولت اعلیٰ تعلیم و تربیت کا ایک نمونہ دکھلایا ہے۔ دوسری جانب ماں باپ ہی کی بے توجہی کے سبب دوسرا نمونہ ایک جاہل اور بے تمیز لڑکی کا دکھلایا ہے اور پھر ان دونوں کو مناکحت کے واسطے سے ایک جا جمع کرکے بتلایا ہے کہ جہل و بے تمیزی نے کیا کیا گل کھلائے اور کیسے اچھے اور شایستہ اور نیک نام گھر کو معرضِ خرابی میں لا ڈالا اور پھر اس کا انجام کیا ہوا۔

دوسرے حصہ میں اُنھوں نے شائستہ ماں باپ کی ایک لڑکی کے جوہر چمکائے ہیں اور بے مثال قابلیت کا نمونہ دکھلا کر پہلے حصہ کی جو جہل کی بدولت خرابی پر ختم ہوا ہے، خاطر خواہ تلافی کرائی ہے۔ اور اُس میں یہ ادنیٰ فرق آپ بیتی کو پبلک میں پیش کیا ہے۔ اس انسانی زندگی کے مختلف شعبوں اور اصلی کارناموں کو جس خوبی جس

لطافت اور جس ڈھنگ سے لایق مصنف نے لکھا ہی وہ بہت زیادہ قوم کی دلچسپی اور قدر کے لایق ہی۔

سب سے پہلے تو قصہ دلچسپ اور مانوس اور اصلی تمدن کی جان۔ پھر زبان ٹکسالی سلیس روزمرہ اور پاکیزہ محاورات جس کو بچّہ بھی سمجھ سکے۔ پھر جہل و بے تمیزی سے نفرت۔ اور پاکیزہ مہذب زندگی پر رغبت دلائی ہی۔ ضروریاتِ زندگی کے ادنیٰ ادنیٰ چیزوں کے نام اور برتنے کے طریقے کیسی عمدگی سے بیان کیے ہیں۔ زندگی کے اہم ترین مقاصد کو کیسی سہولیت سے ذہن نشین کرایا ہی کہ بس آدمی دیکھنے کا دیکھتا رہ جائے۔ یہ سب سے مشکل بات ہی کہ جذباتِ انسانی پر قلمی رفتار اس درجہ احاطہ کرے کہ سب کچھ آجائے عمدہ باتوں کا ذکر آئے تو دیکھنے والے کی خواہش ہو کہ کاش یہ سب باتیں اُس میں یا اُس کے لیے ہوتیں۔ بُری باتوں کا ذکر آئے تو اپنی کرتوت یاد آجائیں اور دل پر چوٹ لگے متنبہ ہو۔

بہرکیف اعلیٰ علمی مقاصد سے مقدم انسان کے لیے طریقۂ معاشرت کی اصلاح ہی اور وہ بوجہ احسن اس کتاب یا ایسی کتابوں سے ہو سکتی ہی۔

میں امید کرتا ہوں کہ قوم کے افراد اور خصوصاً ہماری محترم خاتونیں اس کتاب کے حاصل کرنے اور اس سے مستفید ہونے کو اپنا فرض اولین سمجھیں گی اور قابل مصنف کی حوصلہ افزائی

کریں گی کہ اُن کو بار بار ایسی کتابیں تصنیف کرنے پر مجبور ہونا پڑے۔
اخیر پر میں قوم کی جانب سے مولوی بشیر الدین احمدؐ صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ ع
اللہ کرے حسنِ رقم اور زیادہ

تقریظ نوشتۂ جناب فاطمہ[1] صغریٰ بیگم صاحبہ بنتِ جناب خواجہ احمد حسن صاحب سابق ہیڈ ماسٹر (دہلی)

کتاب "حسنِ معاشرت" کو اس کے قابل مصنف جناب مولوی بشیر الدین احمدؐ صاحبِ اوّل تعلقہ دار سرکارِ نظام کی عنایت سے خاکسار کو دیکھنے کا فخر حاصل ہوا۔ یہ کتاب جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے۔ ہماری معاشرتی زندگی کی بہترین رہنما اور عورت مرد چھوٹے بڑے سب کے لیئے یکساں مفید ہے۔

اس کا پہلا حصہ عورتوں کے لیئے عموماً اور والدین کے لیئے خصوصاً قابل غور ہے۔ والدین کی معمولی پہلوتہی و ناقص تعلیم و تربیت بچوں کا ستیاناس کردیتی ہے۔ جاہل ماؤں کے بے جا لاڈ پیار تمام عمر کے لیئے برباد کردیتے ہیں جیسا کہ لاڈلی بیگم کے حالات زندگی سے

[1] یہ خود بھی مصنفہ ہیں انھوں نے بھی ایک اچھی کتاب لکھی ہے۔

معلوم ہوتا ہے۔ ان کے تمام عیوب ماں کے ناجایز لاڈ پیار کا نتیجہ ہیں جو آئے دن اکثر خاندانوں میں پائے جاتے ہیں۔

دوسرا حصہ قابل مصنف کی زوجۂ محترمہ **سید زمانی بیگم** صاحبہ مرحومہ کے من وعن حالات زندگی ہیں جن کو اگر بہ نظر تعمق دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ میاں بیوی کے تعلقات پر بلا رو رعایت روشنی ڈالی گئی ہے اس لیئے اگر عورتوں کے لیئے قابل تقلید ہے تو مردوں کے لیئے بھی مفید ہے۔ اخلاقی درستی واصلاح تمدن ومعاشرت اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے قصے کی صورت میں یہ ایک ہمدردانہ نصیحت ہے اور ایسے دردآمیز پیرایہ میں کی گئی ہے کہ پتھر کا کلیجہ بھی پگھل جائے یہ کوئی فرضی قصہ نہیں بناوٹی ناول نہیں بلکہ گزرے ہوئے واقعات اور برتے ہوئے حالات کا ایک سچا فوٹو ہے۔ جو ہر طرح قابل تقلید ہے یہ کتاب مستورات کے لیئے لکھی گئی ہے۔ نصیحت اس کے صفحے صفحے میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ اگر وہ توجہ کریں اور اس انمول نصیحت سے فائدہ اٹھائیں تو آئے دن کے خانگی تنازعات سب نہیں تو کسی قدر ضرور کم ہو جائیں۔ اگر ہم (یعنی مستورات) مردوں سے یہ درخواست کرتی ہیں کہ وہ اپنی موجودہ کمزوریوں کو دور کرکے اصلاح نسواں کی طرف متوجہ ہوں تو ازروئے انصاف چاہیئے کہ ہم اپنی کمزوریوں کو بھی دور کریں۔ اور حقیقی

لہ محترمہ فاطمہ صغریٰ بیگم صاحبہ سے چھوٹی دُلھن مرحومہ سے ذاتی ملاقات بھی تھی۔

فرض شناس بنیں۔

مرحومہ **سید زمانی** صاحبہ کی خوش سلیقگی خوش اخلاقی ملنساری فرض شناسی اور حسن معاشرت کا بیّن ثبوت علاوہ ان کے حالات زندگی کے اس کتاب کے ڈیڈیکشن سے بھی ملتا ہے۔ انسان نیکی و نرمی سے موم ہو جاتا ہے۔ قابل مصنف نے اپنی اس معزز کتاب کو مرحومہ کے نام نامی پر معنون کیا ہے تو ضرور ان کی نیک صفاتی و اطاعت شعاری سے متاثر ہو کر کیا ہے۔ جھکتے کے آگے جھکا کرتے ہیں اگر وہ اعلیٰ صفات سے معرّا ہوتیں تو آج اُن کی یاد میں ہرگز آنکھیں خونِ جگر نہ روتیں۔ عام قاعدہ ہے کہ بھلے کو بھلائی کے ساتھ اور بُرے کو بُرائی کے ساتھ یاد کرتے ہیں۔ **لاڈلی بیگم** کی کج خلقی و دیگر مذموم عادات نے ایک بہت ہی عبرتناک سین دکھایا اور طبیعت کو مکدّر کر دیا لیکن پھر فوراً ہی پردہ پڑ گیا اور **معصومہ بیگم** کے اعلیٰ اخلاقی صفات نے نہایت ہی خوش گوار سماں آنکھوں کے سامنے باندھ دیا اور ایک اسلامی خانہ داری کے بہترین نمونہ نے پچھلی کلفت کو دور کر دیا۔ چنانچہ یہ افسانۂ فرزانہ نما ہر پہلو سے قابل تقلید ہے۔ فصاحت و بلاغت لطافت اور پاکیزگی کے لحاظ سے یہ ایک اعلیٰ درجہ کا پند نامہ ہے۔ جو مردوں کے لیئے عموماً اور عورتوں کے لیئے خصوصاً بہترین رہبر اور امور خانہ داری کے لیئے ایک باخبر اتالیق ہے۔

ایسی کار آمد و مفید عام تصانیف کے لیئے ملک و قوم کو قابل مصنّف کا خاص طور سے شکر گزار ہونا چاہیئے۔

آخر میں میری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مصنف ممدوح کو عرصہ تک اس باغ عالم میں کامیابی کے ساتھ سلامت رکھے اور ملک و قوم کو اِن کے فیض عام سے مستفیض فرماتا رہے۔ آمین ثم آمین۔

خاکسار

فاطمہ صغریٰ بیگم



ریویو جو جناب بابو پیارے لال صاحب شاکر میرٹھی نے رسالہ العصر مطبوعہ جنوری ۱۹۱۷ء میں کیا

مولوی بشیر الدین احمد کا نام نامی آج معرفی سے مستغنی ہو کیوں کہ آپ کے علمی کارناموں سے علم دوست طبیعت آج اچھی طرح واقف ہو اور خود العصر میں آپ کی کئی مفید تالیفات و تصنیفات پر تبصرہ لکھا جا چکا ہو۔ اقبال دلھن آپ کی پہلی تصنیف ہو۔ یہ گویا بنیاد تھی جس پر آپ کی دماغی مساعی جمیلہ کی بنیاد رکھی گئی تھی اور اس قدر عرصہ گزرنے اور نتائج مابعد کے پیش نظر رکھتے ہوئے اس وقت یقینی طور پر کہا جا سکتا ہو کہ یہ بنیاد نہایت بااصول و مستحکم تھی اقبال دلھن جب اول اول شائع ہوئی اُسی وقت رمز شناس نگاہوں نے تاڑ لیا تھا کہ مولوی بشیر الدین میں اپنے زندۂ جاوید باپ کے قابل جانشین ہونے کی صلاحیت موجود ہو اور اس کا مزید ثبوت جیسے جیسے زمانہ گزرتا گیا ملتا گیا۔ اقبال دلھن کو جو مقبولیت حاصل ہوئی اس کا اندازہ اس سے کسی قدر ہو سکتا ہو کہ پہلا ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ نکل گیا۔ کتاب کے آخر میں اکابر و مشاہیر و اخبارات و رسائل کے جو ریویو و تقاریظ شامل ہیں اُن کے دیکھنے سے منکشف ہوتا ہو کہ مولوی بشیر الدین کی پہلی تصنیف کے متعلق عام و خاص میں اس قدر بلند رائے قایم کی گئی ہو اصل قصہ کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہو کہ زبان و اسلوب بیان نہایت دل پسند ہو عبارت کی روانی گفتگو کی بے ساختگی مولوی نذیر احمد مرحوم کی تصویر سامنے لا کھڑی کرتی ہو...... میاں بیوی کے تعلقات پر

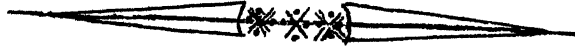
مولوی بشیرالدین احمدؐ نے جو لکھا ہی۔ بہت خوب لکھا اور اس قابل ہی کہ متاہل لوگ اُس کا ایک ایک لفظ آویزۂ گوش بنائیں۔ دوسرا نکاح ضرورتًا کیا گیا تھا لیکن اس کا اثر جو کچھ پہلی بیوی پر ہو سکتا ہی ظاہر ہی۔ اقبال دلھن کا وہ سین کسی حد تک دردناک ہی جہاں دکھا گیا ہی کہ بڑی دُلھن پر اس خبر کے سننے سے کیا گزری۔ یہ مقام تاثیر و انشا پردازی کے اعتبار سے بھی پڑھنے کی چیز ہی ...... بہرکیف کتاب محاسن سے لبریز ہی اور عقد ثانی کے جواز کے ساتھ اُس کی مشکلات کو جس انداز سے واضح کیا گیا ہی وہ مولوی بشیرالدین احمدؐ کا کام تھا۔ ہر شخص کے لیئے اس کا مطالعہ دلچسپ ہوگا اور مستورات اس کو پڑھ کر لاتعداد ہی فوائد حاصل کر سکتی ہیں کوئی گھر جہاں کتابوں کی پہونچ ہو سکتی ہو اقبال دُلھن سے خالی نہ رہنا چاہیئے۔ اُردو لٹریچر میں اس قسم کی کتابوں کو جو اپنے مضامین کے لحاظ سے مستورات کے ہاتھ تک پہونچنے کے قابل ہوں بہت کمی ہی اور حسن معاشرت دوسری کتاب ہی جو اقبال دُلھن کے بعد مولوی بشیرالدین احمد کے مساعی جمیلہ کی بدولت یہ کمی پورا کرنے کے لیئے زیور طبع سے آراستہ ہو کر شایع ہوئی ہی۔ لٹریری خوبیوں کے اعتبار سے یہ اقبال دُلھن کی حقیقی بہن ہی اور معنوی محاسن میں بھی کسی پہلو سے گری ہوئی نہیں ہی۔ اِس افسانہ کو مولوی بشیرالدین احمدؐ نے دو حصوں میں تقسیم کیا ہی پہلے حصہ میں نواب سلیمان قدر اور اُن کی بیگم اُن کے صاحبزادے فرخندہ جمال اور فرخندہ جمال کی بدمزاج بیوی کا حال ہی جس میں دکھایا گیا ہی کہ لڑکیوں کے تعلیم یافتہ ہونے کی کہاں تک ضرورت ہی اور بے تربیت لڑکیاں

کس حد تک شوہر کے لئے ایک مصیبت ثابت ہوتی ہیں۔ دوسرے حصّہ میں یہ دکھانے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے کہ روشن خیال والدین کی اولاد کیسی روشن طبع ذکی اور تربیت یافتہ ہوتی ہے اور ان صفات کی بدولت وہ اپنے گھر کو جنت بنا دیتی ہے۔ یہ حصّہ نہایت غایت درجہ دلچسپ اور حقیقی معاشرتی زندگی کا ایک دل کش فوٹو ہے جو اس کے پڑھنے سے پیش نظر ہو جاتا ہے اور پڑھنے والا یقیناً اس کا متمنی ہوتا ہے کہ اُس کے گھر میں بھی یہی انتظام و تہذیب نظر آئے۔

فرخندہ جمال کی پہلی بیوی (لاڈلی بیگم) کی تصویر ایسے الفاظ میں کھینچی گئی ہے کہ اُس کے جہل و بے تمیزی پر سبھوں کو افسوس ہوگا۔ پھر اُس کا انجام نہایت عبرت ناک ہے۔ خاندانی نزاعات۔ باہمی تکرار۔ آپس کا نفاق۔ ساس بہو کی شکر رنجی۔ میاں بیوی کی گلخپ۔ یہ واقعات ہیں جو اکثر گھرانوں میں پیش آتے رہتے ہیں اور اُن کا سماں صاف و شیریں اور ٹکسالی زبان میں "حسن معاشرت" کے صفحات میں نفاست کے ساتھ دکھایا گیا ہے۔ اِن تمام واقعات کو پڑھنے سے احساس پذیر طبائع سبق حاصل کر سکتی ہیں اس کے بالمقابل معصومہ (دوسری بیوی) کے اخلاق و عادات کا جو نقشہ حصہ دوم میں کھینچا گیا ہے اور جس کی نسبت قابل مصنف فرماتے ہیں کہ "آپ بیتی" ہے خاص طور پر موثر ہے۔ گھر کی دیکھ بھال بچوں کا رکھ رکھاؤ۔ عام انتظام و نگرانی۔ شوہر کی ضروریات کا خیال۔ نفاست پسندی۔ کفایت شعاری

ان سب باتوں کی تصویر دیکھنا چاہو تو معصومہ کے حالات میں پاؤگے۔ لاڈلی بیگم کے ہاتھوں فرخندہ جمال نے جو کونت اُٹھائی تھی اُس کی تلافی معصومہ کی بدولت ہوگئی۔

ضرورت ہے کہ اس کتاب کو شریف گھرانوں میں لڑکیوں کو سبقاً سبقاً پڑھایا جائے۔ معاشرت منزلی کے متعلق اس میں بہت سی قابل قدر نصیحتیں جمع ہیں۔ اِن دونوں کتابوں کی خریداری کی موکد سفارش کی جاتی ہے۔ کوئی گھر اِن سے خالی نہ رہنا چاہیے۔ فقط۔



اور نگرانی سے چھپوائی ہوئی۔ کاغذ عمدہ لکھائی چھپائی دیدہ زیب ورفٹ نوٹ میں تمام الفاظ کے معانی تقطیع ۲۰×۲۶ صفحات علی الترتیب ۸۶-۱۵۰-۱۸۸ فی نسخہ قیمت عہ محصول ۵ر (۱۴) محصنات تقطیع ۲۰×۲۶ صفحات ۲۱۲ تعداد ازدواج کے روح فرسا نتائج قیمت عہ محصول ۵ر (۱۵) ایامیٰ بیواؤں کی حالت کا دردناک فوٹو تقطیع ۲۰×۲۶ صفحات ۲۱۲ عہ محصول ۵ر (۱۶) رویائے صادقہ تقطیع ۲۰×۲۶ صفحات ۲۱۵ مختلف مذاہب کا مقابلہ اسلام سے قیمت عہ محصول ۵ر (۱۷) ابن الوقت تقطیع ۲۰×۲۶ صفحات ۲۰۰ انگریزی وضع کی کورانہ تقلید کے تباہ کن نتائج قیمت عہ محصول ۵ر (۱۸) موعظہ حسنہ مولانا کے اپنی نصیحت آمیز خطوط اپنے فرزند کے نام تقطیع ۲۰×۲۶ صفحات ۱۴۷ قیمت عہ محصول ۵ر (۱۹) منتخب الحکایات بچوں کے لیے چھوٹی چھوٹی دلچسپ نتیجہ خیز کہانیاں تقطیع ۲۰×۲۶ صفحات ۸۵ قیمت ۸ر محصول ۲ر (۲۰) چند پند مفید و نصیحت آمیز مختلف مضامین کا مجموعہ بچوں کے لیے تقطیع ۲۰×۲۶ صفحات ۱۲۷ قیمت ۸ر محصول ۲ر

(۲۱) صرف صغیر اردو زبان میں فارسی گرامر تقطیع ۲۰×۲۶ صفحات ۱۱۲ قیمت ۶ر محصول ۳ر (۲۲) نصاب خسرو جدید طرز کی خالق باری تقطیع ۲۰×۲۶ صفحات ۲۵ قیمت ۶ر محصول ۳ر (۲۳) رسم الخط املا نویسی کے قواعد لڑکوں کے لیے بہت ضروری تقطیع ۲۰×۲۶ صفحات ۳۲ قیمت ۶ر محصول ۲ر (۲۴) مبادی الحکمۃ سلیس اردو میں عربی منطق کے قواعد تقطیع ۲۰×۲۶ صفحات ۱۳۲ قیمت عہ محصول ۴ر

(۲۵) ما یغنیک فی الصرف۔ صرف عربی کی بہترین گرامر اردو میں تقطیع ۲۲×۲۹ صفحات ۶۹ قیمت ۱۳ر محصول ۴ر (۲۶) لکچروں کا مجموعہ دو جلدوں میں تقطیع ۲۰×۲۶ صفحات ۱۱۹ (۲۷) لکچر ہیں دونوں جلد قیمت عہ محصول ۱۲ر (۲۷) مطالب القرآن۔ قرآن شریف کی تفسیر کا پہلا حصہ جتنا لکھا جا چکا تھا چھاپ دیا گیا۔ تقطیع ۲۲×۲۹ صفحات ۱۴۸ قیمت عہ محصول ۵ر

(۲۸) امہات الامۃ ازواج مطہرات کے حالات (زیر طبع) قیمت عہ محصول ۵ر

مجھ ناچیز کی تصانیف

(۱) اقبال دلہن۔ بلا جلد عہ مجلد عہ محصول ۵ر (۲) اصلاح معیشت بلا جلد عہ مجلد عہ محصول ایک ۵ر (۳) لخت جگر دو حصے قیمت عہ مجلد عہ محصول ۱ر (۴) فغان اشرف قیمت عہ محصول ۵ر یہ چاروں کتابیں ۱۸+۲۲ تقطیع کی ہیں مراۃ العروس کے طرز کی ہر عمر کی عورتوں کے لیے ازبس مفید ہیں نمبر ۲-و ۳ پر گورنمنٹ سے انعام بھی ملا ہے۔
(۵) تعلیم نیک کرداری کی کتابیں۔ حرز طفلاں بچوں کے لیے قیمت عہ محصول ۲ر
(۶) نشاط العمر جوانوں کے لیے قیمت عہ محصول ۵ر (۷) عصائے پیری عمر رسیدہ لوگوں کے لیے قیمت عہ محصول ۲ر (۸) شمع ہدایت ہدایت سب کے لیے قیمت عہ محصول ۵ر

(۹) بچوں کے دودو باتیں لڑکیوں کے لئے قیمت عہ محصول ۲ر مثنوی دردِ دل سچا اور دردناک واقعہ قیمت ۸ر محصول ۲ر (۱۱) عزم بالجزم۔ استقامت ارادہ پر ایک دلچسپ قصہ ۴ر محصول ۲ر (۱۲) دیوانِ بشیر۔ مع مصنف کے فوٹو اور (۲۲۱) دلچسپ نظموں کے مجلد ۶ر بلا جلد ۱ر محصول ۵ر (۱۳) انشائے بشیر جس میں نہایت بکار آمد سخط ہیں عورتوں کے لئے مجلد ۶ر بلا جلد ۱۴ر محصول ۸ر (۱۴) تاریخ بیجاپور (دکن کی مکمل تاریخ مع (۶۰) فوٹو ۳ حصے مجلد عہ بلا جلد عہ محصول ۱۴ر (۱۵) تاریخ دہلی۔ تین حصے۔ قدیم زمانے سے آج تک کی تاریخ قابل دید فوٹو (۹) عمارتوں کے قلمی نقشے (۲۰۹) مجلد قیمت لعہ بلا جلد ۷ر محصول ۶ر (۱۶) لطائف عجیبہ۔ تین حصوں میں فی حصہ عہ محصول ۵ر (۱۷) حکایاتِ لطیفہ تین حصوں میں فی حصہ قیمت عہ محصول ۵ر (۱۸) فرامین سلاطین قیمت بلا جلد ۱۴ر مجلد ۸ر محصول ڈاک ۱۱ر ۸ر (۱۸) تمثال الامثال (زیر طبع) محاورات مثلیں۔ پہیلیوں۔ چیستانوں۔ دوہوں کی نہایت شرح بسوط لغت دو جلدوں میں تخمینی قیمت مجلد عہ بلا جلد عہ

(لطایف عجیبہ اور حکایاتِ لطیفہ کا اگر پورا سٹ لیں تو قیمت میں فی سٹ چھ آنے کی رعایت کی جائے گی۔

نوٹ:۔ جلدیں بہت خوبصورت اور نفیس ستھرے چھپے کی ہیں۔

اعلان

ملنے کا پتہ

بشیر الدین احمد تعلقہ دار کھاری باؤلی دہلی